مثنوی مولوی معنوی

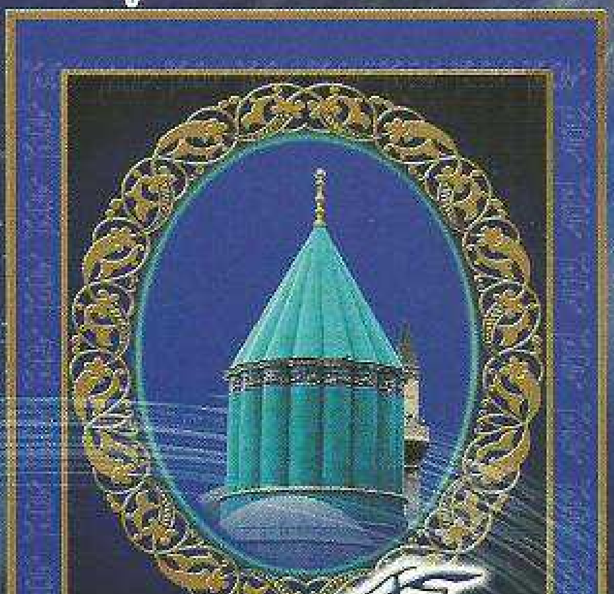
ہست قرآں در زبان پہلوی

(جامیؒ)

انوار العلوم

اُردو نثر

مثنوی مولانا روم علیہ رحمۃ اللہ



دفتر اوّل

مصنف: سلطان العارفین بحرِ رموزِ حقائق خزینۂ علم و حکمت دانائے عشق و معرفت

حضرت مولانا جلال الدین محمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ

المعروف بہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

مترجم:

محمد عالم امیری

120-A



مزارِ اقدس حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ

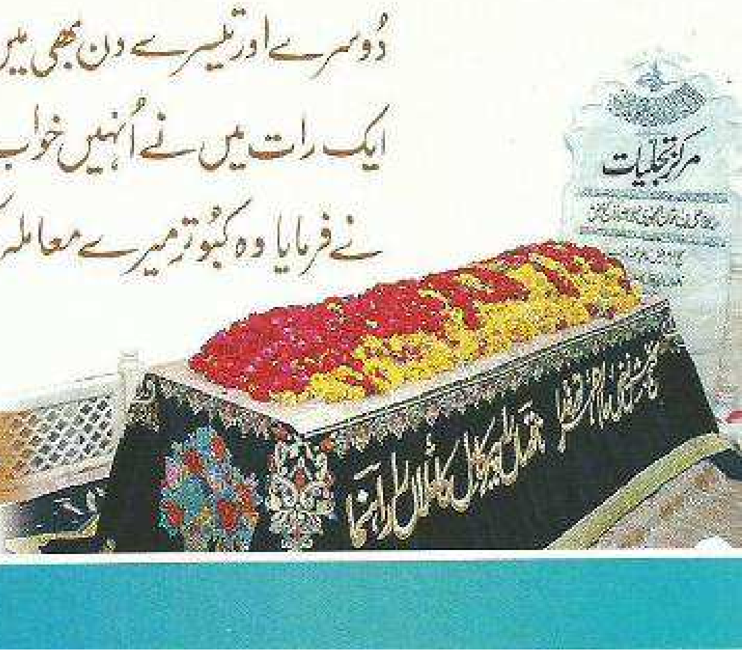
حضرت شیخ ابُو سعید ابُوالخیر رحمۃ اللہ علیہ



حضرتِ داتا گنج بخش مخدُوم علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

کشفُ المحجُوب میں لکھتے ہیں:

مہنہ میں ایک دن مَیں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حسبِ عادت تنہا بیٹھا تھا، ایک سفید کبُوتر دکھائی دیا، جو قبر کے اُوپر پڑی چادر کے نیچے چلا گیا۔ مَیں نے خیال کیا کہ غالباً کبُوتر کسی کا چھوڑا ہوا ہے۔ مَیں اُٹھا اور چادر اُٹھا کر دیکھا، مگر وہاں کچھ نہ تھا۔ دُوسرے اور تیسرے دن بھی میں نے ایسا ہی دیکھا۔ میں حیرت و تعجب میں پڑ گیا۔ یہاں تک کہ ایک رات میں نے اُنہیں خواب میں دیکھا اور اس واقعہ کی بابت اُن سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا وہ کبُوتر میرے معاملہ کی صفائی ہے جو روزانہ قبر میں میری ہمنشینی کے لیے آتا ہے۔



مزارِ اقدس حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ



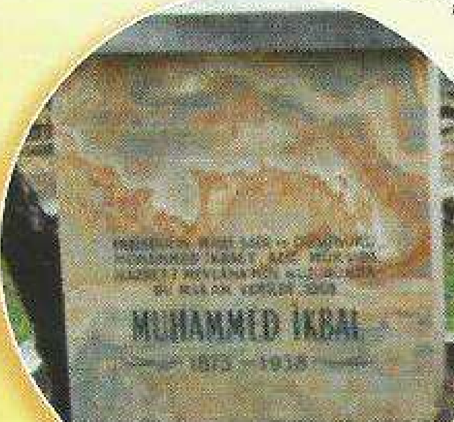
حکیم الامت علامہ محمد اقبال کا
اپنے روحانی مرشد مولانا روم کو خراجِ تحسین

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں خود کو نہ صرف حضرت مولانا جلال الدین محمد رومی رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی مرید و شاگرد ظاہر کیا ہے بلکہ اپنی تصانیف میں اس نسبت پر جابجا فخر کرتے بھی نظر آتے ہیں۔

ایک مرتبہ محترم پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ نے کس کتاب سے سب سے زیادہ استفادہ یا اثر قبول کیا ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: مجھے سب سے زیادہ فائدہ دو کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہوا۔ ایک قرآن کریم اور دوسری مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ۔

پروفیسر صاحب مزید فرماتے ہیں کہ آخری عمر میں یہی دو کتابیں زیادہ تر اُن کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے اسی عقیدت و محبت کی بنا پر اُن کا ایک علامتی مزار قونیہ میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے احاطہ میں بھی ہے۔





علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ ہائے کلام میں سے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں رباعیات و اشعار انوارُ العلوم کی اس اشاعت میں ابری صفحات پر بمعہ ترجمہ (رشید ظفر امیری) پیش کئے جا رہے ہیں۔

انوار العلوم

اہلِ طریقت کا طریقہ ہے شریعت کی پاسداری

انوارِ العلومؒ کی شکل میں اک پیغام دیا ہے عالمؔ نے

خونِ جگر کی دے کر روشنائی نثارؔ

مولائے رُومؒ کے افکار کو روشن کیا ہے عالمؔ نے

نثار احمد منہاس

فہرست دفترِ اوّل

قصد در معراج دیدِ دوست بُود　　　　در تبع عرش و ملائک ہم نمُود
معراج میں قصد دوست کے ملنے کا تھا　　　　لیکن تبعاً عرش اور فرشتے بھی نظر آ گئے

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش　　زانکہ تخم ست و بروید خداش

اگر تم نے کوئی بُرا کام کیا ہے تو ڈرو مطمئن نہ ہو　　کیونکہ یہ ایک بیج ہے اور خدا اُسے اُگا دیتا ہے

چند گاہے اُو بپوشاند کہ تا — آید آخر زاں پشیمانی حیا

بہت مرتبہ وہ ہماری پردہ پوشی کردیتا ہے تاکہ — آخر کار پشیمانی کی وجہ سے ہم میں حیا پیدا ہوجائے

روزِ محشر ہر نہاں پیدا شود
محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائے گی

ہم ز خود ہر مجرمے رُسوا شود
ہر مجرم خود بخود رُسوا ہو جائے گا

دَست و پا بدہد گواہی بابیاں — بر فسادِ اُو بہ پیشِ مُستعاں

اُن کے ہاتھ اور پاؤں کھل کر گواہی دیں گے — اُس کی بُرائی اللہ کے سامنے بتائیں گے

چہ عجب گر سرّ زید پنہاں کُنی
این عجب کہ سرّ ز خود پنہاں کُنی

یہ کیا عجب بات ہے کہ تُو اپنا راز بُرے سے چھپائے
عجب تو یہ ہے کہ تُو اپنے راز کو خود سے چھپاتے

کار پنہاں کُن تو از چشمانِ خود
تُو اپنی نظروں سے چھپ کر نیکی کر

تا بُود کارت سلیم از چشمِ بد
تاکہ تیرا کام نظرِ بد سے بچا رہے

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
127	آخری زمانہ میں پیدا ہونے والوں کی فضیلت کا بیان	۲۲۳
128	حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو ڈرانا کہ مجھ سے نہ اُلجھو میں تو خدا کا نقاب ہوں، تو تم خدا سے اُلجھ رہے ہو نہ کہ مجھ سے	۲۲۳
129	بادشاہوں کا صوفیوں کو اپنے سامنے بٹھانا تا کہ آنکھیں روشن ہو جائیں	۲۲۴
130	حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک دوست کا دیدار کے لیے سفر سے آنا	۲۲۴
131	وحی کے کاتب کا مرتد ہو جانا، اس لیے کہ وحی کا پرتو اُس پر پڑا۔ اُس نے آیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پڑھی اور بولا مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے	۲۲۶
132	بلعم باعور کا دُعا کرنا کہ موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو اس شہر سے جس کا اُنہوں نے محاصرہ کر رکھا ہے ناکام واپس کر دے اور اُس کی دُعا کی قبولیت	۲۲۸
133	ہاروت اور ماروت کا اپنی پاکدامنی پر گھمنڈ، دُنیا کی سرداری چاہنا، فتنہ میں پھنسنا اور اُن کی سزا و عذاب	۲۲۸
134	ایک بہرے کا بیمار پڑوسی کے گھر مزاج پُرسی کے لیے جانا اور بیمار کو رنجیدہ کرنا	۲۲۹
135	جس نے سب سے پہلے صریح نَص کے مقابلے میں قیاس کیا وہ شیطان تھا	۲۳۰
136	اِس کا بیان کہ اپنی حالت اور اپنی مستی کو چھپانا چاہیے	۲۳۱
137	نقاشی اور مصوری کے علم میں رومیوں اور چینیوں کا مقابلہ	۲۳۲
138	پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زید رضی اللہ عنہ سے سوال کہ آج تم نے کس حالت میں صبح کی اور اُن رضی اللہ عنہ کا جواب	۲۳۳
139	حضرت زید رضی اللہ عنہ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا کہ لوگوں کے احوال مجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں	۲۳۴
140	غلاموں اور ساتھیوں کا حضرت لقمان کو متہم کرنا کہ ہم عمدہ اور اچھے میوے لائے اور وہ اس نے کھالیے	۲۳۶
141	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بقیہ قصہ	۲۳۶
142	حکایت	۲۳۷
143	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس راز کو اس سے زیادہ کھل کر نہ کہہ	۲۳۸
144	حضرت زید رضی اللہ عنہ کی حکایت کی طرف واپسی	۲۳۸

جنسِ ابداں قوّتِ ظلمت می خورد
بدن کی جنس ظلمت (غلط راہ) سے قوت حاصل کرتی ہے

جنسِ جاں از آفتابے می چرد
رُوح کی جنس ذاتِ باری سے غذا لیتی ہے

گر بدیدے حِسِ حیواں شاہ را
پس بدیدے گاؤ و خر اللہ را
اگر جسمانی حِس شاہ (اللہ) کو دیکھ سکتی
تو ہر گائے اور گدھا بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتے

اِبتدا دفترِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشنو از نے چوں حکایت می کند
وز جدائیہا شکایت می کند

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق

ہر کسے کو دُور ماند از اصلِ خویش
باز جوید روزگارِ وصلِ خویش

من بہر جمعیّتے نالاں شُدم
جُفتِ خوشحالاں و بدحالاں شُدم

ہر کسے از ظنِ خود شُد یارِ مَن
وز درونِ من نہ جُست اسرارِ من

سرِّ من از نالۂ مَن دُور نیست
لیک چشم و گوش را آں نُور نیست

بانسری سے سُن! کیا حکایت کرتی ہے اور جُدائیوں کی کیا شکایت کرتی ہے؟ کہ جب سے مجھے بنسلی سے کاٹا ہے، میرے نالوں سے مرد وعورت سب روتے ہیں۔ میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو جُدائی سے پارہ پارہ ہو، تاکہ میں عشق کے درد کی تفصیل سناؤں۔ جو کوئی اپنی اصل سے دُور ہو جاتا ہے، وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر تلاش کرتا ہے۔ میں مجمع میں روئی، خوش اوقات اور بداَحوال لوگوں میں رہی، ہر شخص اپنے اَحوال کے مطابق میرا یار بنا لیکن میرے اندر سے میرے رازوں کی جستجو نہ کی۔ میرا راز میرے نالوں سے دُور نہیں ہے لیکن آنکھ اور کان میں وہ نور موجود نہیں ہے۔

اے خُدا جاں را تو بنما آں مقام
اے خُدا! رُوح کو وہ مقام دکھا دے

کاندرو بے حرف می روید کلام
جس میں بغیر حرُوف کے کلام پیدا ہوتا ہے

نوٹ: مثنوی مولانا رُومؒ کے ان منتخب اشعار کی تفصیل صفحہ نمبر ۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں

رُوح عالَمِ اَرواح میں اپنی اصل یعنی ذاتِ حق میں لوٹنے کی مُشتاق ہے۔ جو اِس راز کو سمجھتا ہے وہ ہی میرے نالے کی اصل کو بھی سمجھتا ہے۔ بدن' رُوح سے اور رُوح' بدن سے چُھپے ہوئے نہیں ہیں لیکن کسی کے پاس رُوح کو دیکھنے کا دستور نہیں ہے۔ یعنی بدن' رُوح کا مشاہدہ نہیں کرسکتا۔ بانسری میں آنے جانے والی ہوا' ہوا نہیں بلکہ آگ ہے اور جس میں یہ آگ نہ ہو اُس کے لیے موت بہتر ہے۔ عشق کی آگ ہے جو بانسری میں لگی ہوئی ہے اور مَستی اِسی جوشِ عشق کی وجہ سے ہے۔ بانسری اُس کی ساتھی ہے جو اپنے یار سے کٹا ہوا ہے۔ اس کے راگوں نے ہمارے دلوں پر پڑے ہوئے پردے پھاڑ دیئے ہیں۔ بانسری زہر بھی ہے اور تریاق بھی۔ بانسری خطرناک راستے کی بات کرتی ہے یعنی مجنوں کے عشق کے قصے بیان کرتی ہے۔

بانسری کی طرح گویا ہم دو منہ رکھتے ہیں' ایک منہ اللہ کے لبوں میں چھپا ہوا ہے' جیسے بانسری کا ایک منہ بجانے والے کے منہ میں چھپا ہوتا ہے۔ اِسی طرح دوسرے منہ سے جو آواز برآمد ہوتی ہے دراصل وہ بجانے والے ہی کی ہوتی ہے۔ یوں ہمارے سب کام بھی مَشیّتِ ایزدی کی وجہ سے ہیں لیکن ہم اپنی کم عقلی کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا۔ ہم نے وہ کیا۔ بانسری کے ظاہری سوراخ سے جو آواز آ رہی ہے وہ اُس سوراخ کی آواز ہے جو بانسری بجانے والے کے منہ میں چھپا ہوا ہے۔ ایک منہ روتا ہوا تمہاری جانب ہے' جس نے آسمان میں شور و غُل مچایا ہوا ہے' لیکن جسے آنکھ میسر ہے وہ جانتا ہے کہ اِس سرے کی آہ و فریاد اُسی جانب سے ہے۔

اِس دُنیا میں جو لوگ عشق کے زیرِ اثر آہ و فریاد کرتے ہیں' دراصل اُس کا منبع ذاتِ الٰہی ہی ہے۔ اِس بانسری کی آواز اُسی کی پھونکوں کی وجہ سے ہے اور رُوح کی بے تابی اور تڑپ پھڑک اُسی کی کشش کی وجہ سے ہے۔ بانسری کی آواز کا اگر کوئی نتیجہ نہ ہوتا تو بانسری دُنیا کو مٹھاس سے نہ بھرتی۔ فراق میں عمریں گزر گئیں۔ عمریں گزرتی ہیں تو کہہ دو گزر جائیں لیکن اے وہ! کہ تجھ جیسا کوئی پاک نہیں ہے' تُو رہے۔ اگر محبوب باقی ہے تو فراق کے غم کی کوئی پرواہ نہیں۔ مچھلی دریا کے پانی سے کبھی سیر نہیں ہوتی' اِسی طرح عاشق دریائے عشق سے کبھی سیر نہیں ہوتا اور قرب کا مُتلاشی رہتا ہے۔ کوئی ناقص کسی کامل کا حال نہیں جان سکتا۔ اس لیے بات مختصر چاہیے' والسلام۔

شراب میں وہ جوش و خروش کہاں جو عشقِ صادق میں ہے۔ عاشقِ صادق کی سَیر آسمانی سَیر و گردش سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ عاشق بحرِ وحدت کا غوطہ خور ہے' آسمان جس کا ایک جُزو ہے۔ شراب ہم سے مَست ہوئی نہ کہ ہم اُس سے اور ہمارا جسم ہماری رُوح کی وجہ سے پیدا ہوا نہ کہ ہم اُس کے لئے۔ سچی یعنی حقیقت کی باتیں سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے۔

تاکہ سازد جانِ پاک از سرقدم
تاکہ پاک رُوح سر کے بل جائے

سُوئے عرصہ دُور پہنائے عدم
اُس میدان کی جانب جو وسیع اور معدوم ہے

اسی طرح عاشقوں کی کیفیات بھی عام لوگ سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں جیسے انجیر ہر پرند کی خوراک نہیں ہوتی۔ اے بیٹا! اپنی خود ساختہ قید کو توڑ اور آزاد ہو جا۔ ماسوٰ اللہ کی قید سے الگ ہو جا تُو سونے چاندی اور جسمانی لوازمات کا قیدی کب تک بنا رہے گا؟ عشق کے ذریعے اس قید سے رہا ہو جا۔ اگر تُو دریا کو پیالے میں ڈالے تو کتنا آئے گا؟ ایک چھوٹا سا حصہ۔ حرص سے دُور ہو جا کیونکہ حریصوں کی آنکھ کا پیالہ کبھی نہیں بھرتا۔ سیپ نے ایک قطرے پر قناعت کر لی' موتی سے بھر گئی۔ جس کا جامہ عشق کی وجہ سے چاک ہو گیا وہ حرص اور عیب سے بالکل پاک ہو گیا۔

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما
اے طبیبِ جملہ علتہائے ما (مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

''خوش رہ ہمارے اچھے جنون والے عشق! اے ہمارے تمام بیماریوں کے طبیب! اے ہمارے تکبر اور عزت طلبی کی بیماریوں کی دوا! تُو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے''۔

جنونِ عشق سے بڑھ کر رُوحانی بیماریوں کا کوئی معالج نہیں ہے۔ خاکی جسم' عشق کی وجہ سے آسمانوں پر جا پہنچا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور پہاڑ ناچنے لگا جیسے طور پر زلزلہ آ گیا اور معراج پر جاتے ہوئے جنّان نے سفر شروع کر دیا۔ اے عاشق! عشق طُور کی جان بن گیا۔ طُور مست ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گرے۔ زیر و بم میں ایک راز چھپا ہوا ہے' اگر میں اس راز کو بیان کر دوں تو دُنیا درہم برہم ہو جائے۔

بانسری جو کچھ کہتی ہے اگر میں بیان کر دوں تو دُنیا تباہ ہو جائے۔ اگر میں بانسری کی طرح اپنے یار کے ہونٹ سے ملا ہوا ہوتا تو بانسری کی باتیں کہتا۔ جو شخص یار سے جدا ہوا' چاہے وہ سو سہارے رکھے' وہ بے سہارا ہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام کائنات معشوق ہے اور عاشق پردہ ہے۔ معشوق زندہ ہے اور عاشق مردہ ہے۔ جب رحمتِ خداوندی' بندہ کے شاملِ حال نہ ہو تو وہ بے بال و پَر کا پرندہ ہے۔ ہمارے بال و پَر اُس کے عشق کی کمند ہیں' جو کہ کھینچتی ہوئی ہمیں دوست کے کوچہ تک لے جاتی ہے۔

میرے دوست کا نور میرا ساتھی ہے اور دائیں بائیں' اُوپر نیچے' طوق اور تاج کی طرح میرے سر اور گردن پر ہے۔ عشق چاہتا ہے کہ اُسے ظاہر کر دیا جائے مگر تیرا آئینہ زنگ آلود ہو تو وہ اُس تجلی کو کس طرح قبول کر سکتا ہے۔ تُو جانتا ہے کہ تیرا آئینہ عکس کو قبول کیوں نہیں کرتا۔ اِس لیے کہ اُس سے زنگ دُور نہیں ہوا۔ وہ آئینہ جو زنگ اور مَیل سے دُور ہے وہ خدا کے نور کے آفتاب کی شعاعوں سے بھرا ہوا ہے۔ جا اُس کے رُخ کو زنگ سے صاف کر' پھر حقیقت کو دل کے کان

سے سُن تا کہ تُو پانی اور مٹی کے خول سے باہر آ جائے۔ رُوح کو راستہ دو اور شوق سے راستے پر چلو۔

بادشاہ کا لونڈی پر عاشق ہونا، اُسے خریدنا لونڈی کا بیمار پڑنا اور اُس کی بیماری کا علاج

اے دوستو! اس قصہ کو سنو۔ یہ خود ہمارے موجودہ حال کی حقیقت ہے۔ اگر ہم اپنے موجودہ حال کا سراغ لگائیں تو ہم دُنیا سے بھی اور عُقبیٰ سے بھی پھل کھائیں۔ اب سے پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا جس کی حکومت مُلکِ دُنیا پر بھی تھی اور مُلکِ دین پر بھی۔ اتفاقاً ایک دن بادشاہ سوار ہوا اور اپنے خواص کے ساتھ شکار کو نکلا۔ وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں شکار کے لیے پھرتا رہا کہ اچانک اُس نے ایک خوبصورت لونڈی کو دیکھا اور بادشاہ کی جان اُس لونڈی کی غلام بن گئی۔ اُس کی جان کا پرندہ جب عشق کی شدت سے پنجرے میں تڑپا تو اُس نے مال دیا اور لونڈی کو خرید لیا۔ وہ لونڈی تقدیر سے بیمار ہو گئی۔ اس طرح وہی ہوا کہ ایک شخص کے پاس گدھا تھا لیکن اُس کا پالان نہ تھا۔ جب اُس نے پالان حاصل کر لیا تو گدھے کو بھیڑیا لے گیا یا اُس کے پاس پیالہ تھا جب پانی پایا تو پیالہ ٹوٹ گیا۔

ہر طرف سے طبیبوں کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ دونوں کی جان تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ میری جان معمولی ہے کیونکہ میری جان کی جان یہ لونڈی ہے۔ میں دکھی اور زخمی ہوں لیکن میرا علاج اس لونڈی کی تندرستی ہے۔ جس نے میری جان کا علاج کر دیا وہ میرے خزانے کو لے گیا۔ سب نے کہا: ہم جان لڑا دیں گے۔ ہم میں سے ہر ایک دُنیا کا مسیحا ہے اور ہمارے پاس ہر درد کا مرہم ہے۔ تکبر کی وجہ سے اُنہوں نے ''انشاءاللہ'' نہ کہا تو خدا نے انسان کی مجبوری اُن پر ظاہر کر دی۔ ''انشاءاللہ'' نہ کہنے سے میری مراد سنگ دلی ہے۔ یہ بھی نہیں کہنا چاہیے' کیونکہ حالتیں تو اکثر عارضی ہوتی ہیں۔ بہت سے لوگ ''انشاءاللہ'' کے بغیر بات کہتے ہیں' اُن کی جان ''انشاءاللہ'' کی رُوح کے ساتھ ہوتی ہے۔ جس قدر بھی طبیبوں نے علاج کیا' لاحاصل رہا۔

''انشاءاللہ'' کہنا کوئی خاص معنیٰ نہیں رکھتا بلکہ دل میں یہ یقین ہونا چاہیے کہ ہر کام اللہ کی مشیّت سے ہے۔ اگر دل میں عقیدہ پختہ ہے تو زبان سے کہنا یا نہ کہنا کچھ معنیٰ نہیں رکھتا۔ لونڈی مرض کی وجہ سے بال کی صورت ہو گئی اور بادشاہ کی آنکھ' خون کے آنسو رونے لگی۔ جب موت آتی ہے تو طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے اور دوا اپنا نفع پہنچانے میں گمراہ ہو جاتی ہے۔ سکنجبین' صفرا بڑھاتی ہے اور روغنِ بادام خشکی پیدا کر دیتا ہے' ہرڑ سے قبض ہو جاتی ہے۔ دل کی سُستی بڑھ گئی' نیند کم ہو گئی' آنکھوں میں جلن اور دل درد سے بھر گیا۔ شربت اور دواؤں کے اسباب نے طبیبوں کی آبرو ختم کر دی۔

کرمِ سرگیں درمیانِ آں حدث — در جہاں نُقلے نداند جز خبث

گوبر کھانے والا کیڑا اپنی اس خوراک کے علاوہ — کسی اور بہتر خوراک کو نہیں جانتا

طبیبوں کا علاج سے عاجز آجانا، بادشاہ کو معلوم ہوجانا اور حقیقی بادشاہ کی طرف اُس کا رُخ کرنا

بادشاہ نے جب طبیبوں کی بے بسی دیکھی' ننگے پاؤں مسجد کی طرف بھاگا۔ محراب کی جانب ہوا اور بادشاہ کے آنسوؤں سے سجدے کی جگہ تر ہوگئی۔ جب وہ فنا کی گہرائی سے نکل کر اپنے ہوش میں آیا تو مدح وثنا میں خوب زبان کھولی۔ اے! وہ کہ دُنیا کی سلطنت تیری معمولی بخشش ہے' میں کیا کہوں؟ کہ تُو خود پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ ہمارا اور اِن طبیبوں کا حال سب کا سب تیری عام مہربانی کے سامنے بیکار ہے۔ اے! وہ کہ تُو ہمیشہ ہماری حاجت کی پناہ ہے۔ راستہ سے ہم پھر بھٹک گئے لیکن تُو نے کہا ہے "اگرچہ میں تیرا سارا بھید جانتا ہوں لیکن پھر بھی اپنا حال بیان کر"۔

جب بادشاہ نے تہ دل سے فریاد کی' اللہ کی بخشش کا دریا جوش میں آ گیا۔ روتے روتے اُسے نیند آ گئی۔ اُس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ظاہر ہوئے۔ بولے: اے بادشاہ! بشارت ہو' تیری حاجتیں پوری ہوئیں۔ اگر کل کو کوئی اجنبی شخص آئے تو وہ ہماری طرف سے ہوگا۔ جب وہ آئے تو وہ ماہر طبیب ہے' اُسے سچا جاننا اور اُس کے علاج میں جادو دیکھنا اور اُس کے مزاج میں خدا کی قدرت دیکھنا۔ جب وہ خواب سے جاگا تو لونڈی کے غلام کی بجائے غم سے آزاد ہو کر بادشاہ بن گیا۔ وہ جھروکے میں بیٹھ کر منتظر رہا تاکہ خدائی بھید اُس پر ظاہر ہو۔

اُس نے ایک مردِ کامل کو دیکھا جو چاند جیسا لگا اور خیال کی طرح کبھی موجود اور کبھی مَعدُوم ہوتا۔ دُنیا میں خیال' مَعدُوم کی طرح ہوتا ہے۔ تُو دُنیا کو بھی خیال کی طرح چلتی پھرتی چیز سمجھ۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے خیالات علومِ باری کا پرتو ہوتے ہیں' وہ قائم اور ثابت ہیں۔ وہ خیال جو بادشاہ نے خواب میں دیکھا' مہمان کے چہرے پر ظاہر دیکھا۔ ولی میں اللہ کا نور ظاہر ہوتا ہے' اگر تُو صاحبِ دل ہے تو اچھی طرح دیکھ لے گا۔ جب بادشاہ نے ولی کو دیکھا تو دربانوں کی بجائے خود آگے بڑھا اور اپنے غیبی مہمان کے سامنے ہوا۔ دونوں یک جان و دو قالب ہوگئے۔ لونڈی کا عشق غیبی مہمان کی ملاقات کا سامان بن گیا۔ بادشاہ بولا: تُو میرا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور میں عُمر رضی اللہ عنہ کی طرح تیرا خدمت گزار ہوں۔

رعایتِ ادب کی خواہش اور بے ادبی کی نحوست

ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں اور بے ادب ہمیشہ خدا کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ بے ادب صرف خود کو ہی خراب نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات سارے عالم میں آگ لگاتا ہے۔ بنی اسرائیل کو آسمان سے خوان آتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے چند بے ادبوں نے کہا: لہسن اور مسور کیوں نہیں آتے؟ آسمان سے غذا آنی بند ہو

گئی۔ کھیتی، کدال اور درانتی کا غم گلے پڑ گیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب سفارش کی تو اللہ نے مالِ غنیمت بھیجا۔ پھر گستاخوں نے ادب چھوڑا فقیروں کی طرح بچا کھچا بعد کے لیے اُٹھا رکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُنہیں کہا کہ یہ غائب نہیں ہوگا صبر سے کھاؤ۔ بدگمانی اور لالچ اللہ کی ناشکری ہوتی ہے۔ اُن لالچیوں کی ناشکری سے پھر رحمت کا دروازہ بند ہو گیا۔ مَن و سلویٰ اُترنا بند ہو گیا۔ زکوٰۃ نہ دینے پر ابر آنا بند ہو گیا اور زنا کاری سے اطراف میں وبا پھیل گئی۔

یاد رکھو! تجھ پر بھی جو غم کی اندھیریاں کبھی آتی ہیں، تو بے باکی اور گستاخی کی وجہ سے بھی ہیں۔ جو کوئی دوست کے راستہ میں بے باکی کرتا ہے، مردوں کا رہزن بنا۔ آسمان ادب سے پُرنور بنا اور ادب ہی کی وجہ سے فرشتے معصوم اور پاک کہلائے۔ شیطان گستاخی کی وجہ سے مردود ٹھہرا۔ سلوک کے راستے میں گستاخی کرنا حیرت کی وادی میں ڈوب جانا ہے۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے خلیفہ بننے پر سجدہ کر دیا لیکن شیطان گستاخی کی وجہ سے مارا گیا۔ اب پھر ہم بادشاہ اور مہمان طبیب کے قصّے کی طرف آتے ہیں۔

اُس خُدائی طبیب سے بادشاہ کی مُلاقات جس کو اُس نے خواب میں دیکھا تھا اور اُس کی تشریف آوری کی اُسے خبر دی گئی تھی

بادشاہ جب اپنے مہمان کے سامنے گیا تھا تو بادشاہ نہیں پورا فقیر بن کر گیا۔ ہاتھ پھیلائے اور عشق کی طرح اُسے دل وجان پر لیا۔ اُس کے ہاتھ اور پیشانی کو چوما اور ساتھ لے جاتے ہوئے بولا کہ مجھے صبر کرنے سے خزانہ مل گیا۔ صبر پہلے کڑوا لگتا ہے لیکن بعد میں میٹھا اور سفید پھل دیتا ہے اور کہا: اے! کہ تیری ملاقات ہر سوال کا جواب ہے اور بے شک تجھ سے مشکل حل ہوتی ہے۔ جو کچھ ہمارے دل میں ہے تُو اُس کی ترجمانی کرتا ہے۔ جو دلدل میں پھنسا ہو تُو اُس کا مددگار ہے۔ مجلس کے بعد اُسے حرم سرا میں لے گیا۔

بادشاہ کا غیبی طبیب کو بیمار کے پاس لے جانا

بادشاہ اُسے بیمار کے پاس لے گیا۔ اُس نے لونڈی کا ملاحظہ کر کے بتایا کہ جو دوا پہلے طبیبوں نے دی دُرست نہ تھی۔ وہ اِس کی اندرونی حالت سے واقف نہ تھے۔ اُس نے مرض کو بھانپ لیا لیکن بادشاہ کو کچھ نہ بتایا۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ دل کی مریضہ ہے۔ اُس کا بدن ٹھیک ہے۔ دل کی حالت سے عاشقی ظاہر ہے۔ عاشق کی بیماری دوسرے امراض سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ یہ خدا کے بھیدوں کا اُصطرلاب یعنی پیمانہ ہوتا ہے۔ عاشقی چاہے اِدھر کی ہو یا اُدھر کی (حقیقی یا مجازی) آخر شاہ (اللہ) تک رہنمائی کرتی ہے۔ میں اگر عشق کی شرح کروں تو شرمندہ ہوتا ہوں کیونکہ یہ

کز شعاعِ آفتابِ پُر ز نُور
کیونکہ پُرنور سُورج کی شعاعوں سے بھی

غیرِ گرمی می نیابد چشمِ کور
اندھے لوگ گرمی کے علاوہ کچھ محسوس نہیں کرتے

بیان کی چیز نہیں ہے۔ بے زبان عشق خود خوب روشن ہوتا ہے۔

متاب از عشق رُو گرچہ مجازی ست

کہ آں بہرِ حقیقت کار سازی ست (مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ)

''عشق سے منہ نہ موڑ' چاہے وہ مجازی ہی ہو کیونکہ وہ بھی تمہیں حقیقت کی طرف لے جائے گا۔''

کاغذ اور قلم بھی اس کی شرح نہیں کر سکتے۔ عقل اس کی شرح میں مٹی میں پھنسے ہوئے گدھے کی طرح ہو گئی۔ انسان خود عشق میں مبتلا ہو تو اِس کی کیفیت سمجھ سکتا ہے۔ آفتاب کے نکلنے کی دلیل خود آفتاب ہے۔ جس طرح آفتاب پیہم سفر میں ہے اور مَعدُوم نہیں ہوتا اِسی طرح رُوح کا سورج بھی باقی ہے' اُس کے لیے عدم نہیں ہے۔ وہ سورج (اللہ) عالمِ بالا میں مُست ہے اور اُس کی ذہن اور خارج میں کوئی مثال نہیں ہے۔ تصور میں اتنی گنجائش کہاں کہ اُس کا احاطہ کر سکے۔ شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ مکمل نور ہے' سورج ہے اور حق کے نوروں میں سے ہے۔ (شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے پیر تھے)

جب شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کی بات آئی ہے تو دنیاوی سورج نے منہ چُھپا لیا۔ اب جبکہ اُن کا نام آ ہی گیا ہے تو اُن کے انعام کی تھوڑی سی شرح بھی ہو جائے۔ اُسے دیکھا تو میری رُوح مستعد ہو گئی۔ وہی حال ہوا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے لباس کی خوشبو نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا کیا تھا۔ اُس کی محبت کا حق ادا کرنے کے لیے اُس خوش اَحوال کا کچھ بیان ہو جائے تا کہ زمین و آسمان ہنس پڑیں۔ عقل' رُوح اور آنکھیں سوگنا ہو جائیں۔

لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں

اِک کھولاں اِک کجّاں ہُو (حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ)

میں نے اپنی رُوح سے کہا: اے! دوست سے دُور پڑی ہوئی' اُس بیمار کی طرح جو طبیب سے دُور ہو' بیان کر! اُس نے جواب دیا: میں کیا کہوں؟ میری ایک رگ بھی ہوش میں نہیں ہے۔ اُس یار (اللہ) کی تعریف یعنی میرا تعریف کرنا دراصل تعریف نہ کرنا ہے۔ کیونکہ تعریف کسی وجود کی دلیل ہے اور وجود غلط ہے۔ میرے فراق اور خونِ جگر کی تفصیل کسی دوسرے وقت کے لیے چھوڑ دے۔ سالک اپنے ہر مقام کو ہجر تصور کرتا ہے۔ اِس لیے سَیرِ ذاتِ الٰہی کی کوئی حد نہیں ہے۔ ہجر کی اضطراری کیفیت میں رُوح نے کہا: مجھے کھلا کیونکہ میں بھوکی ہوں' جلدی کر کہ وقت تیز تلوار کی طرح گزرا جاتا ہے۔ مثلاً صوفی (وہ شخص جو اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے بچائے ہوئے ہو) ہمیشہ ابن الحال ہوتا ہے' کوئی یار

کی بات سُنا' شاید تُو صوفی نہیں ہے۔ میں نے اُسے کہا کہ یار کا راز چھپا ہوا ہی اچھا ہوتا ہے لیکن میں اُسے ایک قصے کی صورت میں سُناتا ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ معشوقوں کا راز دوسروں کے قصے میں بیان کر دیا جائے۔ اُس نے کہا: کُھلم کُھلا بات کہہ دے مجھے قصوں میں اُلجھا کر نہ ستا۔ رسولوں کے راز اور اشارے بتا دے۔ اصل پردہ اُٹھا دے کیونکہ میں محبوب کے ساتھ پیراہن میں نہیں سما سکتی۔ میں نے کہا: اگر وہ آنکھوں کے سامنے بے پردہ ہو گیا تو نہ تُو رہے گی نہ کنارہ نہ وسط۔ تُو مانگ مگر اندازہ کے مطابق مانگ۔ گھاس کا تنکا پہاڑ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ رسولوں کا راز تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی ہے۔ صفاتِ کمال سے متّصف تو صرف ذاتِ باری ہی ہے۔ سُن لے کہ سورج جس نے سارا جہاں روشن کیا ہے اگر تھوڑا سا بھی قریب آجائے تو سب کو جلا دے۔

پوشیدہ رُخ چوں آمدی شورِ قیامت شُد عیاں
بے پردہ گر آئی بروں سوزد ہمہ کون و مکاں

''تُو اپنا چہرہ چھپائے ہے تو ہر طرف قیامت کا سا شور ہے۔ اگر کبھی بے پردہ باہر آجائے تو تجلّی سے دونوں جہان جل جائیں''۔

اب ہونٹ سی لے اور آنکھیں بند کر لے۔ عالم کی تباہی کی کوشش نہ کر اور شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اس سے زیادہ جستجو نہ کر اِس بات کا اختتام نہیں ہے۔ لے قصہ پھر سُن۔

لونڈی کا مرض جاننے کے لیے طبیب کا بادشاہ سے لونڈی کے ساتھ تنہائی چاہنا

طبیب جب لونڈی کے مرض کے راز سے واقف ہو گیا تو اُس نے بادشاہ سے کہا کہ میں تنہائی میں کنیز سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ پس سوائے طبیب اور بیمار کے وہاں کوئی نہ رہا۔ طبیب نے نہایت نرمی سے پہلے اُس کے شہر کا نام پوچھا' پھر رشتہ داروں اور تعلق داروں کا اور ہاتھ اُس کی نبض پر رکھا۔ پیر میں چُبھے ہوئے کانٹے کو نکالنا جب ایک مشکل کام ہے تو دل کے کانٹے کا کیا حال ہوگا؟ یہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اگر ہر ایک دلوں کے کانٹے دیکھ سکتا تو پھر دُنیا سے غموں کا مٹانا کیا مشکل تھا۔ اگر کوئی گدھے کی دُم کے نیچے کانٹا رکھ دے تو وہ نا اہل کودنے لگے گا تاکہ یہ اُس سے دُور ہو لیکن کانٹا اور دھنستا جائے گا۔ اِس لیے کوئی عقلمند چاہیے جو دل کے کانٹے کو نکالے۔ وہ اُس لونڈی سے بچوں کی طرح پچھلے واقعات و حالات پوچھتا جاتا تھا اور اپنا کان اُس کی نبض پر رکھے تھا تاکہ جان لے کہ کس نام پر نبض پھڑکتی ہے اور اِس کا جانی محبوب کون ہے۔

زیرِ آں باطن یکے بطنِ دگر
اُس باطن کے نیچے ایک اور باطن ہے

خیرہ گردد اندر و فکر و نظر
ہماری فکر و نظر اُس سے حیران ہو جاتی ہے

مختلف شہروں اور لوگوں کے بارے میں پوچھتے پوچھتے حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن نہ تو اُس کا چہرہ زرد ہوا اور نہ نبض پھڑکی۔ باتیں کرتے کرتے شہر سمرقند کا ذکر آیا تو لونڈی نے ٹھنڈی آہ بھری اور اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کہنے لگی: وہاں ایک تاجر نے مجھے ایک مالدار سُنار کے پاس بیچا۔ اُس کے پاس میں چھ ماہ رہی پھر اُس نے مجھے بیچ دیا۔ جب یہ کہا تو نبض پھڑکی اور چہرہ زرد ہو گیا۔ تو لونڈی سے اُس سُنار کا نام اور پتہ معلوم کر لیا اور لونڈی سے کہا کہ اب تُو تکلیف سے نجات پا جائے گی۔ میں تیرا مرض سمجھ گیا ہوں اور اب تیرے ساتھ وہ کچھ کروں گا جو بارش چمن سے کرتی ہے۔ میں سو باپوں سے بڑھ کر تجھ پر مہربان ہوں۔ یہ راز کسی پر نہ کھولنا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنا راز چُھپایا وہ جلد مراد کو پہنچا''۔ دانہ زمین میں چھپتا ہے تو درخت بنتا ہے۔ لونڈی اِن باتوں سے مطمئن ہو گئی۔ سچے وعدے دل کو اطمینان عطا کرتے ہیں اور جھوٹے وعدے پریشانی۔ اہلِ کرم ہمیشہ اپنا وعدہ پورا کرتے ہیں۔ اگر تُو اپنا وعدہ پورا نہیں کرے گا تو خام کہلائے گا۔ وعدے کو جان سے پورا کرنا ضروری ہے تاکہ تُو قیامت میں اُس کا فیض دیکھے۔

طبیبِ الٰہی کا لونڈی کا مرض معلوم کرلینا اور بادشاہ کا ایلچیوں کو سُنار کی تلاش میں سمرقند بھیجنا

طبیب نے بادشاہ سے لونڈی کا کچھ کچھ حال بتا دیا اور کہا کہ ایک قاصِد سمرقند بھیجیے جو سُنار کو نقد انعام کا لالچ دے کر یہاں لے آئے۔ اُس کی بدولت لونڈی خوش ہو جائے گی اور اِس طرح یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔ جب اُس تنگدست (لالچی) سُنار کو دولت نظر آئے گی تو گھر چھوڑ دے گا۔ سونا، عقل کو دیوانہ بنانے والی چیز ہے۔ خصوصاً مفلس کو تو بہت ذلیل کرتا ہے۔ ہاں عقلمند اور نیک آدمی اِس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

جب بادشاہ نے طبیب کی بات سُنی تو اُسے قبول کیا اور دو قاصِد سُنار کی تلاش میں روانہ کیے۔ وہ دونوں سمرقند سُنار کے پاس پہنچے۔ اُس کے کام کی بے حد تعریف کی۔ جوڑا اور کچھ سونا چاندی اُسے دیا۔ وہ لالچ میں آ گیا۔ وہ اپنا شہر اور اُولاد چھوڑ کر اُن کے ساتھ چل پڑا۔ وہ بڑی شان و شوکت سے سوار جا رہا تھا تو عزت کی وجہ سے خوش تھا مگر اُسے معلوم نہیں تھا کہ اُس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔ اُس کی بہت عزت افزائی کی گئی اور بہت سا سونا اُسے دے کر شاہی زیورات اور برتن بنانے کے لیے کام پر لگا دیا گیا۔

پھر طبیب نے بادشاہ سے کہا کہ وہ لونڈی اُسے (سُنار کو) دیدے تاکہ وہ اُس کے وصل سے خوش ہو جائے۔

زیرِ آں باطن یکے بطنِ سُوم	کہ درو گردد خرد ہا جملہ گم
اُس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے	کہ جس میں تمام عقلیں گم ہو جاتی ہیں

بادشاہ نے لونڈی کا نکاح اُس سے کر دیا تا کہ وہ اکٹھے رہیں۔ طبیب نے ایک ایسا شربت سُنار کے لیے تیار کیا کہ چھ ماہ کے عرصے میں وہ گھُل گھُل کر کمزور بدصورت اور زرد ہو گیا۔ چونکہ لڑکی صرف اُس کی خوبصورتی پر عاشق تھی اور محض رنگ کا عشق رُسوائی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اُس کا حُسن زائل ہوا تو عشق بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔ سُنار کا وقتی حُسن ہی اُس کا دشمن بن گیا۔ مور کے دشمن اُس کے پَر ہوئے اور بہت سے بادشاہوں کو اُن کی وقتی شان وشوکت نے مارا۔ سُنار کا جسم پگھل کر ریشے کی طرح ہو گیا۔ وہ (سُنار) کہنے لگا کہ جس نے مجھ سے کتر شے کی خاطر مجھے مار ڈالا ہے اُسے معلوم نہیں کہ میرا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ آج میری باری ہے تو کل اُس کی آنے والی ہے۔ یہ دُنیا ایک پہاڑ ہے اور ہمارا فعل آواز جو لوٹ کر ہمارے پاس ہی آنے والی ہے۔ وہ زیرِ زمین چلا گیا اور وہ (لونڈی) اپنے غم سے نجات پا گئی۔ اِس لیے کہ فانی اشیاء کا عشق بھی فانی ہوتا ہے اور ہماری طرف لوٹنے والا نہیں ہوتا۔ زندہ کا عشق ہر وقت تر و تازہ رہتا ہے۔ اُس زندہ کا عشق اِختیار کر جو سدا رہنے والا ہے۔ اُس کا عشق اِختیار کر کے تمام نبیوں نے عزت پائی۔ تُو یہ نہ کہہ کر ہماری رسائی بادشاہ تک نہیں ہے کیونکہ کریموں پر بڑے کام دشوار نہیں ہوتے۔

ع بر کریماں کارہا دُشوار نیست

سُنار کو مار ڈالنا خُدائی اشارہ تھا، نہ کہ کسی بُرے خیال سے

سُنار کا طبیب کے ہاتھوں ہلاک ہونا نہ کسی اُمید کی بنا پر تھا اور نہ کسی خوف کی۔

اُس (طبیب) نے اُسے (سُنار) بادشاہ کی خاطر قتل نہیں کیا جب تک کہ اللہ کا حکم اور اِلہام نہیں ہوا۔ وہ لڑکا جس کا گلا خضر علیہ السلام نے کاٹا تھا' اُس کا بھید عام مخلوق نہیں سمجھ سکتی۔ جو شخص اللہ کی طرف سے اِلہام یا وحی پاتا ہے' جو کچھ کہتا ہے دُرست ہوتا ہے۔ چونکہ وہ جان عطا کرتا ہے اور اگر قتل بھی کرے تو جائز ہے۔ وہ اللہ کا قائم مقام ہے اور اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح اُس کے سامنے سر جھکا دے اور ہنسی خوشی اُس کے ہاتھوں قتل ہو جا تا کہ تیری رُوح ہمیشہ خوش رہے۔ عاشق خوشی کا جام اُس وقت پیتے ہیں جب معشوق اپنے ہاتھوں سے اُنہیں قتل کرے۔

وہ خون بادشاہ نے شہوت کی خاطر نہیں کیا۔ تُو بدگمان نہ ہو۔ جان لے کہ صاف میں صفائی کھوٹ کو کب چھوڑتی ہے۔ یہ محنت اور مُشقت تو اِس لیے ہے کہ بھٹی چاندی سے مَیل کو نکال دے۔ کھرے اور کھوٹے کا اِمتحان اِس لیے ہے تا کہ وہ جوش میں آئے اور سونا اپنا مَیل اُوپر لے آئے۔ غلط گمان نہ کر کیونکہ ''بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں''

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ۔ اُس کا کام خدا کے اِلہام سے نہ ہوتا تو وہ بادشاہ نہ ہوتا' پھاڑ کھانے والا کتا ہوتا۔ وہ شہوت اور حرص و ہوس سے پاک تھا۔ اُس نے اچھا کیا' اچھا بظاہر بُرا۔

اگرچہ خضر علیہ السلام نے سمندر میں کشتی توڑ دی لیکن اُس کے توڑنے میں سو دُرستیاں تھیں۔ باوجود تمام علم و ہُنر کے موسیٰ علیہ السلام کا خیال اُس تک نہ پہنچا۔ اِس لیے تُو بھی بے پَر کی نہ اُڑا۔ وہ سُرخ پھول ہے' تُو اُسے خون نہ کہہ۔ وہ عقل کی زیادتی کی وجہ سے مَست ہے' تُو اُسے دیوانہ نہ سمجھ۔ اگر مسلمان کا خون بہانا اُس کا مقصود ہوتا' تو میں کافر ہوتا اُس کا نام بھی لیتا۔ بد بخت اور سنگدل کی تعریف سے عرش بھی لرزتا ہے اور اُس کی تعریف سے پرہیز گار بدگمان ہو جاتا ہے۔ وہ بادشاہ تھا اور بہت باخبر تھا اور اللہ تعالیٰ کا مخصوص تھا۔ وہ آدمی جس کو ایسا بادشاہ قتل کرتا ہے اُس کو بہترین مرتبہ عنایت کرتا ہے۔ جان لیتا ہے تو سو جانیں دیتا ہے۔ بلکہ اتنا دیتا ہے کہ تیرے خیال میں بھی نہ آسکے۔ عام مہربانی کے لیے کسی خاص پر قہر' شریعت جائز رکھتی ہے۔ اگر اللہ پاک اُس کا فائدہ قہر میں نہ دیکھتا تو وہ سراپا لطف و کرم' قہر کیوں کرتا۔ پچھنے لگانے کی تکلیف سے بچہ تو لرزتا ہے لیکن مہربان ماں اُس کی تکلیف سے خوش ہوتی ہے۔ تُو سب کچھ اپنے اُوپر قیاس کرتا ہے لیکن تُو حقیقت سے دُور جا پڑا ہے۔ لے ایک قِصہ سُن شاید تُو سمجھ جائے۔

ایک بنیئے اور طوطی کا قصہ

ایک بنیا تھا اور اُس کے پاس ایک طوطی تھی' جو سبز رنگ اور خوش آواز بولنے والی تھی۔ وہ دکان کی حفاظت کرتی اور سوداگروں سے دلچسپ باتیں کرتی۔ انسانوں سے اُن کے مزاج کے مطابق بات کرتی۔ ایک دن مالک گھر کو گیا اور طوطی دکان پر تھی۔ اچانک دکان میں ایک بلی چوہے پر لپکی' طوطی ڈر کر دکان میں کودی تو روغنِ گُل کی شیشیاں بہا دیں۔ مالک گھر سے واپس آیا اور دکان کو تیل و عطر سے پُر دیکھا تو طوطی کے سر پر ایسی مار ماری کہ وہ گنجی ہوگئی۔ طوطی نے بات چیت کرنی چھوڑ دی۔ بنیئے کو اُس کی خاموشی کا بہت افسوس اور ندامت ہوئی اور وہ اپنے آپ کو کوستا کہ ہائے! اُس وقت میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے جب میں نے اُسے مارا۔ اُس نے فقیروں کو خیرات وغیرہ دی اور بہت حیلے کیے کہ کہیں طوطی بولے لیکن ناکام رہا۔ تین دن رات مایوسی کے عالم میں دکان پر بیٹھا' اِس انتظار میں کہ طوطی کب بولے گی۔ اُس کو طرح طرح کے کھانے کھلاتا اور چیزیں دکھاتا لیکن بے کار۔ اُس سے طرح طرح کی باتیں کرنے کی کوشش کرتا۔ تصویریں دکھاتا لیکن طوطی نہ بولی۔ اتفاقاً ایک گدڑی پوش فقیر اُدھر سے گزرا۔ اُس کا سر طشت کی پُشت کی طرح صاف تھا۔ طوطی اُسے دیکھ کر عقل مندوں کی طرح بولی: اے گنجے! تُو گنجوں میں کیوں شامل ہوا؟ کیا تُو نے بھی تیل گرایا ہے؟ اُس کے اِس قیاس سے لوگ ہنس

ہمچنیں تا ہفت بطن اے ذُوالکرم — می شمر تو زیں حدیثِ مُعتصم

اے بھلے! اِسی طرح سات باطن تک ہے — تُو محفوظ حدیث سمجھ لے' یہ غلطی سے محفوظ ہے

پڑے کہ اُس نے گدڑی والے کو اپنے جیسا سمجھا۔
پاک لوگوں کے کام کو اپنے پر قیاس نہ کر۔ اگر چہ لکھنے میں شَیر اور شِیر ایک جیسے ہیں لیکن شیر کو آدمی پیتا ہے اور شیر آدمی کو پھاڑ ڈالتا ہے۔ محض اِسی وجہ سے پورا عالَم گمراہ ہو گیا ہے۔ بہت کم کوئی خدا کے ابدال سے واقف ہے۔ بدبختوں کی دیکھنے والی آنکھ نہ تھی۔ اچھا اور بُرا اُن کی نظر میں یکساں ہے۔ اُنہوں نے نبیوں کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیا اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کو اپنے جیسا سمجھا اور کہا کہ یہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی انسان ہیں۔ ہم بھی کھاتے اور سوتے ہیں اور یہ بھی۔ اندھے پن سے وہ بھی طوطی کی طرح یہ نہیں سمجھے کہ ہم میں اور اِن میں بہت فرق ہے۔ دو قسموں کے بھڑوں نے ایک ہی جگہ سے کھایا لیکن ایک نے صرف ڈنک اور ایک نے شہد دیا۔ دونوں قسموں کے ہرنوں نے گھاس کھائی اور پانی پیا لیکن ایک سے گوبر بنا اور ایک سے مُشک۔ دونوں نرسلوں نے ایک جگہ سے پانی پیا لیکن ایک کھوکھلی اور دوسری شکر سے بھری ہوئی۔ اِس طرح کی لاکھوں مثالیں تیرے سامنے ہیں لیکن اُن میں ستّر سالہ راہ کا فرق دکھائی دیتا ہے۔ یہ کھاتا ہے تو اِس میں نجاست نکلتی ہے اور وہ کھاتا ہے تو خدا کا نور بن جاتا ہے۔ یہ کھاتا ہے تو سراسر بخل اور کینہ پیدا ہوتا ہے‘ وہ کھاتا ہے نورِ اِلٰہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ یہ پاک زمین ہے‘ وہ شور۔ یہ پاک انسان ہے اور وہ بھوت درندہ۔ اگر دونوں کی صورتیں ایک جیسی ہیں تو ٹھیک ہے۔ نمکین اور شیریں میں صفائی موجود ہے۔ صاحبِ ذوق کے سوا کوئی اور دونوں پانیوں میں فرق نہیں کرسکتا۔ جس نے شہد چکھا نہ ہو‘ شہد اور موم میں فرق نہیں کرسکتا۔
جادو اور مُعجزہ کو اپنے قیاس سے ایک سمجھتا ہے اور دونوں کو مکر و فریب قیاس کرتا ہے۔ جادوگروں کی اور موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھیاں بظاہر ایک جیسی تھیں لیکن باطن میں ایک کا کام اور تھا‘ ایک کا اور۔ ایک کے پیچھے اللہ کی رحمت ہے اور ایک کے لعنت۔ کافر لوگ جھگڑا کرنے میں بندر کی خصلت رکھتے ہیں۔ جو کچھ انسان کرتا ہے بندر بھی کرتا ہے۔ انسان کے افعال دیکھ کر اُسی طرح کرتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ میں نے اُسی کی طرح کیا۔ وہ لڑاکا فرق کو کب دیکھتا ہے۔ یہ حکمِ خداوندی سے کرتا ہے اور وہ جھگڑے کے لئے۔ مُنافق نماز میں مقابلے کے لیے آتا ہے نہ کہ نیاز مندی کے لئے۔ نماز‘ روزہ‘ حج اور زکوٰۃ میں مومن‘ مُنافق کے ساتھ جیت اور ہار میں ہیں۔ انجام کار خلوص والے مومنوں کی جیت ہوگی اور ریاکار مُنافقوں کی ہار۔ مومن کا مقام اُس کی شرافت کی وجہ سے اور مُنافق کا اُس کی ظاہری دکھاوے کی حرکت کی وجہ سے ہے۔ اگر چہ دونوں ایک ہی جیسے کام کرتے ہیں لیکن اپنے نام کے مطابق کرتے ہیں۔ مومن کو مومن کہیں تو اُس کی رُوح خوش ہوتی ہے لیکن مُنافق کو منافق کہو تو آگ سے پُر ہو جائے گا۔

تو ز قرآں اے پسر ظاہر مبیں
اے بیٹا! تُو قرآن کے صرف ظاہر کو نہ دیکھ

دیو آدم را نہ بیند جز کہ طیں
جیسے شیطان نے آدم میں مٹی کے سوا کچھ نہ دیکھا

میم، واؤ، میم، نون میں کوئی شرافت نہیں ہے۔ لفظ مومن پہچان کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور مُنافق کو مُنافق کہیں تو یہ لفظ ڈنک کی طرح اُس کے دل میں چُبھتا ہے۔ اگر یہ نام دوزخ سے نہیں بنا تو پھر اس میں دوزخ کا ذائقہ کیوں ہے؟ بُرے نام کی بُرائی حروف کی وجہ سے نہیں ہے۔ سمندری پانی کی کڑواہٹ برتن کی وجہ سے نہیں ہے۔ حروف برتن ہیں اور معنیٰ پانی کی طرح ہے۔ معنیٰ کا سمندر وہ ہے جس کے پاس لوحِ محفوظ ہے یعنی ذاتِ باری تعالیٰ۔ اس عالمِ کائنات میں میٹھا اور شور دریا ساتھ رواں ہیں اور اُن کے درمیان ایک آڑ ہے اور وہ ایک دوسرے پر نہیں چڑھتے۔ جان لے کہ یہ دونوں ایک ہی اصل سے رواں ہیں۔ ان دونوں سے گزر کر اصل تک پہنچ جا یعنی ذات میں بے شمار متضاد صفات ہیں۔ ہر صفت کا مظہر دوسری صفت کے مظہر سے الگ ظاہر ہے۔ یہ دونوں دریا، ذات کی صفتِ رحمت اور صفتِ قہر ہیں اور سالک کا مقصد تو صفات سے آگے یعنی ذاتِ واحد ہے۔

کھرا سونا اور کھوٹا سونا بغیر کسوٹی پر پرکھے قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ خدا جس کے دل میں کسوٹی رکھ دیتا ہے بلاشبہ وہ یقین کو شک سے جُدا کر لیتا ہے اور وہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہے ''اپنے دل سے فتویٰ پوچھ'' اُس کو وہی جانتا ہے جو وفاداری سے پُر ہے۔ زندہ کے منہ میں اگر ایک تنکا آ جائے تو اُس کو چین اُسی وقت آئے گا جب وہ اُسے نکال لے گا۔ ہزاروں لقموں میں سے چھوٹا سا تنکا جب آیا تو زندہ کو فوراً پتہ چل گیا۔ دُنیا کا احساس اس جہان کی سیڑھی ہے اور آخرت کا احساس آسمان کی سیڑھی۔

دنیاوی جس کی تندرستی طبیب سے معلوم کرو اور آخرت کی جس کی تندرستی محبوب (شیخِ کامل) سے معلوم کرو۔ اِس جس کی تندرستی بدن کی تندرستی سے ہے اور اُس جس کی تندرستی بدن کی شکستگی سے ہے۔ رُوح کا بادشاہ جسم کو ویران کرتا ہے اور اُس کی ویرانی کے بعد اُسے آباد کرتا ہے۔ بڑی مُبارک ہے وہ جان جس نے عاقبت کی فکر کی اپنا گھر بار اور مُلک و مال خرچ کر ڈالا۔ رُوحانی کیفیات کو حاصل کرنے کے لیے اپنے جسم کو لاغر کیا۔ سونے کے خزانے کے لیے پہلے گھر کو ویران کیا اور پھر اُس کو رُوح سے آباد کیا۔ جسم کو شیطان کے قبضے سے نکالنے کے لیے (مجاہدات سے) ویران کرنا پڑتا ہے اور پھر رُوح کے ذریعے آباد کیا جاتا ہے۔ جیسے کافروں کے قبضے سے کسی قلعہ کو چھینا جائے تو پہلے اُسے توڑنا پھوڑنا پڑتا ہے اور پھر نئی فصیلیں اور بُرج وغیرہ تعمیر کیے جاتے ہیں۔

اُس یکتا کے کام کی کیفیت کون بیان کرے؟ کبھی یوں جلوہ گر ہوتا ہے اور کبھی اس کے برعکس۔ دین کا کام حیرت کے بغیر نہیں ہے۔ وہ لوگ جو حقیقت کے راز سے واقف ہیں بے خود، حیران اور مست و سرگرداں ہیں۔ نہ ایسے حیران کہ

ظاہرِ قرآں چو شخصِ آدمی ست	کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی ست
قرآن کا ظاہر آدمی کے وجود کی طرح ہے	اُس کے نقوش ظاہر ہیں اور رُوح پوشیدہ ہے

اُن کی پشت اُس کی طرف ہو جائے بلکہ ایسے حیران کہ چہرہ اُس کے سامنے رہے۔ حیرانی دو قسم کی ہے۔ ایک وہ' جو شکوک وشبہات پیدا کرتی ہے اور دوسری وہ' جو محویت پیدا کرتی ہے۔ حیرانی کی محویت بھی دو طرح کی ہے۔ ایک حالت میں طالب ومطلوب کا اِمتیاز کیا جا سکتا ہے اور دوسری حالت میں اِمتیاز نہیں رہتا۔ ایک ہی ذات کارفرما ہوتی ہے۔ ہر ایک حیرت زدہ کے رُخ کو دیکھ اور ادب کر۔ ہو سکتا ہے کہ تُو خدمت کرنے سے صاحبِ معرفت ہو جائے۔ عالم کو دیکھنا بھی ایک عبادت ہوتی ہے۔ اِس سے نیک بختی کے دروازے کھلتے ہیں۔ مکاروں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

حق گو اور جھوٹے میں فرق

چونکہ بہت سے شیطان' انسانی چہرے رکھتے ہیں اِس لیے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں پکڑانا چاہیے۔ شکاری' پرندے جیسی آواز اِس لیے نکالتا ہے کہ پکڑنے والے پرندے کو دھوکا دے۔ وہ پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سنتا ہے اور پھنس جاتا ہے۔ اِسی طرح مکار' درویش کا روپ بھر کر خلق اللہ کو پھانستے ہیں۔ کمینے لوگ فقیروں کے الفاظ چُرا لیتے ہیں تاکہ بھولے بھالے لوگوں کو اُن سے پھانسا جا سکے۔ مردوں کا کام روشنی اور گرمی پہنچانا ہے' جس سے رُوح کو راحت ملے اور کمینوں کا کام دھوکا دینا ہے۔ جعلی فقیری یا نبوت کا روپ دھار لیتے ہیں اور مُسیلمہ کذّاب کو احمد کا لقب دیتے ہیں۔ مسیلمہ کا لقب کذّاب رہا اور حضور ﷺ کو صاحبِ عقل کہا گیا۔ اُن کے پاس حق کی شراب ہے' جس میں خالص مُشک ہے اور دوسری میں گندگی اور عذاب۔ اصل فقیر' ہمیشہ شریعتِ محمدی ﷺ کا پابند ہوتا ہے کیونکہ شریعت کی پابندی کے بغیر فقیری عین مکاری ہے۔

یہودی بادشاہ جو بوجہ تعصّب عیسائیوں کو قتل کرتا

یہودیوں میں ایک ظالم بادشاہ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن اور عیسائیوں کو تباہ کرنے والا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور موسیٰ علیہ السلام اُن کی جان تھے۔ عقل کے بھینگے بادشاہ نے اُن دونوں اللہ کے محبوب دوستوں کو جدا جدا کر دیا۔ ایک اُستاد نے بھینگے شاگرد سے کہا: اندر جا اور گھر میں سے بوتل لے آ۔ بھینگا فوراً مکان میں گیا اور ایک بوتل اُس کو اپنی نظر میں دو نظر آئیں۔ بھینگے نے کہا کہ دو بوتلوں میں سے کون سی لے آؤں؟ اُستاد نے کہا: وہ دو بوتلیں نہیں ہیں۔ ذرا بھینگا پن چھوڑ' ٹھیک دیکھنے والا بن۔ زیادہ دیکھنے والا نہ بن۔ اُس نے کہا: اُستاد مجھے طعنہ نہ دیں۔ تو اُستاد نے کہا کہ دونوں میں سے ایک کو توڑ ڈال۔ جب اُس نے ایک توڑی' نگاہ سے دونوں غائب ہو گئیں۔ انسان محبت اور غصہ سے بھی جذبات میں بھینگا بن جاتا ہے۔ غصہ اور شہوتِ انسانی' انسان کو بھینگا بنا دیتے ہیں اور رُوح کو سیدھے راستے سے پھیر دیتے ہیں۔ جب غرض آتی ہے تو رُوح کا ہُنر پوشیدہ ہو جاتا ہے اور دل کے لاتعداد

مرد را صد سال عمّ و خالِ اُو ... یک سَرِ مُوئے نہ بیند حالِ اُو

سَو سال کی انسانی زندگی میں چچا اور ماموں (رشتہ دار) ... اُس کے اصل حال کا بال برابر بھی نہیں دیکھ سکتے

پردے آنکھ پر پڑ جاتے ہیں۔ جب قاضی دل میں رشوت طے کرے تو ظالم اور مظلوم میں کب فرق کر سکے گا۔ بادشاہ یہودیت کے کینے سے ایسا بھرا ہوا تھا کہ بھینگا بن گیا اور لاکھوں مظلوموں کو مار دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے دین کی پُشت پناہی کر رہا ہوں۔

بادشاہ کے وزیر کا عیسائیوں میں تفرقہ پھیلانے کے لیے مکروفریب

اُس بادشاہ کا ایک مکّار وزیر تھا۔ اُس نے کہا: نصرانی اپنی جان کی حفاظت کرلیں گے یعنی چُھپ کر اپنے دین پر قائم رہیں گے۔ اُنہیں قتل نہ کر یہ مُفید نہیں ہے۔ مذہب کی کوئی خوشبو نہیں ہوتی کہ ہم پہچان لیں کہ نصرانی کون کون ہیں۔ ہوسکتا ہے اُن کا ظاہر تیرے ساتھ ہو اور باطن بَرخلاف۔ بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ ترکیب بتا کہ دُنیا میں کوئی عیسائی نہ بچے نہ کُھلے دین کا، نہ چُھپے دین کا؟ اُس نے کہا: بادشاہ! میرے ہاتھ اور کان کاٹ دے، میری ناک اور ہونٹ چیر دے، یہاں تک کہ کوئی مجھے اُس وقت تجھ سے مانگ لے جب تُو مجھے بظاہر سولی دینے کے لیے لے جائے۔ یہ کام کسی عام گزرگاہ یعنی چوراہے پر کر۔ اُس کے بعد مجھے کسی دُور شہر میں نکال دے تاکہ میں اُن کے دین میں فتور ڈال دوں۔ وہ مجھ سے دین قبول کرنے لگیں گے تو میں ایسا فتنہ اور شورش پیدا کر دوں گا کہ شیطان بھی میرے فن کو دیکھ کر حیران رہ جائے۔ جب وہ مجھے اپنا رازدار اور امانت دار سمجھ لیں گے تو پھر میں اپنا جال پھیلاؤں گا۔ ابھی میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ میں اُن کو ایسا فریب دوں گا کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنوں کا خون بہائیں گے۔

پھر میں کہوں گا کہ میں پوشیدہ طور پر عیسائی ہوں۔ اے خدا! تُو میرے راز سے واقف ہے۔ بادشاہ میرے دین سے واقف ہوگیا ہے اور اُس نے تعصب کی وجہ سے میری جان لینے کا تہیہ کرلیا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو چھپانے کی بہت کوشش کی ہے لیکن وہ میرے مارنے پر تُل گیا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رُوح میری مدد نہ کرتی تو وہ مجھے سولی پر چڑھا دیتا۔ مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے جان دینے میں کوئی تامل نہیں ہے مگر میں اُن کے دین سے خوب خوب واقف ہوں۔ مجھے اِس پر افسوس آتا ہے کہ یہ پاک دین، جاہل پادریوں میں پہنچ کر برباد ہو رہا ہے۔ اب ہم یہودیت اور یہودیوں سے چھوٹ گئے ہیں۔ اے لوگو! یہ عہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اُن کے مذہب کے اَسرار دل و جان سے سنو۔ یہ بادشاہ بے دین اور ظالم ہے۔ جب وزیر نے بادشاہ کے سامنے اپنا یہ فریب بیان کیا تو اُس کے دل سے سارا فکر دُور ہو گیا۔ اب اُس نے وزیر کے ساتھ وہی کچھ کیا جو اُس نے کہا۔ اُس کو خوب ذلیل و خوار کر کے عیسائیوں کی طرف بھگا دیا

اور وہاں پہنچ کر اُس نے تبلیغ کا کام کرنا شروع کر دیا۔ عیسائیوں نے جب اُسے اتنا عاجز و بدحال پایا تو غم سے رو پڑے۔ اے لڑکے! اِس قسم کی سب باتیں دراصل حسد کی پیداوار ہوتی ہیں۔

وزیر کا عیسائیوں کو جمع کرنا اور اُن سے راز کہنا

لاکھوں عیسائی اُس کے پاس جمع ہو گئے۔ وہ اُن سے رازداری میں انجیل، صلیب اور نماز کے بارے میں بیان کرتا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے اقوال و افعال اُن کو بیان کرتا۔ وہ بظاہر دین کا محافظ بنا ہوا تھا لیکن بہ باطن ایک جال پھیلا رہا تھا۔ اِسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفسانی بھوت کے مکر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے کہ وہ عبادتوں اور دل کے اخلاص میں کیا کیا پوشیدہ خود غرضیاں ملا دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عبادت کی فضیلتیں نہ تلاش کرتے بلکہ باطنی عیوب کی جستجو کرتے۔ نفس کی مکاری کا بال بال اور ذرہ ذرہ وہ پہچان لیتے۔ اِس کا کچھ حصہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا، جس کی وجہ سے اُن کے وعظ میں جان پڑ گئی۔ تمام نکتہ شناس صحابہ رضی اللہ عنہم اُن کے بیان سے حیران رہ جاتے۔ تمام عیسائیوں نے اُس کو دل دے دیا۔ عام تقلید کی قوت بھی کیا ہوتی ہے۔ اُنہوں نے اُسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نائب مان لیا اور اُس سے خوب محبت کرنے لگے۔ وہ خفیہ طور پر کانا دجال بن گیا۔

اے خدا! اچھے مددگار، ہماری فریاد سُن لے۔ اے خدا! لاکھوں جال اور دانے ہیں اور ہم لالچی بھوکے پرندوں کی طرح ہیں۔ ہم ہر وقت ایک نئے جال میں گرفتار ہیں۔ اگرچہ ہم سب اپنے زعم میں باز و سیمرغ ہیں، تُو ہمیں چھڑاتا ہے اور پھر ہم کسی اور جال کی طرف چل دیتے ہیں۔ ہم بورے میں گندم بھرتے ہیں لیکن جمع شدہ گیہوں کم ہوتا جاتا ہے۔ جب ہم تیری عطا کی ہوئی عقل سے سوچتے ہیں تو گیہوں کی یہ کمی چوہے (نفس) کی مکاری کی وجہ سے ہوتی ہے۔ چوہے نے ہمارے بورے میں سوراخ کر لیا ہے اور اُس کے مکر سے ہمارا ذخیرہ برباد ہو رہا ہے۔

اے عزیز! پہلے چوہے کی شرارت کو رفع کر اور پھر گیہوں جمع کرنے کی کوشش کر۔ صدروں کے صدر کی یہ حدیث سُن لے کہ ''کوئی نماز بغیر حضورِ قلب کے مکمل نہیں ہوتی''۔ اگر کوئی چوہا (نفس) ہمارے بورے کا چور نہیں ہے تو پھر ہمارے چالیس پچاس سالہ اعمال کے گیہوں کہاں ہیں؟ ہر روز کا ذرا ذرا سا صدق کیوں ہمارے اِس انبار میں جمع نہیں ہوتا ہے۔ آگ کی بہت سی چنگاریاں ہمارے دل سے نکلتی رہتی ہیں لیکن شیطان اُن کو بڑھنے سے پہلے ہی بجھا دیتا ہے تاکہ اُن چنگاریوں سے آسمان میں کوئی چراغ نہ روشن ہو جائے۔ جب تیری عنایتیں ہمارے ساتھ ہوں گی تو اُس چور کا ڈر کب ہو سکتا ہے؟ اگرچہ ہر قدم پر ہزاروں جال ہوں، جب تُو ہمارے ساتھ ہو تو کچھ غم نہیں۔ رُوحوں کو بدن کے جال

فرجہ کُن چندانکہ اندر ہر نفس	مثنوی را معنوی بینی و بس
تُو اِس قدر سیر کر کر ہر سانس میں	مثنوی کو صرف معنوی ہی دیکھنے لگے

سے ہر رات تُو رہا کر دیتا ہے اور اُن کو افسری ماتحتی، قید اور دُنیا کے کام کاج سے مکمل رہائی مل جاتی ہے۔ نہ کسی کو فائدہ یا نقصان کا فکر اور نہ فلاں کو فلاں کا خیال۔ خدا شناسوں کی حالت بغیر نیند کے بھی یہی ہوتی ہے۔ اصحابِ کہف کے بارے میں اللہ فرماتا ہے: ''وہ سوئے ہوئے ہیں اور دُنیا کے اَحوال سے الگ تھلگ کر دیئے گئے ہیں، خدا کے ہاتھ میں قلم کی طرح''۔ ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم قلم کو دیکھتے ہیں لکھنے والے ہاتھ نہیں دیکھتے۔ قلم کی جنبش دراصل اُسی ذات کا فعل ہے۔

مردِ عارف کی مثال اور ''اللہ جانوں کو اُن کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے'' کی تفسیر

عارف کے حال کا کچھ حصہ اللہ نے واضح کر دیا ہے کہ لوگوں کو حسی نیند بھی بے خود کر دیتی ہے۔ اُن کی جان ایک بے مثال بیابان یعنی عالمِ مثال یا برزخ میں چلی جاتی ہے اور اُن کی رُوح اور اُن کے بدن آرام میں ہوتے ہیں۔ جو کچھ اس عالمِ ظاہر یا ناسُوت میں ہے وہ بلا کسی مادے کے عالمِ مثال میں بھی ہے لیکن اپنی اُس اصلی حالت میں جیسی ذاتِ الٰہی کے علم میں ہے۔ قیامت تک یہی عالمِ مثال انسانوں کا مقام ہے۔ عارف لوگ حرص، جھکاؤ اور پریشانی سے فارغ ہوتے ہیں۔ پھر جب دن نکلتا ہے تو جان جسم میں واپس آتی ہے اور بدن، رُوح سے بار آور ہو جاتا ہے۔ تُو پھر سیٹی کے ذریعے دنیاوی کاروبار کا جال پھیلا دیتا ہے۔ صبح کو تاریکی سے نکالنے والا اِسرافیل منتشر رُوحوں کو جسموں میں لاتا ہے اور جسم کام میں لگ جاتے ہیں۔ اِسی لیے تو نیند کو موت کی بہن کہا گیا ہے۔ اصحابِ کہف کی رُوحوں کی طرح اللہ عارفوں کی رُوحوں کی حفاظت کرتا ہے تاکہ بیداری میں اِس مخلوق کے دل، آنکھ اور کان محفوظ رہیں۔ اے انسان! بہت سے اصحابِ کہف دُنیا میں تیرے آس پاس موجود رہتے ہیں۔ یار اور غار دونوں اُن کے ہمساز ہیں لیکن تیری آنکھ اور کان پر تو مُہر لگی ہوئی ہے۔ اب تُو سمجھ لے کہ آنکھوں اور کانوں پر یہ مُہر کس لیے ہے؟ کہ جس کی وجہ سے تُو مختلف اقسام کے حجابات لیے پھرتا ہے۔

خلیفہ کا لیلیٰ سے سوال اور اُس کا جواب

خلیفہ نے لیلیٰ سے پوچھا: تُو وہی ہے جس کی وجہ سے قیس، مجنوں اور دیوانہ بنا پھرتا ہے؟ تُو دوسرے حسینوں سے بڑھ کر تو نہیں ہے۔ اُس نے جواب دیا: خاموش رہ! چونکہ تُو مجنوں نہیں ہے۔ اگر تیرے پاس مجنوں کی آنکھ ہوتی تو دونوں جہان تیری نظر میں بے قدر ہوتے۔ تُو ہوش میں ہے اور مجنوں بے ہوش ہے۔ عشق کی راہ میں تیرے جیسی بیداری بُری ہے۔ جو بیدار ہے وہ زیادہ غفلت میں ہے۔ دُنیا کی بیداری نیند سے بدتر ہے۔ غفلت میں پھنسے ہوئے لوگوں کا بیدار ہو

چُوں درِ معنیٰ زنی بازت کُنند
تو جب معنی کا دروازہ کھٹکھٹائیگا تیرے لئے کھول دیں گے

پَرِ فکرت زن کہ شہبازت کُنند
فکر کا پَر پھڑپھڑا تجھے شہباز بنا دیں گے

جانا بہتر ہے۔ جب ہماری جان خدا کے معاملے میں بیدار نہ ہو تو ہماری بیداری قید خانہ کی بیداری کی طرح ہے۔ سارا دن ہماری جان (رُوح) خیالات' نقصان' نفع اور زوال وغیرہ کے چکر میں دبی رہتی ہے۔ نہ اُس میں صفائی رہتی ہے نہ پاکیزگی نہ قوت اور نہ آسمان کی طرف سفر کا راستہ۔ سویا ہوا وہ ہوتا ہے جو ہر خیال سے اُمید وابستہ کرے اور اُس کے متعلق ہی گفتگو کرتا رہے۔

وہ ایسا نہیں ہے کہ خیال سے وجد میں آئے۔ ایسا خیال جس سے رُوح خوش نہ ہو وبال ہوتا ہے۔ وہ خواب میں شیطان کو حور دیکھتا ہے۔ پھر شہوت سے اُس سے ہم بستری کرتا ہے' جیسے ہی نسل کا بیج اُس نے شور زمین میں ڈالا وہ بیدار ہو جاتا ہے اور خیال روانہ ہو جاتا ہے۔ اُس کی وجہ سے سر کی کمزوری محسوس کرتا ہے اور جسمِ پلید اُس خیال کے معدوم نقش پر افسوس کرتا ہے۔ پرندہ اُوپر اُڑ رہا ہے اور اُس کا سایہ پرندہ کی طرح زمین پر اُڑان کر رہا ہے۔ بیوقوف اُس سایہ کا شکاری بنتا ہے اور اتنا دوڑتا ہے کہ بے طاقت ہو جاتا ہے۔ اِس بات سے غافل کہ وہ اصل پرندے کے عکس کا شکار کر رہا ہے۔ اِس بات سے غافل کہ اصل پرندہ کہاں ہے۔ وہ سایہ کی طرف ہی تیر اندازی کرتا رہتا ہے اور تَرکش خالی ہو جاتا ہے۔ جس کی عمر کا تَرکش اِس طرح خالی ہوا' اُس کی عمر برباد ہوئی۔ اُس کو سایہ کے خیال سے نجات صرف اِسی صورت میں مل سکتی ہے کہ اللہ کا سایہ اُس کی دایہ بن جائے۔

رہنما ولی کی تابعداری کی ترغیب

خدا کا بندہ اللہ کا سایہ ہوتا ہے۔ وہ اِس دُنیا کا مردہ اور خدا کا زندہ ہوتا ہے۔ اُس کا دامن شک و شُبہ کے بغیر جلدی تھام لے تاکہ آخرت کی مصیبت سے چھوٹ جائے۔ قرآن کی آیت کے ٹکڑے "کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ" میں بھی یہی فرمایا گیا ہے کہ "اے نبی! کیا تم اپنے رَبّ کی طرف نہیں دیکھتے کہ اُس نے کس طرح سایہ کو دراز کیا ہے"۔ سایہ سے مراد اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کا وجود ہے جو اللہ کے آفتاب کے نور کے رہنما ہیں۔ اِس وادی میں بغیر رہنما کے نہ چل۔ جا' سایہ کے ذریعے آفتاب کو حاصل کر لے اور شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن تھام لے۔ اُس عشق اور شادی کا اگر تجھے راستہ معلوم نہیں ہے تو ضیاء الحق حُسام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لے۔

اگر اِس سفر کے راستے میں حسد تیرا گلا دبائے جیسا کہ شیطان کے حسد نے حضرت آدم علیہ السلام کے معاملے میں کیا تھا کیونکہ وہ حسد کی وجہ سے آدم علیہ السلام سے ذِلّت محسوس کرتا تھا۔ خدا کے راستے میں اِس سے سخت گھاٹی نہیں ہے۔ وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جس کے ساتھ حسد نہیں ہے۔ اگرچہ جسم حسد کا گھر ہو سکتا ہے لیکن اللہ نے جسم کو خوب پاک کیا ہے۔

بُت پرستی گر بمانی در صُوَر　　صُورتش بگذار و در معنیٰ نگر
اگر تو صُورتوں میں لگا رہا تو بُت پرست ہے　　صُورت سے گزر جا اور اُس کے پیچھے چھپے معنیٰ کو دیکھ

نفس کی شرارت کی وجہ سے حسد پیدا ہوتا ہے۔ اِس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کو خلوص کے ساتھ یاد کیا جائے اور اپنے شیخ سے بے غرض محبت کی جائے۔ اگر تُو کسی صاف دل والے کے ساتھ حسد کرے گا تو اُس کی وجہ سے دل میں سیاہی پیدا ہو جائے گی۔ خاصانِ خدا کے پَیر کے نیچے خاک بن جا اور ہماری طرح حسد پر مٹی ڈال۔

یہودی وزیر کا حسد اور ماہر عیسائیوں کا وزیر کے مکر کو سمجھ جانا

وہ کمینہ وزیر حسد سے بنا تھا۔ اسی لیے اُس نے ناحق اپنے ناک، کان برباد کیے۔ اِس اُمید پر کہ وہ حسد کے ڈنک سے سادہ دل عیسائیوں کی جانوں تک زہر پہنچا دے گا۔ جو شخص حسد کی وجہ سے اپنے ناک، کان کاٹ لے وہ تو تباہ ہوا۔ ناک وہ ہے جو خوشبو سونگھ سکے اور خوشبو اُس کو یار کے کُوچے میں لے جائے۔ جس میں وحدت کی خوشبو سونگھنے کی صلاحیت نہیں وہ بے ناک ہی ہے اور جب خوشبو سونگھی اور اُس کا شکر ادا نہ کیا تو یہ کفرانِ نعمت ہوا۔ شکر کر اور شکر گزاروں کا غلام بن جا۔ اُن کے سامنے مردہ بن جا اور عُمرِ دوام حاصل کر لے۔ وزیر کی طرح راستے مارنے کا کام نہ کر اور لوگوں کو نماز سے نہ روک۔ یہی حال کان کا ہے۔ جو کان یار کی تعریف نہیں سُننا چاہتے یا سُن کر فرحت محسوس نہیں کرتے وہ کان کٹے ہوئے ہی ہیں۔

وہ کافر وزیرِ دین کا واعظ بن گیا اور اُس نے مکر سے بادام کے حلوے میں لہسن ملا دیا۔ جو صاحبِ ذوق تھے' اُس کی گفتگو سے لذّت محسوس کرتے لیکن ساتھ ہی کڑواہٹ بھی۔ وہ ملے جُلے نکتے بیان کرتا' گلاب اور شکر میں زہر ملاتا۔ خبردار! ایسی بھلی باتوں سے دھوکے میں نہ پڑنا۔ اِس لیے کہ اِس کی تہ میں سو بُرائیاں چھپی ہوتی ہیں۔ جو شخص بُرا ہو' اُس کی گفتگو بھی بُری سمجھ۔ جو بات ایک مردہ کہے (حضور ﷺ کی محبت سے عاری) اُس میں جان نہیں ہے۔ انسان کی گفتگو انسان کا ٹکڑا ہی ہے۔ روٹی کا ٹکڑا یقیناً روٹی ہی ہوتا ہے۔ اِسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاہلوں کی بات گندگی پر اُگے ہوئے سبزے کی طرح ہے۔ ایسا شخص جو اُس سبزے پر بیٹھا' دراصل نجاست پر بیٹھا۔ اُسے اپنے آپ کو پاک کرنا چاہیے۔

وزیر کا ظاہر کہتا تھا کہ معرفت کی راہ میں چُست ہو جا لیکن اثر کے لحاظ سے جان کو کہتا سُست ہو جا۔ آگ اگرچہ ظاہر میں سُرخ رُو ہے لیکن ہر چیز کو سیاہ کرتی ہے۔ بجلی کی چمک بہت روشن ہوتی ہے لیکن بینائی کو چُرانے والی ہوتی ہے۔ صاحبِ ذوق اور باخبر آدمیوں کے علاوہ جو بھی تھے اُس کی گفتگو اُن کے گلے کا طوق بن گئی۔ اُن لوگوں نے اپنا دین اور دُنیا سب اُسی کے سپرد کر دیے۔ اُس کے حکم اور ممانعت کو جان و دل سے قبول کرتے۔

ہر دُکانے راست سودائے دگر ہر دکان میں الگ قسم کا سودا ہوتا ہے	مثنوی دُکانِ فقر ست اے پسر لیکن بیٹا! مثنوی تو فقر کی دکان ہے

بادشاہ کا خفیہ پیغام، مکّار وزیر کے نام

وزیر اور بادشاہ کے درمیان پیغامات کا سلسلہ جاری تھا اور بادشاہ اُس کی کارکردگی سے مطمئن تھا لیکن پھر بھی بادشاہ نے اُسے ایک خط لکھا کہ وقت آ گیا ہے کہ جلدی مجھے اِس تردّد سے فارغ کر دو۔ اب مزید غم سے مجھے نجات دلاؤ۔ اُس نے جواب میں کہا: آپ فکر نہ کریں۔ میں اسی کام میں لگا ہوا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں فتنے ڈال دوں۔ اُن کے بارہ بڑے بڑے گروہ ہیں اور ہر ایک گروہ کا ایک امیر ہے۔ ہر فریق لالچ کی وجہ سے اپنے امیر کا غلام بنا ہوا ہے۔ اپنی چال سے سب امیروں کو وزیر نے اپنا گرویدہ کر لیا اور وہ اُس کے کہنے پر اپنی جان تک دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ پھر اُس نے اصل فتنے کا آغاز کیا۔

انجیل کے احکام میں وزیر کا گڑبڑ کرنا اور اُس کی چالاکی

اُس نے ہر امیر کے نام ایک تحریر تیار کی اور ہر تحریر میں اختلاف تھا۔ ایک میں لکھا کہ اللہ کی طرف رُجوع کرنا ہو تو ریاضت اور بھوکا رہنے کی ضرورت ہے۔ ایک میں لکھا کہ ریاضت کا کوئی فائدہ نہیں، اِس راستہ میں سخاوت افضل ہے۔ ایک میں کہا کہ تیری ریاضت اور سخاوت تیرے اور تیرے پروردگار کے درمیان شرک ہے۔ توکل اور رضا اور غم کو نجات کا ذریعہ سمجھ لینا چالاکی اور ایک جال ہے۔ ایک میں کہا کہ اطاعت ضروری ہے ورنہ توکل ایک تُہمت ہے۔ ایک میں کہا کہ کرنے اور نہ کرنے کے جو احکام ہیں، عمل کے نہیں۔ صرف عجز کی ضرورت ہے، جس سے ہم خدا کی قدرت کو پہچان لیں۔ ایک میں لکھا کہ صرف اپنے عجز کو نہ دیکھ، یہ احسان فراموشی ہے، اپنی قدرت کو دیکھ جو خدا ہی کی دی ہوئی ہے۔ ایک میں لکھا کہ عجز اور قدرت دونوں بُت ہیں۔ اِن سے آگے گزر جا۔ ایک میں کہا کہ تیرے عجز اور قدرت خود بخود گزر جائیں گے۔ ایک میں لکھا خواہشِ نفسانی اصل دشمن ہے۔

ایک میں عقل اور غور و فکر کو افضل بتایا۔ ایک میں لکھا کہ عقل و فکر کی شمع کو بجھا دے تاکہ ایک کے عدم سے لاکھوں مل جائیں۔ شمع کو بجھانے سے رُوح کو ترقی ہو گی۔ ایک میں لکھا کہ جو کچھ اللہ نے دیا ہے وہ اَزلی ہے، اِسے لے اور اُس کا لطف اُٹھا۔ ایک میں لکھا کہ آسان چیز دل کی زندگی اور جان کی غذا ہوتی ہے۔ جو چیز طبیعت کو ذوق دے جب گزر جاتی ہے تو شرمندگی کے سوا کچھ نہیں دیتی۔ انجام کار وہ آسان نہیں ہوتی اور تُو آسان اور دشوار کے فرق کو سمجھ۔ ایک میں کہا کہ کسی اُستاد کی طلب کر، محض ذاتی شرافت سے دُور اندیشی حاصل نہیں ہو سکتی۔ بغیر اُستاد چلنے والی قوم لغزش کھا جاتی ہے۔ آخرت کو سمجھنا اپنے ہاتھ کا کام نہیں ہے ورنہ مذاہب میں اختلاف نہ ہوتا۔ ایک میں کہا کہ اپنا اُستاد بھی تُو ہی ہے

مثنوی ما دکانِ وحدت ست	غیرِ واحد ہر چہ بینی آں بُت ست
میری مثنوی وحدت کی دُکان ہے	واحد کے علاوہ جو کچھ بھی دیکھو بُت پرستی ہے

کیونکہ اُستاد کی پہچان بھی تُو نے خود ہی کرنی ہے۔ مرد بن' خود اپنی فکر کر' اپنی ذاتی رائے قائم کرتا کہ وصال تک پہنچے۔ ایک میں کہا کہ ساری کائنات ایک ذات ہے، جو دو سمجھے وہ بھینگا ہے۔ ایک میں کہا کہ سو ایک کیسے ہو سکتے ہیں؟ جو یہ سوچتا ہے پاگل ہے۔ ہر ایک قول دوسرے کی ضد ہے۔ بتا زہر اور شکر ایک کیسے ہو سکتے ہیں؟ معنوں اور صورتوں میں اختلاف' دن رات' پھول کانٹے' پتھر موتی کا اختلاف سمجھ' یہ کلام (مثنوی) وحدت در وحدت ہے۔

اِس بیان میں کہ رفتار کی صُورت میں اِختلاف ہے نہ کہ راستہ کی حقیقت میں

اِس انداز کے بارہ لمبے خط اُس دین کے دشمن نے لکھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یک رنگی اُس میں نہ تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خُم سے صد رنگے کپڑے نور کی طرح سادہ اور یک رنگ ہو جاتے تھے۔ ایسی ایک رنگی جس سے طبیعت نہ اُکتائے' جیسے مچھلی پانی میں نہیں اُکتاتی۔ اگرچہ خشکی میں ہزاروں رنگ ہیں لیکن مچھلیوں کو وہ نہیں بھاتے۔ کیا مچھلی اور کیا پانی اور کون سی ایسی مثال ہے جو اللہ کے مشابہ ہو۔ مخلوقات میں لاکھوں دریا اور مچھلیاں اُس کے بحرِ سخاوت کے سامنے سر بسجود ہیں۔ بخشش کی بارشوں اور سورج جیسے کرم کے لاتعداد ذرائع طلوع ہوئے' جن سے بادل اور سمندر نے سخاوت سیکھی۔

مٹی اور پانی پر ذات کی روشنی پڑی' تب زمین نے دانے کو قبول کیا اور بغیر کسی خیانت کے اُس کو اُٹھایا۔ زمین نے یہ امانت داری اُس کی مہربانی سے پائی۔ جب تک موسمِ بہار اللہ کا حکم بن کر نہیں آتا مٹی میں سے سبزہ ظاہر نہیں ہوتا۔ وہ سخی جس نے جمادات کو امانت کے اور راہ روی کے آداب سکھائے۔ جمادات اُس کی مہربانی سے لطیف ہو جاتے ہیں۔ اُس کا کرم جمادات کو باخبر بنا دیتا ہے تو اِس کے برعکس اُس کا قہر عقل مندوں کو اندھا کر دیتا ہے۔ جان و دل میں میرے اِس جوش کو سنبھالنے کی طاقت نہیں ہے۔ میں کس سے کہوں؟ دنیا میں کوئی کان ہی نہیں ہے۔ جہاں کہیں کان تھا' وہ جوشِ کرم سے آنکھ بن گیا۔ وہ کیمیا ساز ہے۔ مُعجزے عنایت کرنے والا ہے۔ میرا یہ تعریف کرنا دراصل تعریف نہ کرنے کے برابر ہے۔ اِس لیے کہ یہ وجود کے دلائل ہیں اور وجود غلط ہے۔ اُس کی تعریف یہی ہے کہ اُس کے آگے نیست ہو جائیں۔ ہستی اندھی ہے۔ اگر اندھی نہ ہوتی تو پگھل جاتی اور اپنا وجود ختم کر دیتی۔

اِس مکر و فریب میں وزیر کا خسارہ اُٹھانا

وزیر' بادشاہ کی طرح نادان اور غافل تھا' جو اللہ سے پنجہ لڑانے کی ترکیب کر رہا تھا' جو زندہ' قادر ہے' جو چاہے تو اِس جیسے عالَم سے سو اور عالَم ایک دَم میں پیدا کر دیتا ہے۔ جب وہ اپنے معاملے میں تیری آنکھوں کو بینا کر دے تو تُو نہ

وَحدت اندر وحدت ست ایں مثنوی	از سمک رُو تا سماک اے معنوی
یہ مثنوی وحدت در وحدت ہے	اے معنی کے طالب! ابتک اس سے مچھلی بکڑی بک چلا جا

معلوم کتنے عالم اِس ایک نظر میں دیکھے۔ اگرچہ یہ عالم تیرے نزدیک بہت بڑا ہے لیکن اُس کے آگے ایک ذرّہ بھی نہیں ہے۔ یہ عالم تمہاری جانوں کا قید خانہ ہے۔ خبردار! اُس جانب دوڑو جو خدا کا میدان ہے۔ یہ عالم محدود لیکن وہ لامحدود ہے۔ نقش وصورت اُس معنی کے سامنے آڑے ہیں۔ فرعون کے لاکھوں نیزے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی نے توڑ دیئے۔ جالینوس کی لاکھوں طبّیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی پھونکوں کے سامنے بے کار ہیں۔ اشعار کے لاکھوں دیوان نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجبِ ننگ بن گئے۔

ایسے غالب خدا کے آگے کوئی کیسے قربانی پیش نہ کرے اگر وہ کمینہ نہیں ہے۔ پہاڑ جیسے بہت سے دلوں کو اُس نے اُکھاڑ دیا' چالاک پرندے کو دو پیروں کے ہوتے ہوئے ہوا میں لٹکا دیا۔ عقل کو تیز کر لینا راہ نہیں ہے۔ اُس کا فضل عاجزی کے سوا کسی کی دستگیری نہیں کرتا۔ بہت سے خزانے' جمع کرنے والے عقل مندوں کے لیے تمسخر کا نشان بن گئے۔ دُنیا کا محل اور باغ تیرا قید خانہ ہے۔ یہ سب ملکیت و مال تیری جان کے لیے مصیبت ہے۔ ایسے کام نہ کر جن سے خدا تجھے مسخ کردے۔ تیری رُوح تو تجھے عرشِ بریں کی طرف لے جاتی ہے لیکن تُو پانی اور مٹی کی طلب میں نچلے درجوں میں آتا ہے۔ تُو نے آدم علیہ السلام مسجود کو نہیں پہچانا۔ تُو آدم علیہ السلام کی اولاد ہے' ذلّت کو شرافت کب تک سمجھے گا۔ کب تک تُو اِس دُنیا کو جمع کرنے میں لگا رہے گا؟ وزیر جیسے عیار اور اُس جیسے لاکھوں کو خدا ایک چنگاری میں نیست و نابود کر دیتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پال دیتا ہے اور خوف کو رُوح کے اطمینان کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اُس کی علّت آفرینی سے میں دیوانہ ہوں۔ اُس کی سبب سازی سے میں سرگردان ہوں اور اُس کی سبب سوزی سے بھی حیران ہوں۔

وزیر کا مکر کرنا، تنہائی میں بیٹھنا اور قوم میں شورش پیدا کر دینا

جب مکّار' بداعتقاد وزیر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو فساد ڈالنے کے لیے بدل ڈالا تو دوسرا مکر یہ کیا کہ خود تنہائی میں جا بیٹھا۔ مریدوں میں شوق کی شورش ڈال دی۔ اُس کے فراق کے شوق میں لوگ دیوانے ہو گئے۔ اُس کی جدائی اور حال کی گفتگو کرتے اور وہ تنہائی میں اپنے مجاہدے میں مصروف تھا۔ وہ آہ وزاری کرتے کہ تیرے بغیر ہمارے لیے روشنی نہیں ہے۔ لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر اندھے کا کیا حال ہوتا ہے؟ خدا کے لیے اِس سے زیادہ ہم سے جدا نہ رہ۔ ہم بچوں کی طرح ہیں اور تُو ہماری دایہ ہے۔ وہ جواب دیتا: میری جان دوستوں سے دُور نہیں ہے لیکن میرے لیے باہر آنے کا حکم نہیں۔ امیر سفارش کے لیے آئے اور مرید عاجزی سے کہنے لگے کہ ہمیں محروم نہ کر' ہمیں تیری میٹھی باتیں سننے کی عادت ہو چکی ہے۔ ہم نے تیری دانائی کا دودھ پیا ہے۔

طُعمۂ ہر مُرغکے انجیر نیست انجیر' ہر حقیر پرندہ کی خوراک نہیں ہے	**بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست** سچی بات سُننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے

خدا کے لیے ہم عاجزوں کی فریاد سُن لے۔

وزیر کا مُریدوں کو دفع کرنا

وزیر نے کہا: اے گفتار اور وعظ کے پرستارو! بھاگ جاؤ۔ حسی کان میں روئی ٹھونس لو۔ ظاہری آنکھ بند کر لو۔ ظاہری حسوں سے کام لینا چھوڑ دو تاکہ تمہیں اپنے باطن سے یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (اے اطمینان والی جان! اپنے ربّ کی طرف واپس ہو یوں کہ تُو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ) کی آواز سُنائی دے۔ بیداری کی گفتگو سے اپنی جان سے گفتگو ہزار درجہ بہتر ہے۔ جس کی عمر خشکی پر گزری ہو وہ آبِ حیات کب پا سکتا ہے؟ دریا کی موج کب چیر سکتا ہے؟ خشکی کی موج ہماری سمجھ، ہمارا وہم اور ہماری سوچ ہے۔ آبی موج، محویت، حال اور فنا کی کیفیت ہے۔ ظاہری گفتگو غبار کی مانند ہے۔ چُپ رہنے کی عادت ڈال، اِس غبار کو بیٹھنے دے تاکہ تیرے لیے باطن کا راستہ کھلے۔

مریدوں نے پھر التجا کی کہ تمہاری جدائی میں ہمارے آنسو بہہ رہے ہیں۔ بچّہ دایہ کے بغیر روتا ہے اگرچہ اچھا بُرا نہیں جانتا۔ ہم سارنگی کی طرح ہیں اور تُو مضراب مارتا ہے۔ رونا ہمارا نہیں بلکہ تُو روتا ہے۔ ہم بانسری کی طرح ہیں اور ہم میں آواز تمہاری وجہ سے ہے۔ ہماری جان کی جان تم ہو۔ تمہارے ہوتے ہوئے درمیان میں ہم کون ہیں۔ ہم سب شیر ہیں لیکن جھنڈے پر بنے ہوئے شیر جس کا مسلسل حملہ ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بظاہر شیر کا حملہ کرنا ہوتا ہے جو نظروں میں ظاہر ہو لیکن ہوا جو کہ حملے کی وجہ ہے ظاہر نہیں۔ وہ ذات جو نظروں سے غائب ہے کبھی دل سے گم نہ ہو۔ ہماری ہستی تیری ایجاد ہے، تُو نے معدوم کو وجود کی لذت بخشی اور معدوم کو اپنا عاشق بنایا۔ وہ لذت ہم سے واپس نہ لے کیونکہ اگر تُو لے لے تو کون ہے جو تیری جستجو کرے۔

نقش، نقاش کے ساتھ کیا زور آزمائی کرے گا۔ تُو ہماری کمزوری کو نہ دیکھ، اپنی سخاوت اور کرم کو دیکھ۔ عالَم کی تمام مخلوقات قدرت کے سامنے عاجز ہیں۔ تُو کبھی آدم علیہ السلام کا نقش کھینچتا ہے، کبھی شیطان کا، کہیں غم بھیجتا ہے، کہیں خوشی۔ کوئی ہاتھ نہیں اور کوئی گویائی نہیں، جو اپنے نفع و نقصان پر دم مارے۔ قرآن میں وہ خود کہتا ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ یعنی "تُو کنکریاں پھینکنے والا کب ہے، وہ تو اللہ ہے"۔ ہم تیر چلاتے ہیں تو وہ ہماری وجہ سے نہیں۔ ہم تو کمان کی طرح ہیں، تیر چلانے والا خدا ہے۔ یہ جبر نہیں ہے۔ جباری کا ذکر تو انسان کا عجز ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ ہمارا عجز، اضطرار کی دلیل ہے لیکن ہماری شرمندگی، اختیار کی دلیل ہے۔ اگر اختیار نہ ہوتا تو یہ شرم کیا ہے؟ اور یہ افسوس اور صلح جوئی اور طبیعتوں میں

این حکایت نیست پیشِ مردِ کار
کام کے آدمی کے لئے یہ باتیں کہانی نہیں ہیں

وصفِ حال ست و حضورِ یارِ غار
خاص حالت اور دوست کی حضوری کا بیان ہے

تدبیریں کیوں ہیں؟ اُستادوں کی شاگردوں کو جھڑکیاں کیوں ہیں؟ انسانوں کو اپنے گناہوں پر ندامت کیوں ہے؟ اگر تُو کہے کہ وہ جبر سے غافل ہیں اور اللہ اُن کو اپنے جبر کا علم ہونے نہیں دیتا تو یہ تو بہت اچھا جواب ہے کیونکہ تُو کفر سے بچ جائے گا اور دین کی طرف مائل ہو جائے گا۔ بیماری میں حسرت اور عاجزی ہوتی ہے جو عین بیداری ہے۔ جب تُو بیمار ہوتا ہے تو گناہ سے توبہ کرتا ہے۔ گناہ کی بُرائی تجھ پر کھل جاتی ہے اور تُو راہِ راست پر آنے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ لہٰذا یہ یقینی ہے کہ تیری بیماری تجھے ہوش و بیداری بخشتی ہے۔ اے راز کے طالب! یہ حقیقت جان لے کہ جس کو درد ہے اُسے پتہ مل گیا۔

جو زیادہ ہوشمند ہے اور خبردار ہے' اُسی کا چہرہ زرد ہے اور وہ پُر درد ہے۔ اگر تُو اُس کے جبر کا معتقد ہے تو تیری عاجزی کہاں ہے؟ اگر تُو جانتا ہے کہ تیرے پیر بندھے ہوئے ہیں تو تُو دوسروں پر مُسلّط کیوں ہے؟ عاجزوں کی عادت یہ نہیں ہوتی کہ وہ کمزوروں پر ظلم کریں۔ تُو اپنے حسبِ منشا کاموں میں اپنے اِختیار کو سمجھتا ہے اور جو کام نہ کرنا چاہیے اُس میں اپنے آپ کو مجبور ظاہر کرتا ہے۔ جس کام میں تیرا میلان ہوتا ہے اُس میں تُو اپنی قدرت کو کھلا دیکھتا ہے اور جہاں میلان نہ ہو اپنے کو جبری جانتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام دُنیا کے کام میں جبری ہوتے ہیں اور کافر آخرت کے کام میں جبری۔ انبیاء علیہم السلام کے لیے آخرت کے کام اِختیاری اور کافر کے لیے دُنیا کے کام اختیاری ہوتے ہیں۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام علیین کی جنس سے ہیں اور کافر سجین کی۔ اے خدا! تُو میری جان کو وہ مقام دکھا دے جہاں بلا حرفوں کے کلام بنتا ہے۔ اب ہم پھر قصہ کی طرف واپس آتے ہیں۔

وزیر نے کہا کہ اے لوگو! مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے الگ تھلگ رہنے کا حکم دیا ہے اور اب یہ سمجھو کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چوتھے آسمان پر ہوں۔ تب اُس نے قوم کے امیروں کو بلایا اور ہر ایک سے الگ الگ تنہائی میں یہ کہہ دیا کہ میرے بعد دینِ عیسوی کا خلیفہ تُو ہی ہے اور اب سب پر دین میں تیرا ہی حکم چلے گا' جو سرکشی کرے اُسے قیدی بنا لے۔ لیکن خیال رہے کہ اس حکم پر عمل میری موت کے بعد ہو۔ اُس نے انجیل کے احکام ایک کو کچھ بتائے تو دوسرے کو اُن سے اُلٹ۔ پھر چالیس دن کے بعد اُس نے اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیا۔ جب لوگ اُس موت سے آگاہ ہوئے تو لاتعداد وہاں پر جمع ہو گئے' اُس کی جُدائی میں سب چھوٹے بڑے آہ وزاری میں مبتلا ہو گئے۔

ایک مہینہ اسی حالت میں گزر گیا تو لوگوں نے کہا: اے بزرگو! سرداروں میں اُس کا قائم مقام کون ہوگا تاکہ اُس کو اپنا امام بنا لیں اور اُس کی اطاعت کریں کیونکہ سورج غروب ہو جانے کے بعد چراغ کا ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ چونکہ

آں اساطیرِ اوّلیں کہ گفت عاق
قرآن کے حروف کو جو نافرمانوں نے اگلے لوگوں کے قصے کہا

حرفِ قرآں را بُد آثارِ نفاق
یہ نافرمانوں کے نفاق کی علامت ہے

خدا مشاہدہ میں نہیں آتا' یہ پیغمبر اللہ کے قائم مقام ہوتے ہیں' نہیں میں نے قائم مقام غلط کہا بلکہ وہ اصل ہیں۔ اگر اُن کو دو سمجھو گے تو اچھا نہ ہوگا۔ جب تک تم ظاہر پرست ہو وہ دو ہی ہیں اور جو ظاہر بینی سے گزرا اُس کے لیے ایک ہے۔ جب تُو بظاہر دیکھے گا تو تیری آنکھیں دو ہیں۔ تُو اُن کے اُس نور کو دیکھ کہ وہ تو ایک ہی ہے۔ جب ایک چیز پر نظر پڑتی ہے تو نور کے ذریعے تُو اُسے ایک ہی دیکھے گا دو نظر نہیں آئیں گی۔ جب انسان اپنی آنکھوں کے نور پر نظر رکھے گا تو روشنی میں اور چیزوں کے تعینات میں فرق نہیں پڑے گا۔

تمام پیغمبر علیہم السلام برحق ہیں اور ہم اُن میں تفریق نہیں کرتے

اگر تُو دس چراغ ایک جگہ لے آئے تو ہر چراغ صورت میں جدا ہوگا لیکن جب تُو اپنا رُخ اُن کے نور کی طرف کرے گا تو وہ ایک ہی نظر آئے گا۔ تُو اُس میں فرق نہیں کرسکتا۔ قرآن میں اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ "ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے"۔

اگر تُو سو سیب اور سو بہی گنے گا تو سو نظر آئیں گے لیکن اُن کو نچوڑے گا تو ایک ہو جائیں گے کیونکہ معانی میں تقسیم واعداد نہیں ہیں وہ صرف تعینات میں ہی ہیں۔ یار کا یار سے اِتحاد بہتر ہے اِس لیے معنیٰ کا اتباع کر۔ ظاہر تو سرکش ہے۔ اِس سرکش ظاہر کو ریاضت سے پگھلا دے تاکہ تُو اِس کے نیچے وحدت کا خزانہ دیکھ لے۔ اگر تُو خود نہ پگھلا سکے تو کوئی بات نہیں اُس کی مہربانیاں بھی پگھلا دیں گی۔ اپنے دل کو اُس کا غلام بنا دو۔ وہ اپنے آپ کو دلوں میں ظاہر کرتا ہے اور خود درویشوں پر مہربانیاں کر دیتا ہے۔

ابتداء میں ہم وہی جوہر تھے یعنی عالمِ اَرواح میں تھے تو ہمارے اعضاء وغیرہ بھی نہ تھے۔ جب اُس نورِ خالص کا مظہر کائنات بنی تو اُس میں تعدّد پیدا ہوگیا۔ ہم وحدت سے کثرت میں تقسیم ہو گئے۔ مثلاً سورج کی بَسیط روشنی مختلف ذرّوں پر پڑتی ہے تو تعدّد کو قبول کر لیتی ہے۔ ذرّوں کو ہٹا دیا گیا تو وہ کثرت پھر وحدت ہی کی صورت میں ظاہر رہتی ہے۔ ریاضت کے ذریعے مختلف مظاہر سے قطع نظر کر لینے کی طاقت حاصل ہو جائے تو تعدّد اور مختلف تعینات کا فرق مٹ جاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا فرمان

انبیاء علیہم السلام نے فرمایا: "لوگوں سے اُن کی عقلوں کے مطابق بات کرو" کیونکہ نہ سمجھیں گے تو انکار کر دیں گے اور اُن کا نقصان ہو جائے گا۔ اس "فنا" کے راز کی تفصیل میں زور وشور سے بیان کرتا لیکن ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی دل لغزش نہ کھا جائے۔ نکتے' تیز تلوار کی طرح ہوتے ہیں۔ اگر تیرے

ہر کش افسانہ بخواند افسانہ است
جس نے مثنوی کو افسانہ سمجھا وہ خود افسانہ ہے

وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است
اور جس نے اِسے اپنی دولت سمجھا وہ مرد ہے

پاس ڈھال نہیں ہے تو واپس ہو جا کیونکہ تلوار تیز ہو تو بغیر ڈھال کے اُس کے سامنے مت آ' یہ کاٹنے سے نہیں شرماتی۔ اِس لیے تلوار کو میں نے غلاف میں کرلیا ہے تاکہ کوئی اُلٹا سمجھنے والا اُلٹ نہ سمجھ لے۔ اب پھر قصہ کی طرف آتے ہیں۔

سرداروں کے آپس میں جھگڑنے کا واقعہ

سرداروں میں سے ایک نے کہا کہ اب اُس مرد کا قائم مقام میں ہوں اور یہ دفتر میری دلیل ہے۔ دوسرے نے بھی یہی دعویٰ کیا۔ وہ سب آپس میں اُلجھ پڑے۔ اُس کے فتنے کا بیج ایک آفت بن گیا۔ اخروٹ ٹوٹے تو اُن کے کچھ میں سے گری نکلی کہ مرنے کے بعد اُس میں سے پاکیزہ رُوح نکلی۔ جسم کا مرنا بھی بالکل اخروٹ کی طرح ہے۔ جو میٹھا ہے وہ قیمتی بنا اور جو گلا سڑا ہے' اُس میں سے آواز کے سوا کچھ نہ نکلا۔ جو گری سے بھرا ہوا ہے مُشک کی طرح پاک ہے اور جو گلا سڑا ہے وہ سوائے خاک کے کچھ نہیں۔ جو پُرحقیقت ہو وہ اچھا ہو جاتا ہے اور جو بے حقیقت ہو رُسوا ہو جاتا ہے۔

اے صورت کے پُجاری! جا معنیٰ کی کوشش کر کیونکہ معنیٰ ظاہر کے جسم کے لیے پَر ہوتے ہیں۔ اہلِ باطن کا ہم نشین بن تاکہ انعام بھی پائے اور مرد بھی بنے۔ اِس بدن میں بے معنیٰ جان یقیناً غلاف میں رکھی لکڑی کی تلوار کی طرح ہے۔ جب تک یہ غلاف میں ہو قیمتی لگتی ہے۔ جب باہر نکلی' جلانے کی چیز ہے۔ میدانِ جنگ (آخرت) میں لکڑی کی تلوار لے کر نہ جا' پہلے دیکھ لے کہیں کام خراب نہ ہو۔ اگر وہ لکڑی کی ہے' دوسری لے اور اگر تیری تلوار تیز ہے تو خوشی سے سامنے آ۔ تلوار اولیاء رحمہم اللہ کے اسلحہ خانے میں ہے۔ اُس کا دیدار تمہارے لیے کیمیا ہے۔ تمام سمجھداروں نے یہی کہا ہے کہ عقل مند دونوں جہانوں کے لیے رحمت ہے۔

اگر تُو انار خریدے تو کُھلا ہوا خرید' تاکہ اُس کا کُھلا ہونا تُجھے اُس کے دانے کے بارے میں بتا دے۔ اُس شخص کی مسکراہٹ بڑی مُبارک ہے جو موتی جیسا صاف اور آب دار دل اپنی جان کی ڈبیہ میں سے دکھاتا ہے۔ منحوس ہنسی اُس پوست کے پھول (گُلِ لالہ) کی سی ہے' جس کے منہ سے اُس کے دل کی سیاہی ظاہر ہو گئی۔ مسکراتا ہوا انار باغ کو مسکراتا ہوا بنا دیتا ہے۔ مردوں کی صحبت تُجھے مردوں میں سے بنا دے گی۔ تھوڑی سی دیر اولیاء رحمہم اللہ کی ہم نشینی' سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔ اگر تُو ایک بیکار پتھر ہے لیکن جب کسی صاحبِ دل کے پاس پہنچے گا تو موتی بن جائے گا۔ پاک لوگوں کی محبت اپنے دل میں ڈال لے۔ خوش دل لوگوں کی محبت کے علاوہ دل نہ دے۔ دل تُجھے اہلِ دل کے کُوچے کی طرف کھینچتا ہے اور جسم تُجھے پانی' مٹی کے قید خانہ کی طرف کھینچتا ہے۔ ہاں کسی دل والے سے لے کر دل کو خوراک دے۔ جا کسی نصیبہ والے کا نصیبہ تلاش کر۔ نیک کی صحبت تُجھے نیک بنائے گی اور بدبخت کی صُحبت بدبخت بنا دے گی۔

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست　　لقمہ ہر مُرغکے انجیر نیست

سچی بات کا مزہ لینے پر ہر کوئی قادر نہیں ہے　　ہر پرندے کی خوراک انجیر نہیں ہوتی

نعتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو انجیل میں تھی

مصطفیٰ ﷺ کا نام انجیل میں تھا' جو پیغمبروں کے سردار اور صفا کے سمندر ہیں۔ اُن کے حلیہ اور شکل کا ذکر تھا۔ اُن کے جہاد اور روزے اور کھانے کا ذکر تھا۔ عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کے لیے جب اُن کے نام اور ذکر پر پہنچتے' اس متبرک نام کو بوسہ دیتے اور حضور ﷺ کی تعریف کرتے۔ وہ لوگ اس سارے جھگڑے میں خوف و خطر سے دُور تھے۔ وہ سرداروں کے شر سے محفوظ تھے اور حضور ﷺ کے نام کی پناہ میں تھے۔ احمد ﷺ کا نور اُن کا ساتھی تھا۔ وہ جو فتنوں میں پھنسے رہے' ذلیل و خوار ہوئے' اُن کا مذہب و قانون تہ و بالا ہو گیا۔ جب نامِ احمد ﷺ کسی کا یار ہو جاتا ہے تو ایک مضبوط قلعہ بن جاتا ہے۔

ایک دُوسرے یہُودی بادشاہ کی حکایت جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی تباہی کی کوشش کرتا تھا

پہلی ناقابلِ علاج خون ریزی کے بعد ایک اور یہودی بادشاہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کی تباہی کی کوشش کرتا تھا۔ اس کا اشارہ قرآن میں سورۃ البروج میں لکھا ہے۔ یہ بادشاہ بھی پہلے والے راستے پر عمل پیرا ہوا۔ جس کسی نے کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا' تا قیامت اُس پر اُس (طریقہ) کی لعنت کی جاتی ہے۔ نیک طریقہ ایجاد کرنے والوں کو قیامت تک اُس پر عمل پیرا ہونے والوں کی نیکیوں کا ثواب ملتا رہے گا۔ یہ میٹھا اور کھاری پانی لوگوں کی رگ رگ میں ہے اور صُور پھونکنے تک موجود رہے گا۔

اگر تُو غور کرے تو طالب علموں کی نیاز مندی' پیغمبری جوہر کے شعلے ہیں۔ شعلے ہمیشہ جواہر کے ساتھ حرکت کرتے ہیں اور انوار اُس جانب جاتے ہیں جہاں وہ ہوتے ہیں۔ روشندان کی روشنی' سورج کے سفر کی وجہ سے گھر کے چاروں طرف دوڑتی ہے۔ جس کو کسی ستارے کے ساتھ وابستگی ہے اُس کی اپنے ستارے کے ساتھ دوڑ ہے۔ زُہرہ کی طرف میلان عیش کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر مریخ جیسی خونریز عادت والا ہے تو لڑائی' جھگڑے اور بہتان وغیرہ کی جستجو کرے گا۔

اِن ستاروں کے پیچھے اور ستارے ہیں۔ اُن میں جلانے کا میلان اور نحوست نہیں ہے۔ وہ ان سات آسمانوں میں نہیں ہیں۔ وہ خدا کے انوار کی گرمی میں ثابت قدم ہیں۔ وہ نہ آپس میں جُڑے ہوئے ہیں اور نہ الگ' یہ انسانوں کو سر جھکا کر چلنے والا بنا دیتے ہیں' یہ اللہ کے ولی ہیں۔ اِن کا نور غالب آنے والا اور اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ اللہ اپنے نور کو رُوحوں پر نچھاور کرتا ہے' جن کے نصیبے اچھے ہیں اور جس نے اُس نور کا نچھاور پالیا اُس نے منہ خدا کے غیر سے موڑ لیا۔ جس کے پاس عشق کا دامن نہ تھا' اُس کو اُس نور میں سے کوئی حصہ نہ ملا۔ اجزاء کے رُخ ہمیشہ کُل کی طرف ہوتے

بس کلامِ پاک در دلہائے کور — می نپاید می رود تا اصلِ نور

بہت سے پاک کلام ہیں جو اندھے دلوں میں — نہیں ٹھہرتے اور اپنے اصل نور کی طرف چلے جاتے ہیں

ہیں۔ بلبلوں کو پھول کے مکھڑے کا عشق ہے۔ نیک لوگوں کے رنگ صفا کے مٹکے سے ہوتے ہیں اور بُروں کے میل کچیل کے سیاہ پانی سے۔ اُس پاک رنگ کا نام "صِبْغَةَ اللّٰهِ" ہے اور "لَعْنَتُ اللّٰهِ" اُس گندے پانی کی بدبو۔ جس طرح سمندر کا پانی واپس سمندر میں ہی جاتا ہے، اسی طرح ہمارے جسم سے عشق میں ڈوبی ہوئی جان بھی اپنی اصل کی طرف ہی لوٹ جاتی ہے۔

بادشاہ کا آگ جلانا، آگ کے پاس بُت رکھنا کہ جو بُت کو سجدہ کرے گا وہ آگ سے نجات پائے گا

دیکھو! اس یہودی کتے نے کیا تدبیر کی؟ آگ کے پاس ایک بُت کھڑا کر دیا کہ جو اِس بُت کو سجدہ کرے گا، چھوٹ جائے گا اور اگر نہیں کرے گا تو بھسم ہو جائے گا۔ یہ اِس لیے تھا کہ اُس نے اپنے نفس کے بُت کو سزا نہیں دی تھی۔ اِس لیے اُس کے نفس کے بُت سے ایک نیا بُت پیدا ہو گیا۔ تمہارا نفس تمام بتوں کی ماں ہے کیونکہ وہ بُت سانپ ہے لیکن یہ (نفس) اژدہا ہے۔ نفس، لوہا اور پتھر ہے یہ بُت چنگاری ہے۔ چنگاری تو پانی ڈالنے سے بجھ جاتی ہے لیکن لوہے اور پتھر کے اندر چھپی ہوئی آگ پانی سے کہاں ٹھنڈی ہوتی ہے؟ یہ دونوں جب بھی ٹکرائیں گے چنگاری پیدا ہوگی۔

اِسی طرح نفس کے پیدا کردہ بُت فنا کیے جا سکتے ہیں لیکن نفس کی وہ قوت جو بُت پیدا کرتی ہے اُس کا ازالہ بہت مشکل ہے۔ اِس لیے اپنے نفس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے۔ باہر والا بُت کالا پانی ہے۔ لیکن نفس والا بُت تو کالے پانی کا چشمہ ہے۔ پتھر کا ایک ٹکڑا کئی گھڑے توڑ سکتا ہے لیکن وہی پتھر کا ٹکڑا چشمے کا منہ بند نہیں کر سکتا۔ بُت توڑنا آسان ہے لیکن نفس کے معاملے کو آسان سمجھنا نادانی ہے۔ اِس نفس کے ہر سانس کے ساتھ ایک مکر ہے اور ہر مکر میں سو فرعون غرق ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے خدا اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھاگ، فرعونیت سے ایمان کا بیڑہ غرق نہ کر۔ اَحد اور احمد ﷺ سے تعلق پیدا کر۔ اے بھائی! اپنے جسم کے ابوجہل سے چھٹکارا حاصل کر۔

یہودی بادشاہ کا ایک عورت کو مع بچّے کے لانا اور اُس کا بچّے کو آگ میں ڈالنا اور آگ میں سے بچّے کا بولنا

وہ یہودی ایک عورت کو مع بچّے کے لایا۔ بُت کے سامنے آگ جل رہی تھی۔ بولا: اے عورت! اِس بُت کو سجدہ کر، ورنہ آگ میں جلا دی جائے گی۔ وہ عورت پاک دین والی اور مومنہ تھی۔ اُس یقین والی نے بُت کو سجدہ نہ کیا۔ اُس (بادشاہ) نے اُس کے بچّے کو چھینا اور آگ میں ڈال دیا۔ عورت ڈری اور دل کو ایمان سے ہٹایا۔ اُس نے چاہا کہ بُت کو سجدہ کر دے، بچّہ چیخا کہ

واں فسونِ دیو در دلہائے کژ	می رود چوں کفش کژ در پائے کژ
اور شیطان کے منتر ٹیڑھے دلوں میں اُتر جاتے ہیں	جیسے کہ ٹیڑھی جوتی ٹیڑھے پاؤں میں

میں مرا نہیں ہوں۔ اماں! اندر آ جا! میں اس جگہ اچھا ہوں اگرچہ بظاہر آگ میں ہوں۔ آگ نظر بندی کا ایک پردہ ہے ورنہ یہ ایک رحمت ہے۔ اسی طرح دُنیا کی سب اشیاء بھی رحمت کے آگے پردہ ہیں۔ اُس نے کہا: ماں! اندر آ جا اور سچائی کی دلیل دیکھ تا کہ اللہ کے محبوب بندوں کے عیش کو دیکھ۔ اندر آ اور آگ کی صورت میں پانی دیکھ۔ اندر آ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا راز دیکھ جس نے آگ میں گلاب اور چنبیلی کے پھول پائے۔

تجھ سے پیدا ہوتے وقت بھی مجھے موت نظر آ رہی تھی اور تجھ سے نکل پڑنے کا بہت ڈر تھا۔ جب میں پیدا ہوا تنگ قید خانے سے چھوٹا۔ اچھے مقام اور کھلی دُنیا میں آ گیا۔ اب میں اس دُنیا کو رحم کی جگہ سمجھتا ہوں کیونکہ آگ میں میں نے بہت سکون دیکھا ہے۔ اب ایک دُنیا ہے بظاہر معدوم در اصل موجود اور اُس دُنیا کی موجودہ شکل ناپائیدار ہے۔ تُو نے اُس کتے کی طاقت دیکھ لی۔ اندر آ اور اللہ کی رحمت اور مہربانی دیکھ۔ میں محبت کی وجہ سے تمہیں پکار رہا ہوں ورنہ مجھے تیری پرواہ نہیں ہے۔ اندر آ اور دوسروں کو بھی بلا لے کہ وہ بھی آگ میں بادشاہ کا دستر خوان بچھا دیکھ لیں۔ اے لوگو! سب اندر آ جاؤ کہ دین کے میٹھے پانی کے علاوہ سب عذاب ہے۔ اس گہرے سمندر کے اندر چھلانگ لگا دو تا کہ رُوح صاف اور لطیف بن جائے۔ ماں اندر آ گئی اور اُس نے بھی یہی کہنا شروع کر دیا اور اللہ کی مہربانیوں کے موتی پرونا شروع کر دیئے۔

ذوق کی وجہ سے لوگوں کا اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا

اُس عورت اور بچے کا حال دیکھ کر لوگ بے خود ہو کر اپنے آپ کو آگ میں ڈال رہے تھے۔ وہ سب بغیر کسی کے بلائے دوست کے عشق کی وجہ سے کھنچے چلے آ رہے تھے۔ اس لیے کہ ہر تُرش کو شیریں کر دینا اُس کی جانب سے ہے۔ یہاں تک کہ سپاہی لوگوں کو منع کرتے تھے کہ آگ میں نہ آؤ اور یہودی شرمندہ ہوا جا رہا تھا۔ لوگ آگ کی وجہ سے اپنے جسموں کو فنا کرنے کے لیے اور زیادہ عاشق ہو گئے۔ وہ دل کا بیمار پشیمان ہو گیا۔ شیطان نے اپنے آپ کو بھی منہ کالا دیکھا۔ وہ سیاہی جو وہ دوسروں کے منہ پر ملنا چاہتا تھا اُس کے اپنے منہ پر اکٹھی ہو گئی۔

اُس شخص کا منہ ٹیڑھا رہ جانا جس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا تمسخر اُڑا دیا

جس نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تمسخر سے منہ ٹیڑھا کر کے لیا تو اُس کا اپنا منہ ٹیڑھا ہو گیا۔ وہ واپس آیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! معاف کر دیجئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مہربانیاں اور علمِ لدُنّی حاصل ہے۔ میں نے جہالت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمسخر اُڑایا حالانکہ تمسخر کا مستحق تو میں تھا۔ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی کی پردہ دری

این سخن شیرست در پستانِ جاں
یہ باتیں جان کے پستان میں دودھ کیطرح ہیں

بے کشندہ خوش نمی گردد رواں
چوسنے والے کے بغیر اچھی طرح جاری نہیں ہوتی ہیں

کرے تو اُس کا میلان پاک لوگوں پر طعنہ زنی کی طرف کر دیتا ہے۔ اگر خدا چاہتا ہے کہ کسی کی عیب پوشی کرے تو عیب داروں کے عیب بھی نہیں بیان کرتا۔ جب خدا ہماری مدد کرنا چاہتا ہے تو ہمیں انکساری کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ بڑی مُبارک ہے وہ آنکھ جو اُس کے لیے روتی ہے اور وہ دل بہت مُبارک ہے جو اُس کے لیے عَل بھُن رہا ہے۔ ہر رونے کے بعد آخر ہنسی ہے اور انجام پر نظر رکھنے والا مُبارک انسان ہوتا ہے۔ جہاں کہیں آبِ رواں ہو سبزہ ہوتا ہے جہاں کہیں اشکِ رواں ہو رحمت ہوتی ہے۔ رہٹ کی طرح ،گریاں رہ، تا کہ تیری رُوح کے صحن میں سبزہ اُگے۔ سیّد الکونین ﷺ نے اُس آدمی کو معاف فرما دیا جب اُس نے شرمندہ ہو کر توبہ کر لی۔ تُو رحم چاہتا ہے تو آنسو بہانے والوں پر رحم کر۔

یہُودی بادشاہ کا آگ پر غُصّہ کہ کیوں نہیں جلاتی اور اُس کا جواب

بادشاہ آگ کی طرف متوجہ ہوا کہ اے بدمزاج! تیری دُنیا کو جلانے والی فطرت کو کیا ہوا؟ تُو جلاتی کیوں نہیں؟ تُو تو اپنے پُوجنے والی کو بھی نہیں بخشتی، تُجھے نہ پوجنے والے کیسے بچ گئے؟ کیا کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے؟ یا تیری فطرت کے خلاف تیرا کام ہماری بدنصیبی کی وجہ سے ہے۔

آگ نے کہا: میں وہی آگ ہوں، میری گرمی دیکھنی ہے تو اندر آ جا۔ میری طبیعت اور اصل نہیں بدلی۔ میں خدا کی تلوار ہوں، اجازت ہی سے کاٹتی ہوں۔ جس طرح ظاہری آگ خدا کے حکم کی پابند ہے، اِسی طرح باطنی آگ بھی خدا کے حکم کی پابند ہے۔ جب وہ چاہتا ہے تو مزاج میں سوزش پیدا کرتا ہے اور جب چاہتا ہے تو عین غم، خوشی بن جاتا ہے۔ ہوا، مٹی، پانی اور آگ غلام ہیں۔ میرے اور تیرے اِعتبار سے مردہ ہیں لیکن اللہ کے نزدیک زندہ ہیں، اور اُس کے حکم کے پابند ہیں۔ عاشق کی طرح، بے جان اور مسلسل۔ تُو لوہے پر پتھر مارے گا تو آگ نکلے گی، وہ بھی اسی کے حکم سے باہر نکلتی ہے۔ ظلم کے لوہے اور پتھر کو باہم نہ ٹکرا کیونکہ یہ بھی مرد عورت کی طرح بچے دیتے ہیں۔ یہ سب اَسباب ہیں۔ تُو ذرا اونچا دیکھ کہ اَسباب کو بھی کسی مُسبب نے پیدا کیا۔ ان اَسباب کو وہ مسبب عمل کرنے والا بناتا ہے اور جب چاہے معطل بھی کر دیتا ہے۔ وہ اَسباب جو انبیاء ﷺ کے رہنما ہیں ان اَسباب سے بالاتر ہیں۔ ان اَسباب سے ہماری عقل واقف ہے اور اُن اَسباب کو انبیاء ﷺ جانتے ہیں۔ آگ اور ہوا اللہ کے حکم سے وجود میں آتے ہیں۔ اُس کی شراب سے دونوں مَست ہیں۔ اے بیٹا! بُردباری کا پانی اور غصہ کی آگ بھی تُو اللہ کی جانب سے دیکھے گا۔ ہوا کی جان اگر اللہ سے واقف نہ ہوتی تو قومِ عاد کے نیک و بد میں کیسے فرق کرتی۔

مُستمع چُوں تشنہ و جُویندہ شُد — واعظ ار مُردہ بُود گویندہ شُد

سُننے والا جب پیاسا اور طلب گار ہو — وعظ کہنے والا اگر مُردہ (بھی) ہو تو بولنے لگتا ہے

ہوا کا حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنا مومنوں کے چاروں طرف حضرت ہود علیہ السلام نے ایک خط کھینچ دیا۔ جب ہوا اُس جگہ پہنچتی' نرم پڑ جاتی۔ جو اس خط کے باہر تھا' ہوا اندر سے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی۔ اِسی طرح حضرت شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ریوڑ کے چاروں طرف ایک نمایاں خط کھینچ دیتے' جب وہ جمعہ کی نماز کے لیے جاتے تا کہ بھیڑیا غارتگری نہ کرے۔ اُس کے اندر کوئی بھیڑیا نہ گھستا اور نہ کوئی بکری باہر آتی۔ بھیڑیئے کی اور بکری کی حرص کی ہوا اُس مردِ خدا کے دائرے میں بند تھی۔

اِسی طرح اولیاء رحمۃ اللہ علیہم پر موت کی ہوا' باغ کی نسیم کی طرح خوشگوار ہوتی ہے۔ آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف نہیں پہنچائی۔ دین داروں کو شہوت کی آگ نہیں جلاتی اور سرکشوں کو زمین کی تہ میں لے جاتی ہے۔ دریا کی موج چونکہ خدا کے حکم سے اُٹھی' موسیٰ علیہ السلام والوں کو قبطیوں سے الگ پہچان لیا۔ قارون کی زمین کو جب حکمِ خدا پہنچا' اُس کی دولت اور تخت کو گہرائی میں کھینچ لیا۔ مٹی اور پانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک کو چکھا' بال اور پر کھلے اور پرندہ بن گیا۔ جب تیرے منہ سے اللہ کی تعریف نکلتی ہے تو صبح کا رب اُس کو جنت کا پرندہ بنا دیتا ہے۔ تیرا سُبحان اللہ کہنا جو پانی اور مٹی کی طرح ہے' دل کی سچائی کی پھونک سے جنت کا پرندہ بنا۔ کوہِ طور موسیٰ علیہ السلام کے نور کی وجہ سے رقص کرنے لگا' با کمال صوفی بن گیا اور نقص سے پاک ہو گیا۔ اے عزیز! اگر پہاڑ صوفی بن گیا تو کیا تعجب ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسم بھی تو مٹی کا ہی تھا۔

یہودی بادشاہ کا نصیحت کرنے والوں کی نصیحت پر طنز اور انکار جب یہودی بادشاہ نے یہ عجائب دیکھے' سوائے طنز اور انکار کے اُس سے کچھ نہ ہوا۔ نصیحت کرنے والوں نے کہا: حد سے نہ گزر' قتل کرنا چھوڑ دے' یہ بُرا کام ہے۔ اپنی جان کو زیادہ آگ نہ لگا۔ اُس نے اُن کے ہاتھ پاؤں بندھوا دیئے اور قید میں ڈال دیا۔ اپنے ظلم کے پیوند پر ایک اور پیوند لگا دیا۔ جب حالت یہاں تک پہنچی' آواز آئی: اے کتے! ٹھہر' ہمارا قہر آ پہنچا۔ آگ اُبھری اور یہودیوں کو گھیر کر جلا ڈالا۔ اُن کی اصل آگ ہی تھی۔ وہ اپنی اصل کی طرف چلے گئے۔

بچے کی ماں اپنے بچے کی جویا ہے۔ شاخیں جڑوں سے وابستہ ہیں۔ حوض کا پانی تھوڑا تھوڑا کر کے ہوا کے ذریعے اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اِسی طرح ہوا سانس کے ذریعے ہماری جانوں کو دُنیا کے قید خانوں سے تھوڑا تھوڑا چُراتی رہتی ہے۔ ہمارے پاک کلمات' اللہ کی طرف چڑھتے ہیں۔ ہماری پرہیزگاری کی وجہ سے ہمارے سانس چڑھتے

ہیں' ہماری طرف سے بطورِ تحفہ۔ ذوالجلال کی رحمت سے اُن کلمات کا بدلہ دوگنا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ہمیں مجبور کر دیتا ہے کہ ہم وہی کچھ حاصل کریں جو پہلے حاصل ہو چکا ہے۔ ہم فارسی میں اِسے کشش کہتے ہیں۔ یہ اُس طرف سے آتی ہے جس طرف سے یہ ذوق آتا ہے۔ ہر رُوح کی نظر اُس طرف رہتی ہے کہ جس طرف سے ایک دن کوئی مزہ حاصل کیا تھا۔ ہر جنس کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے یا کوئی چیز ایک دوسری جنس کو قبول کر لیتی ہے۔ روٹی اور پانی ہماری جنس کا نہ تھا لیکن ہماری جنس بن گیا' ہم میں اِضافہ کیا۔ اپنے انجام کے لحاظ سے وہ ہمارے ہم جنس بن گئے۔ لیکن اگر کسی غیر جنس سے ہمارا ذوق ہوگا تو عارضی ہوگا۔ پرندہ' شکاری کی سیٹی کا لُطف لیتا ہے لیکن جب وہاں اپنی جنس کو نہیں پاتا تو بھاگتا ہے۔ پیاسے کو ریت کا سُراب ذوق دیتا ہے لیکن اُس میں پہنچتا ہے تو پھر پانی کی تلاش میں بھاگتا ہے۔ خبردار! کوئی ملمع ساز تجھے راستہ سے نہ بھٹکائے۔ آؤ اس قصہ کی حقیقت کو قصہ کلیلہ و دِمنہ میں تلاش کریں۔

شکار کے جانوروں کا قصہ توکّل اور کوشش ترک کرنے کا بیان

ایک وادی میں سارے جانور شیر سے بہت تنگ تھے۔ وہ اُن میں سے کسی نہ کسی کو اُٹھا کر لے جاتا۔ اُنھوں نے تدبیر کی اور سب اُس کے پاس آئے کہ ہم تجھے پیٹ بھر کر خوراک مہیا کر دیا کریں گے' تُو ہمارے شکار کو نہ آیا کر اور ہمیں آزادی سے گھاس کھانے دیا کر۔ اُس نے کہا: سچ کہتے ہو کہ مکر ہے۔ میں تم لوگوں کے قول و فعل سے تباہ ہوں۔ تم نے وہ حدیث نہیں سُنی ''مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا'' میں پیغمبر ﷺ کے اِس قول کا قائل ہوں۔ سب نے کہا: اے سردار! احتیاط کو چھوڑ' کیونکہ وہی ہوتا ہے جو تقدیر میں ہو۔ شور و شر نہ کر۔ توکل کر' خدائی فیصلہ کا مقابلہ نہ کر۔

اُس نے کہا: بیشک توکل اچھی چیز ہے لیکن اَسباب اِختیار کرنا بھی نبی ﷺ کی سُنت ہے۔ اُنھوں نے بلند آواز سے فرمایا ہے کہ پہلے اونٹ کے پاؤں باندھو پھر توکل کرو۔ توکل ضرور کرنا چاہیے لیکن سبب کو ضرور کام میں لاؤ۔ توکل کی وجہ سے سُست نہ بن جاؤ۔ کوشش کے ساتھ توکل کرو۔ اگر تم کوشش سے باز رہے تو تم بے وقوف ہو۔

جانور بولے: کوشش تو کمزور لوگوں کا کام ہے۔ توکل میں غیر پر بھروسہ غلط ہے۔ رضا و تسلیم سے زیادہ محبوب کون سی چیز ہے۔ انسان کسب اِس لیے کرتا ہے کہ اُس کے عقیدے میں کمزوری ہو۔ وہ خدا پر پورا بھروسہ نہیں کرتا۔ انسان کی تدبیر اور کوشش ایک جال ہے جس میں وہ خود ہی پھنس جاتا ہے۔ فرعون کی تدبیر اور کوشش اسی قسم کی تھی۔ وہ بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل کرتا رہا لیکن جس کو وہ مارنا چاہتا تھا' اُس کے اپنے گھر میں پلتا رہا۔ بہتر ہے اپنی صوابدید کو دوست کی

کے بُود آوازِ چنگ از زیر و بم
سارنگی کی سُر یلی آواز کسی بہرے کے لئے نہیں

از برائے گوشِ بے حِس اصم
بلکہ متاثر ہونے والے کے لئے ہے

صوابدید میں فنا کر دے۔ بچہ جب تک پکڑنے والا اور چلنے والا نہ تھا' باپ کی گردن پر سوار تھا۔ جب اپنے ہاتھ پاؤں کو استعمال کرنے لگا' مشقتوں اور مصیبتوں میں پڑ گیا۔ ہماری رُوحیں مزے سے جنت کے باغوں میں اُڑتی پھرتی تھیں۔ غصہ' حرص اور خوشی کے اعمال میں گرفتار ہوئیں تو اس دُنیا کی قیدی بن گئیں۔ ہم اللہ کے عیال ہیں' جو آسمان سے بارش عطا فرماتا ہے' وہ اپنے کرم سے روٹی بھی دے سکتا ہے۔

شیر کا توکّل پر کوشش کو ترجیح دینا

لیکن خدا نے ہمارے پاؤں کے پاس سیڑھی رکھ دی ہے کہ کوٹھے پر رفتہ رفتہ چڑھ جا۔ تُو پیر رکھتا ہے تو اپنے آپ کو لنگڑا کیوں بناتا ہے؟ تُو ہاتھ رکھتا ہے تو پنجہ کیوں چھپاتا ہے؟ آقا نے غلام کے ہاتھ میں بیلچہ تھما دیا تو خود بخود معلوم ہو گیا کہ اِس کو کام میں لانا ہے۔ یہ اعضاء دیئے تو اشارہ یہی ہے کہ انہیں کام میں لاؤ۔ جب تُو اُس کے اشاروں کو سمجھ جائے گا اور محنت و ریاضت کرے گا تو کشفِ شہود ہو گا۔ تیرے یہی اعمال جو تُو اب کرے گا تیرا بوجھ ہلکا کر دینگے' تیرے کام آئیں گے۔ تُو اگر اب اُس کی راہ میں کوشش کرے گا تو وہ تجھے مقبول بنا دے گا۔ اب تُو وصل کا طالب ہے تو مجاہدہ کرنے سے وصال والا بن جائے گا۔

کوشش' قدرت کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا نام ہے اور تیرا جبری ہونا اللہ کی نعمتوں کا انکار ہے۔ نعمت کا شکر ادا کرنا نعمت کو بڑھائے گا اور نعمت کا کفران' نعمت کو تیرے قبضہ سے نکال دے گا۔ اپنے آپ کو مجبور سمجھنا' سو جانا ہے۔ راستہ میں نہ سو جب تک تُو اُس درگاہ کو نہ دیکھ لے۔ اُس میوہ دار درخت کے نیچے کے سوا ہرگز کہیں نہ سونا تاکہ ہوا ہر لحظہ شاخ کو ہلائے تو تیرے لیے رُوح کا نُقل و توشہ مہیا کرتی رہے۔ خود کو مجبور سمجھنا تو ڈاکوؤں کے درمیان سو جانا ہے۔ بے وقت اذان دینے والا مرغ کب بچتا ہے؟ اگر اُس کے اشاروں پر ناک چڑھائے گا یعنی اُن کا فائدہ نہیں اُٹھائے گا تو تُو بے شک اپنے آپ کو مرد سمجھتا رہ' غور کرے گا تو عورت ہو گا۔ تیری عقل گم ہو جائے گی اور جس سَر سے عقل گم ہو جائے وہ دُم بن جاتا ہے۔ ناشکری نامبارک ہوتی ہے۔ ہاں اگر تم نے توکل کرنا ہے تو کاروبار کر' کما اور پھر توکل کر۔ خدا پر بھروسہ کر' ورنہ گمراہی میں پھنس جائے گا۔

جانوروں کا توکّل

سب بولے: کوشش حریص لوگوں کا کام ہے۔ اگر اسباب اختیار کرنا مفید ہوتا تو لاکھوں انسان جنہوں نے اسباب اختیار کئے محروم کیوں ہیں؟ لوگوں نے ہزار کوششیں کیں لیکن انہیں وہی ملا جو ازل سے اُن کے لیے مقرر ہوا۔ سب اپنی تدبیر اور کام سے عاجز آ گئے۔ اِس لیے کوشش کرنا وہم میں مبتلا ہونے

گر شود بیشہ قلم دریا مدید — مثنوی را نیست پایانی اُمید

اگرچہ درختوں کی قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی — پھر بھی مثنوی کے مضامین کے خاتمے کی اُمید نہیں

کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

عزرائیل علیہ السلام کا ایک شخص کو گھورنا اور اُس کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھر کی طرف بھاگنا

ایک بھولا صبح سویرے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں آیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا: کیا ہوا؟ تم اتنے پریشان کیوں ہو؟ اُس نے کہا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے بڑی خوفناک نظر مجھ پر ڈالی ہے۔ اُنہوں نے پوچھا: اب تو کیا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا: ہوا کو حکم دیں کہ مجھے ہندوستان لے جائے' شاید میری جان بچ جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا کہ اسے ہندوستان میں لے جا کر چھوڑ دے۔ ہوا اُسے سومنات لے گئی۔

اب افلاس سے لوگ بھاگتے ہیں کیونکہ وہ حرص اور خواہش کا لقمہ ہیں۔ افلاس کا ڈر اُس شخص کے خوف کی مثال سمجھ اور حرص اور کوشش کو ہندوستان سمجھ۔ دوسرے دن دربار لگا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا تُو نے اُس مسلمان کو غصہ سے کیوں دیکھا؟ اِس لیے کہ وہ اپنے گھربار سے الگ ہو جائے؟ اُنہوں نے جواب دیا: اے لازوال جہان کے بادشاہ! اُس نے غلط سمجھا اور اُس کو اُس کے خیال نے غصہ دکھایا۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آج ہی اُس کی جان ہندوستان سے نکالنے کو کہا تھا۔ میں اُس کو یہاں دیکھ کر حیران ہوا اور فکر میں ڈوب گیا کہ سو پَر ہوں' تب بھی یہ موت کے وقت پر ہندوستان نہیں پہنچ سکتا۔ میں جب حکم کے مطابق اُس کی جان لینے ہندوستان پہنچا تو میں نے اُسے وہاں پایا۔ اے انسان! دُنیا کے تمام کاموں کو اس پر قیاس کر لے اور دیکھ کہ ہم کس سے بھاگیں اپنے آپ سے؟ یہ ناممکن ہے۔ ہم کس سے سرتابی کریں؟ خدا سے' یہ تو تباہی ہے۔

شیر کا پھر توکّل پر کوشش کو ترجیح دینا اور کوشش کے فائدے بیان کرنا

شیر نے کہا: انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کی کوشش' نیکوں کی کوشش' مومنوں کے جہاد دیکھو۔ اللہ نے اُن کی کوشش دُرست کر دی کیونکہ بھلے کی ہر شے بھلی ہوتی ہے۔ اُنہوں نے کوششوں سے کامیابیاں حاصل کیں۔ اے عقل مند! جس قدر ہو سکے کوشش کر۔ جہاد تقدیرِ الٰہی کا مقابلہ نہیں ہے' اس لیے کہ یہ بھی تقدیرِ الٰہی نے ہم پر رکھا۔ تیرا سر پھٹا ہوا نہیں ہے اس کو نہ باندھ' کچھ کوشش کر لے پھر آرام کر۔

جس نے دُنیا کی جستجو کی اُس نے باطل کی جستجو کی۔ جس نے آخرت کی جستجو کی اچھی حالت کی جستجو کی' دنیاوی کام کی تدبیر کرنا بے کار ہے۔ دُنیا چھوڑنے میں تدبیر کر۔ یہ دُنیا قید خانہ ہے اور ہم قیدی ہیں۔ یہاں سے آزادی کے لیے

چار چوب خشت زن تا خاک ہست　　　میدہد تقطیع شعرش نیز دست
جب تک اس دُنیا میں اینٹیں پتھتی رہیں گی　　　اُس وقت تک مثنوی کے اشعار بھی کارگر رہیں گے

سرنگ لگانے میں کوشش کر۔ دُنیا کیا ہے؟ اللہ سے غافل ہونا' نہ کہ سامان' سونا' چاندی یا بیوی بچے۔ وہ مال جو تُو نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا بوجھ اُٹھایا ہوا ہے' اُس کو رسول ﷺ نے اچھا مال فرمایا ہے۔ کشتی میں پانی کا بھر جانا کشتی کی تباہی ہے۔ کشتی کے نیچے پانی کا ہونا کشتی کے لیے مددگار ہے۔ چونکہ مال اور مُلک کو اُنہوں نے دل سے نکال دیا تھا۔ اِس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام جن کے پاس جہان کی بادشاہت تھی' اپنے آپ کو مسکین کے علاوہ اور کچھ نہ سمجھتے تھے۔ سَر بندھا پیالہ گہرے پانی میں گیا۔ پیٹ میں ہوا ہونے کی وجہ سے پانی پر تیرا۔ جب دل میں فقیری کی ہوا بھر گئی' دُنیا کے پانی کے اُوپر پُرسکون ہوگا۔ پانی اُس کو غوطہ نہیں دے سکے گا کیونکہ اُس کا دل خدائی پھونک سے مسرور ہو گیا۔ خواہ یہ ساری دُنیا اُس کی مِلک ہو جائے' سلطنت کی اُس کی نگاہ میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ پس دل کا دہانہ بند کر اور اُس پر مُہر لگا دے۔ "مِنْ لَّدُنْ" سے اُس کو بھر دے۔ کوشش حق ہے۔ دوا کرنا حق ہے اور درد بھی حق ہے۔ کما' کوشش کر اور جدّ وجہد کرتا کہ "مِنْ لَّدُنْ" کا راز سمجھ لے۔ اگرچہ یہ تمام دُنیا جدّ وجہد سے پُر ہے لیکن جاہل اور کاہل اس جدّ وجہد کو شیریں نہیں سمجھتا۔

کوشش کی توکّل پر ترجیح ثابت ہو جانا

شیر نے اتنے دلائل دیئے کہ جبر کے قائل خاموش ہو گئے۔ شیر نے اُن سے کہا کہ اگر ہر روز اُس کا حصہ پہنچتا رہا تو وہ دوبارہ تقاضا نہ کرے گا۔ سب جانور بحث مباحثہ میں لگے ہوئے تھے۔ آخر اُن میں فیصلہ ہوا کہ قرعہ اندازی ہو اور جس کا نام قرعہ میں نکلے وہ شیر کا لقمہ بنے۔ سب نے اس تجویز کو قبول کر لیا اور اس پر عمل جاری ہو گیا۔

خرگوش کے شیر کے پاس تاخیر سے جانے پر شکاروں کی ناراضگی

جب خرگوش کی باری آئی تو وہ چیخا کہ یہ ظلم کب تک چلے گا؟ قوم نے کہا: ہم نے عہد کیا ہوا ہے اور بہت سوں نے اس وجہ سے اپنی قربانی پیش کی ہے۔ اے جھگڑالو! ہمیں بدنام نہ کر۔ جلدی جا' ورنہ شیر ناراض ہو جائے گا۔ اُس نے جواب دیا: اے یارو! ذرا مجھے مُہلت دو' ہو سکتا ہے میری تدبیر کی وجہ سے تم سب مصیبت سے بچ جاؤ۔ ہر پیغمبر اُمتیوں کو دُنیا میں اُن کی نجات کی طرف بلاتا رہا ہے۔ اِس لیے کہ وہ آسمان سے ہی باہر نکلنے کا راستہ دیکھ چکے تھے اور وہ نگاہ میں پُتلی کی طرح پوشیدہ تھے۔ انسانوں نے پُتلی کی طرح انہیں چھوٹا سمجھا اور پُتلی کی بڑائی کا کسی کو پتہ نہ چلا۔ قوم نے اُسے کہا: اے گدھے سُن! اپنے آپ کو خرگوش کے رُتبے پر رکھ۔ تجھ سے بڑے جانور یہ خیال اپنے دل میں نہیں لائے۔

اُس نے کہا: دوستو! مجھے اِلہام ہوا ہے۔ ایک کمزور کی سمجھ میں مضبوط رائے آ گئی ہے۔ اللہ نے جو کچھ شہد کی مکھی

چوں نماند خاک بادش حف کند جب مٹی بھی نہیں رہے گی اور ہوا اُسے صاف کر دے گی	خاک سازد بحر اُو چوں کف کند تو سمندر جوش میں آ کر نئی مٹی بنائے گا

کو سکھایا ہے شیر اور گورخر کو کب پتا ہے۔ وہ اپنے علم کے دروازے سے حلوے سے بھرے ہوئے خانے بناتی ہے۔ جو کچھ اللہ نے ریشم کے کیڑے کو سکھایا' وہ ہاتھی نہیں جانتا۔ مٹی سے بنے ہوئے آدم علیہ السلام نے اللہ سے علم سیکھا تو فرشتوں کی عزت و آبرو کو شکست دے دی۔ اُس (شیطان) کے اندھے پن نے' جس نے اللہ کے معاملہ میں شک کیا' اپنی چھ لاکھ سال کی زُہد و عبادت کا گھمنڈ کیا' اُسے تباہ کر دیا۔ قطرۂ دل کو ایسا گوہر عطا کیا کہ سمندروں اور آسمانوں کو نہ ملا۔ اے صورت کے پجاری! تیری بے معنی جان نے اب تک صورت سے رہائی نہ پائی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل بُت خانے میں گئے۔ اُن صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے میں اور اُس کے جانے میں بہت فرق ہے۔ یہ اندر جاتے ہیں تو بُت اِن کے آگے سرنگوں ہو جاتے ہیں' وہ جاتا ہے تو خود ماتھا ٹیکتا ہے۔ جا اپنی صورت میں جان جیسے نایاب گوہر کو تلاش کر۔ قدرت نے اصحابِ کہف کے کتے کے سامنے شیروں کو سرنگوں کر دیا۔ قابلِ نفرت صورت سے کسی کو کیا نقصان ہے' اگر اُس کی رُوح نور کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہے۔

عقلمندی کی فضیلت اور نفعوں کا بیان

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملک اُن کے علم کی وجہ سے تھا۔ تمام جہان صورت ہے اور علم اُس کی جان ہے۔ اسی کی وجہ سے پہاڑ' جنگل' دریا اور دُنیا کی تمام مخلوق آدمی کی تابع ہو گئی ہے۔ آدمی کے چھپے ہوئے دشمن بہت ہیں۔ محتاط آدمی' سمجھدار انسان ہوتا ہے۔ اچھی اور بُری مخلوق ہم سے چھپی ہوئی موجود ہے اور اُن کی چوٹ ہر وقت دل پر لگتی ہے۔ تُو اگر نہر میں غسل کے لیے جائے تو پانی میں چھپا ہوا کانٹا تُجھے تکلیف پہنچائے گا۔ اگرچہ کانٹا پانی کے نیچے چھپا ہے۔ چونکہ وہ تیرے چبھا ہے اس لیے تُو ہی جانتا ہے کہ وہ موجود ہے۔ حواس اور وسوسہ کے کانٹے ہر طرف سے حملہ کرتے ہیں۔ ٹھہر' تاکہ تیرے حواس تبدیل ہو جائیں' تاکہ تُو اِن چھپے ہوئے کانٹوں کو دیکھ لے اور مشکل حل ہو جائے۔ بعض چیزیں نظروں سے غائب ہیں لیکن اُن کے اثرات سے اُن کا وجود معلوم ہوتا ہے۔ ریاضات اور مجاہدوں سے حواسِ باطنی پیدا ہوتے ہیں تو نظروں سے غائب چیزیں مشاہدہ میں آجاتی ہیں۔

جانوروں کا خرگوش کی تدبیر اور راز معلوم کرنا

جانور کہنے لگے: اے خرگوش! جو کچھ تیری سمجھ میں آیا ہے ہمیں بتا۔ تُو شیر سے بھڑا ہے' تُو نے کیا تدبیر سوچی ہے؟ مشورہ عقل اور سمجھ عطا کرتا ہے۔ عقلیں' عقلوں کی مدد کرتی ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشورہ کر لیا کرو۔ تُو جلدی بتا کہ تیرا کیا مقصد ہے؟ وہ کہنے لگا کہ ہر راز کہنے کے لائق نہیں ہوتا۔ بعض اوقات انسان جیتنے کی آرزو رکھتا ہے

چُوں نماند بیشہ و سَر دَر کشند | بیشہا از عینِ دریا سَر کَشند
جب جنگل نہ رہیں گے اپنا سر چھپا لیں گے | تو دریا میں سے نئے درخت سر نکال لیں گے

لیکن ہار جاتا ہے۔ دوست کا سینہ صاف ہوتا ہے' لیکن اگر اُس سے راز کہہ دیا جائے تو بعض اوقات اُس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہو جاتے ہیں' جو اکثر مُفید نہیں ہوتے۔ سفر' سونا اور اپنی منزلِ مقصود کے بارے میں لب کشائی نہ کر' اس لیے کہ ان تینوں کے دشمن بہت ہیں۔ اگر اپنا راز کسی ایک سے کہہ دیا تو وہ پھر راز نہیں رہے گا۔ اگر چھپے ہوئے راز میں مشورہ طلب کرنا ہو تو اِس طرح کرو کہ سُننے والا تمہارا مقصد نہ سمجھ سکے اور مشورہ بھی دے دے۔ پیغمبر ﷺ ایسے مشورہ کرتے کہ رائے کو کسی مثال وغیرہ سے وابستہ کر کے فرما دیتے تاکہ مخالف اُس کا سر پیر نہ سمجھ سکے اور خود اُس سے اپنا جواب نکال لیتے۔ اُن ﷺ کے مقصد کی غیر کو بُو بھی نہ لگتی۔

خرگوش کی شیر کے ساتھ چالاکی

خرگوش نے اپنی رائے نہ بتائی اور خود تدبیر سوچ لی۔ اپنا راز اپنے آپ ہی سے کہتا رہا۔ شیر کے پاس جانے میں ایک گھنٹہ تاخیر کی۔ شیر غصّے سے زمین پر پنجے مار رہا تھا اور غرّا رہا تھا۔ اُس نے کہا: میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ اِن کمینوں کا عہد کچا ہوگا۔ اِن کے مکر نے مجھے مار ڈالا۔ بے وقوف حاکم عاجز ہوتا ہے۔ بعض اوقات راستہ صاف نظر آتا ہے لیکن اُس کے نیچے جال ہوتا ہے۔

بعض جھوٹے پیروں کے بڑے بڑے القاب اور اُن کی میٹھی باتیں مرید کی زندگی کو برباد کر دیتی ہیں۔ ہماری عمر پانی کی طرح ہے اور وقت نہر کی طرح ہے۔ باطنی اخلاق و احوال (شیخ کے) تیری عمر کی نہر کا ریت ہیں۔ وہ ریت جس میں سے پانی اُبلے بہت کمیاب ہے' اُس کو تلاش کر۔ اے بیٹا! وہ ریت مردِ خدا ہے' جو اللہ سے جُڑا لیکن اپنے آپ سے جدا ہے۔ اُس سے دین کا میٹھا پانی اُبلتا ہے اور طلبگاروں کی اُس سے زندگی اور نشو و نما ہے۔ جو مردِ خدا نہیں' اُسے خشک ریت سمجھو' جو تیری زندگی کا پانی چوس لے گا۔ شیخ کامل کی تربیت سے مرید حکمتوں کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔ اُس کو علمِ لدنی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ظاہری اسباب سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اُس کی عقل' رُوح سے سیکھتی ہے۔ عقل جو شروع میں اُس کی اُستاد تھی بعد میں اُس کی شاگرد بن جاتی ہے۔

جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد ﷺ! اگر ایک قدم آگے بڑھاؤں تو میرے پَر جل جائیں گے۔ اُس نے جبر کا پایہ تھاما اور خود کو بیمار بنا لیا۔ جب تُو نے اِس راہ میں اپنے پَیر کو نہیں توڑا تو کچھ حاصل نہ کیا۔ جس نے کوشش کی' راہ میں اپنے پَیر کو توڑا' اُس کے لیے بُراق پہنچا اور وہ سوار ہوا۔ وہ دین کا بوجھ اُٹھانے والا یعنی مجاہدہ و ریاضت کرنے والا تھا' سوار بن گیا۔ اللہ کے فرمان کو قبول کرنے والا تھا' مقبولِ بارگاہ بن گیا۔ اب تک بادشاہ کے فرمان ماننا تھا' اُس کے بعد سپاہیوں کا

بہرِ ایں گفت آں خُداوندِ فرج
اِسی لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ میں لامحدود ہوں

حدِّثوا عن بحرِنا اِذ لاحرج
اِسلئے میری باتیں بھی لامحدود ہیں تم بیان کرتے رہو

فرمان روا بن گیا۔ اب تک ستارہ اُس پر اثر کرتا تھا' اب وہ اشارے سے چاند کو توڑنے والا بن گیا۔ تُو اپنے ایمان کو تازہ کرلے لیکن زبانی نہیں' جب تک اندر کوئی خواہش تازہ ہے' ایمان تازہ نہیں ہوتا۔ خواہش کے علاوہ اُس دروازے کا کوئی قفل نہیں ہے' اُسے توڑ۔ تُو اپنے فکر سے قرآن میں تاویل نہ کر' اپنے آپ کو بدل' اپنی فکر میں تبدیلی پیدا کر۔

مکھی کی ناقص تاویل کا بودہ پن

تیرے اَحوال اُس مکھی کی طرح ہیں' جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتی تھی۔ جس نے اپنے ذرّہ کو آفتاب سمجھ لیا تھا۔ بولی: میں بے شک عنقاء ہوں (خوبصورت پرندہ)۔ وہ مکھی پیشاب پر تیرتے ہوئے ایک گھاس کے تنکے پر سوار تھی' لیکن پیشاب کو ایک دریا اور اپنے آپ کو ملاح سمجھ رہی تھی۔ اُس کی نظر میں پیشاب لامحدود تھا۔ دراصل اُس کے پاس دیکھنے والی نگاہ ہی نہ تھی۔ اُس کا علم بھی اتنا ہی تھا جتنی اُس کی نگاہ تھی۔ باطل تاویل کرنے والا' مکھی کی طرح ہے۔ اگر مکھی اپنی رائے کے مطابق تاویل کرنا چھوڑ دے تو نصیبہ اُسے ہُما بنا دے۔ جس کی رُوح بلند ہوتی ہے وہ مکھی کی طرح تاویل نہیں کرتا۔ وہ چاہے مکھی کی طرح چھوٹا ہو' رُوح کی بلندی اُس کو بلند مقام عطا فرماتی ہے۔ اُس خرگوش کی طرح جس نے شیر پر حملہ کیا۔ اب اُس کی رُوح' اُس کے جسم کے مطابق کب تھی؟

خرگوش کے دیر سے آنے پر شیر کا رنجیدہ ہونا

شیر' تندی اور غصہ سے بھرا ہوا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ جبر کا عقیدہ رکھنے والوں کے مکر نے مجھے مجبور کردیا ہے کہ میں اُن کی چمڑی اُدھیڑ دوں کیونکہ وہ چھلکے کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ چھلکا کیا ہوتا ہے؟ رنگ رنگ کی باتیں' جن کا کوئی وجود اور فائدہ نہیں ہے۔ چھلکا خراب گری کا عیب پوش ہوتا ہے اور اچھی گری کو غیرت کی وجہ سے چھپا کر رکھتا ہے۔

انسانوں میں ہوا' خواہش اور آرزو ہیں' جو کہ خراب گری کی طرح ہیں۔ زیادہ باتیں کرنے والے دراصل اپنی خامیوں پر پردہ ڈالتے ہیں۔ جب تُو نے خواہش کو ترک کیا تو اچھی گری بن گیا' یہی اللہ کا پیغام ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے جو کچھ فرمایا وہ مُبارک اور پائیدار ہے۔ اُس کے مقابلے میں دُنیا کے بادشاہوں کے خطبے اور فرمان وقت کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اُن کے فرمان' نفسانی خواہشات اور کرّوفر پر مبنی ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی عزت خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ بادشاہ اپنے نام سکوں پر کندہ کرواتے ہیں لیکن وہ بھی بالآخر مٹ جاتے ہیں۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قیامت تک منقش ہے۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تمام انبیاء علیہم السلام کا نام ہے کیونکہ جب سو آئے تو 99 ضرور ہمارے سامنے آئیگا۔ اس بات کا خاتمہ نہیں ہے' آؤ! خرگوش و شیر کے قصے کی طرف چلیں۔

نردبانِ آسمانست ایں کلام
میرا یہ کلام' اللہ تک جانے کی سیڑھی ہے

ہر کہ ازیں بر رود آید بہ بام
جو اسکے ذریعے چڑھے گا چھت پر پہنچ جائے گا

خرگوش بہت دیر کے بعد راستے پر پڑا تا کہ شیر کے کان میں ایک راز بیان کرے۔ دیکھو! عقل ایک لامحدود سمندر ہے لیکن اِس سمندر کے لیے غوطہ خور چاہیے۔ ہماری صورتیں اِس شیریں سمندر میں اِس طرح دوڑ رہی ہیں' جیسے پانی کی سطح پر پیالے۔ پیالہ جب تک بھرا نہیں تیرتا رہے گا۔ جب بھر جائے تو ڈوب جائے گا۔ عقل چھپی ہوئی چیز ہے اور عالَم ظاہر ہے۔ ہماری صورت ایک موج ہے۔ صورت کسی موجود (متعین) کو وسیلہ بنالیتی ہے۔ اُس وسیلہ کی وجہ سے سمندر اُس کو دُور پھینک دیتا ہے۔ جب تک دل' راز عطا کرنے والے کو نہ دیکھ لے اپنے گھوڑے کو گمشدہ سمجھتا ہے' رُوح اور اپنے جسم (نفس) کے گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہے۔ وہ حیران' فریاد اور جستجو میں ہے۔ ہر طرف اپنے گھوڑے (رُوح) کو تلاش کرتا پھرتا ہے اور پوچھتا ہے ہمارا گھوڑا کہاں ہے؟ کس نے چُرایا ہے؟ کوئی پوچھے: اے صاحب! یہ جو آپ کی ران کے نیچے ہے' یہ کیا ہے؟ ہاں! یہ وہی گھوڑا ہے جس کی تم تلاش میں ہو۔ یہ شہ سوار اپنے گھوڑے سے اِس قدر غافل ہے کہ علامتیں بیان کر دینے کے باوجود بھی اُس کو نہیں پہچانتا۔ بتانے والا اُس کو نشانیاں بتاتا ہے لیکن وہ غور نہیں کرتا۔ ہماری جان (رُوح) نمایاں اور قریب ہونے کی وجہ سے گم ہے' جس طرح مٹکا پانی سے بھرا ہو لیکن اُس کے کنارے خشک رہیں۔

اپنے اندر درد کو بڑھا تا کہ تمہیں اپنی رُوح کے رنگ نظر آئیں۔ رنگ کا دیکھنا بیرونی روشنی کے بغیر نہیں ہوتا' یہی حال اندرونی خیال کے رنگ کا ہے کہ بغیر عالَمِ بالا کے انوار کے عکس دیکھے نہیں جاسکتے۔ یہ دلوں کی بینائی کا نور دلوں کے نور سے حاصل ہوتا ہے اور دل کی بصیرت کا نور ہی خدا کا نور ہے اور یہ عقل اور حس کے نور سے پاک اور بالکل جدا ہے۔ ایک مقابل دوسرے مقابل سے واضح ہوتا ہے۔ جیسے رات' دن سے اور دن' رات سے۔ نور کو بھی اُس کی ضد سے ہی پہچانا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رنج کو اِس لیے پیدا کیا کہ اُس کے ذریعے خوشدلی واضح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی چونکہ کوئی ضد نہیں' اِس لیے وہ پوشیدہ ہے۔ ہماری نگاہیں اُس کا اِدراک نہیں کرسکتیں اور دل اِدراک کر لیتا ہے' جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اور پہاڑ کے ساتھ ہوا۔ صورت کی نسبت معنیٰ سے ایسی ہے جیسی بات یا آواز کی خیال سے۔ تجھے یہ معلوم ہی نہیں کہ خیال کا سمندر کہاں ہے؟ لیکن جب تُو نے بات کو پاکیزہ بنایا اور عقل سے خیال کی موج اُٹھی اور پھر سمندر میں چلی گئی۔ صورت ایک بے صورت سے پیدا ہوئی اور پھر لوٹ گئی (ہم پھر سمندر کی طرف لوٹ گئے) "اِنَّا لِلّٰہِ" کا یہی مطلب ہے۔ پس تیرے لیے ہر لحظہ موت اور واپسی ہے۔ ہر دَم دُنیا نئی ہو جاتی ہے اور ہم ہر دَم اُس کے نئے ہونے سے بے خبر ہیں۔ نہر کے پانی کی طرح ہماری عمر ہر وقت نئی نئی آتی ہے' جو جسم میں لگاتار آتی رہتی ہے۔ یہ تیزی کی وجہ سے لگاتار شکل

نے بباامِ چرخ کاں اخضر بود　　بل بباامے کز فلک برتر بود
اُس چھت پر نہیں جو نیلی نظر آتی ہے　　بلکہ وہ چھت آسمانوں سے بھی اوپر ہے

میں ہے۔ ایجاد کی تیزی کی وجہ اس کا یہ طول ہے۔ ایجاد کی یہ تیزی اللہ کی جانب سے ہے۔

خرگوش کا شیر کے پاس پہنچنا، شیر کا غصہ اور خرگوش کی معذرت خوشامد

شیر نے آگ غصہ اور شور میں دیکھا کہ خرگوش دُور سے چلا آ رہا ہے۔ وہ دلیر بنا ہوا تھا تا کہ کسی قسم کی تُہمت نہ آئے۔ شیر بولا: اے ناخلف! میں بڑے بڑے جانور چیر پھاڑ دیتا ہوں، ناقص خرگوش کیا ہوتا ہے کہ ہمارے حکم کو ٹال دے۔

خرگوش نے کہا: جان کی بخشش چاہتا ہوں۔ میرا ایک عذر ہے، اگر تُو اجازت دے تو کہوں، تُو بادشاہ ہے اور میں غلام ہوں۔ شیر بولا: کیا عذر ہے؟ بادشاہوں کے سامنے دیر سے آتے ہیں؟ تجھے ختم کر دینا چاہیے۔ احمق کا عذر اُس کے جرم سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ اُس نے کہا: اے بادشاہ! میں نالائق ہوں، تُو اِسے لائق سمجھ کر عذر سُن لے، اپنے مرتبے کے صدقے میں۔ وہ دریا جو ہر نہر کو پانی دیتا ہے، ہر تنکے کو اپنے سر اور منہ پر رکھتا ہے، اس کرم کی وجہ سے دریا کا کچھ گھٹتا نہیں ہے۔ اِس لیے سُن کہ میں صحیح وقت پر اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ تیری طرف روانہ ہوا، راستے میں ایک اور شیر نے ہم دونوں کو شکار کرنے کا قصد کیا اور جھپٹا۔ میں نے کہا: ہم بادشاہ کے غلام ہیں۔ وہ بولا: شہنشاہ کون ہوتا ہے؟ میں تیرے بادشاہ کو بھی پھاڑ کھاؤں گا۔ میں نے کہا: میں اپنے بادشاہ کو اطلاع کر دوں کہ اُس نے میرے ساتھی کو یرغمال بنا لیا۔ میرا ساتھی مجھ سے بھی تین گنا موٹا تھا۔ اُس شیر کے روکنے کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ ہاں آپ آئیں اور اُس بے شرم کو دفع کریں۔

شیر کا خرگوش کے ساتھ روانہ ہونا

اُس (شیر) نے کہا: میں دیکھوں وہ کہاں ہے؟ تُو آگے آگے چل تا کہ اگر یہ جھوٹ ہے تو تجھے سزا دوں۔ وہ رہبر کی طرح آگے آیا تا کہ اُس کو اپنے جال کی طرف لے جائے۔ اُس نے ایک گہرے کنویں کو شیر کی جان کا جال بنا رکھا تھا۔ اُس کے مکر کا جال شیر کا پھندا تھا۔ عجب خرگوش تھا کہ شیر کو اُچک لے گیا۔ ایک موسیٰ علیہ السلام فرعون کو بمعہ لشکر دریائے نیل تک لے جا رہا ہے یا وہ مچھر ہے جو نمرود کو مارے دے رہا ہے۔ یہ ہے اُس کی حالت جس نے دشمن کی بات سُنی۔ یہی حال اُس فرعون کا ہے جس نے ہامان کی بات سُنی۔

دشمن اگر تجھ کو دوستانہ بات کہے تو اُس کو جال سمجھ۔ اگر تجھے شکر دے تو اسے زہر سمجھ۔ لیکن جب قضا آتی ہے تو دوستوں اور دشمنوں میں امتیاز نہیں کیا جا سکتا۔ جب ایسی حالت ہو تو تُو گڑگڑانا شروع کر دے۔ زاری، تسبیح اور روزے کا

گردشش باشد ہمیشہ زاں ہوا	بامِ گردُوں را ازو آید نوا
اِسی لئے اُس کی ہر چیز گردش میں ہے	آسمان کو اُس کے احکام پہنچتے رہتے ہیں

سامان کر۔ روکہ خدا غائب سے سامان کرنے والا ہے۔ کہہ: اے معافی کے داتا! میرے عیبوں کی پردہ پوشی کر' گناہوں کا بدلہ نہ لے۔ موجودات میں سے جو چیزیں بھی ہیں' دل پر اُن کی اصل حالت ظاہر کر دے۔ قہر کی شراب سے جب تُو مَست کر دیتا ہے تو مَعدُوم چیزوں کو موجود کی صورت عطا کرتا ہے۔ مُستی کیا ہے؟ آنکھ کا آنکھ کے دیکھنے سے بند ہو جانا' یہاں تک کہ موتی' پتھر' اُون ایک جیسے نظر آنے لگیں۔ مُستی کیا ہے؟ حِسوں کا بدل جانا۔ ایک عام سی لکڑی کا نگاہ میں صندل بن جانا۔

حضرت سُلیمان علیہ السلام اور ہُدہُد کا قصہ

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے خیمہ لگایا' تمام پرندے حاضر تھے۔ ایک ایک کر کے اُن کے پاس دوڑے آئے اور اُن کے ساتھ گھل مِل گئے۔ ہمزبانی قرابت کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ انسان نامحرموں کے ساتھ قیدی کی طرح ہوتا ہے۔ بہت سے ہندو اور تُرک ہمزبان ہوتے ہیں اور دو تُرک بیگانوں کی طرح۔ محرمی کی زبان' دل کی زبان ہے۔ بغیر بولے' بغیر اشارے یا لکھنے کے دل سے لاکھوں باتیں کرنے والے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہر پرندہ اپنے ہُنر اور عقل کے مطابق اپنی تعریف کر رہا تھا۔

جب کسی آقا کے پاس غلام آتا ہے تو وہ اُس کے سامنے اپنا ہُنر پیش کرتا ہے۔ ہُدہُد اور اُس کے پیشے کی بات ہوئی تو اُس نے کہا: اے شاہ! ایک چھوٹا سا ہُنر میرے پاس ہے۔ مختصر بات بہتر ہوتی ہے۔ اُنہوں نے پوچھا: کون سا؟ اُس نے کہا کہ جب میں بلندی پر ہوتا ہوں تو یقین کی آنکھ سے دیکھتا ہوں اور زمین کی گہرائی میں بھی پانی کو دیکھ لیتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فوجی ضروریات کے لیے سفر میں اُسے اپنے پاس رکھ لیا۔ اُسے فرمایا کہ تُو ہمارا ساتھی بن تاکہ ہمارے لیے پانی مہیا کرے۔ اِس خوبی کی بدولت وہ ہمیشہ اُن کے ساتھ رہنے لگا۔

کوّے کا ہُدہُد کے دعوے میں طعنہ زنی اور ہُدہُد کا جواب

جب کوّے نے یہ سُنا' حسد کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ ہُدہُد جھوٹ بولتا ہے۔ کہنے لگا: اگر اُس کی نظر ایسی ہوتی تو ایک مٹھی مٹی کے نیچے جال نہ دیکھ لیتی اور یہ جال میں کیوں پھنستا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے ہُدہُد! تو کیا تیرے لیے جھوٹ بولنا اور شیخی مارنا جائز ہے؟

اُس (ہُدہُد) نے کہا: اے بادشاہ! اِس فقیر کے خلاف دشمن کی بات نہ سُن۔ اگر میرا دعویٰ غلط ہے تو میرا سر جدا کر دے۔ کوا چونکہ خدا کی قضا کا منکر ہے' اگر لاکھ عقل رکھتا ہو' کافر ہے۔ قضا و قدر کا منکر کافر ہے۔ میں ہوا میں سے جال کو

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است　　　من نگنجم ہیچ در بالا و پست
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے　　　میں اُوپر نیچے (کہیں) نہیں سما سکتا ہوں

دیکھتا ہوں اگر میری عقل کی آنکھ کو قضا بند نہ کر دے۔ جب قضا آتی ہے' عقل سو جاتی ہے۔ قضا سے کچھ نہیں چھپایا جا سکتا۔ کوے کا قضا سے منکر ہونا بھی قضا ہی سے سمجھ۔

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ' قضا کا اُن کی آنکھ بند کر دینا صاف ممانعت کی نگاہ داشت سے اور ممانعت کو ترک کرنا اور تاویل کرنا

ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کو عَلَّمَ الْاَسْمَآءَ عطا فرمایا گیا جس کی ہر رگ میں لاکھوں علم ہیں۔ ہر چیز کا نام اور اُس کی حقیقتیں اُن کی جان کو حاصل تھیں۔ جو نام کسی شے کو دیا' وہ نہ بدلا۔ کسی کو چُست کہا تو وہ سُست نہ ہوا۔ جو آخر میں مومن ہے اُسے شروع میں ہی دیکھ لیا اور جو کافر ہوگا' اُن پر ظاہر ہو گیا۔ جو آخرت کو دیکھے وہ مومن ہے اور جو چراگاہ پر نظر رکھے' بے دین ہے۔ ہمارے نزدیک ہر شے کا نام اُس کے ظاہر پر ہے' اللہ کے نزدیک اُس کے باطن پر۔ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک لکڑی کا نام عصا تھا لیکن اللہ کے نزدیک اژدہا ہے۔ اِس جگہ عمر رضی اللہ عنہ کا نام بُت پرست تھا لیکن آخرت میں مومن۔ جس کا نام ہمارے نزدیک مَنی تھا' اللہ کے سامنے ایک پیاری صورت' جیسے تُو میرے سامنے ہے۔ عدم میں یہ مَنی ایک صورت ہی تھی' جو اصلی حالت میں خدا کے سامنے موجود تھی' اس لیے ہمارا نام وہی حقیقت بنا' جو اللہ کے سامنے ہمارا انجام تھا۔ انسان کا نام انجام کے اِعتبار سے رکھتے ہیں نہ کہ اُس پر جو چندروز کے لیے ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھ نے پاک نور کے ذریعے دیکھا اور ہر چیز کی حقیقت اُن پر ظاہر ہو گئی۔ جب فرشتوں نے اللہ کے اَنوار اُن پر پائے تو سَر بسجود ہو گئے اور خدمت کے لیے دوڑے۔ جب فرشتوں نے اُن سے اللہ کے نور کا مشاہدہ کیا تو سب اُن کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ جس آدم علیہ السلام کا نام لے رہا ہوں اگر میں قیامت تک اُن کی مدح کروں تو قاصر رہوں۔ وہ سب یہ جان گئے لیکن جب قضا آئی' ایک ممانعت کی سمجھ میں اُن سے غلطی ہوئی۔ ممانعت حرام ہونے کی وجہ سے تھی یا کسی تاویل کی وجہ سے تھی اور اُنہیں وہم میں ڈالتا تھا۔ جب تاویل نے اُن کے دل پر قابو حاصل کیا کہ ممانعت صرف وقتی تھی۔ طبیعت حیرانی میں گیہوں کی طرف دوڑ پڑی۔ جب باغبان اپنے پَیر میں چُبھے ہوئے کانٹے نکالنے میں مصروف ہوا چور نے موقع پالیا اور تیزی سے سامان لے بھاگا۔ جب اُنہیں حیرت سے چھٹکارا ملا' راستہ پر آئے' دیکھا کہ چور سامان لے جا چکا تھا۔ پھر "اے ہمارے ربّ! ہم نے ظلم کیا" کہا اور آہ کی یعنی اندھیرا چھا گیا اور راستہ گم ہو گیا۔

در دلِ مومن بگنجم اے عجب
تعجب ہے' مومن کے دل میں سما جاتا ہوں

گر مرا جوئی دراں دلہا طلب
اگر میری تلاش کرے تو ان دلوں میں تلاش کر

قضا سورج کو چھپا لینے والا ابر ہے۔ اس سے شیر اور اژدہا چوہے کی طرح بن جاتے ہیں۔ ہد ہد بولا: اگر میں قضا کے وقت جال نہیں دیکھ سکتا تو میں تنہا ہی قضا کے راستے میں بے خبر نہیں ہوں۔ قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو نیکی کرے زور کو چھوڑ دے اور زاری کرے۔ اگر قضا تجھے ڈھانپ بھی لے تو آخر کار قضا ہی تیری دستگیری کرے گی۔ اگر قضا سو بار تیری جان لینا چاہے تو قضا ہی اُس کا علاج بھی کرے گی۔ اللہ کی جانب سے مصائب تنبیہ کرنے کے لیے آتے ہیں۔ یہ عین رحمت ہوتے ہیں تاکہ تجھے غفلت سے بیداری حاصل ہو ورنہ امن اور سکون کی زندگی غفلت کا سبب بن جاتی ہے۔

کنویں کے پاس آکر خرگوش کا شیر سے پیچھے ہٹنا

کنویں کے پاس آکر خرگوش جو کہ پہلے آگے جا رہا تھا' پیچھے کو ہٹا۔ شیر نے کہا: تُو پیچھے کیوں ہٹتا ہے؟ آگے آ۔ خرگوش بولا: ڈر کے مارے میرا رنگ زرد ہو رہا ہے اور رُوح کانپ رہی ہے۔ حق تعالیٰ نے پیشانی کو حال بتانے والا فرمایا ہے۔ تَعۡرِفُهُمۡ بِسِيمٰهُمۡ تُو ان کو پیشانی سے پہچانتا ہے" پہچاننے والے کی نگاہ پیشانی پر پڑتی ہے۔ رنگ' بُو اور آواز چیزوں کی حالت کی خبر دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انسان اپنی زبان میں چھپا ہوا ہے نہ کہ چادر میں"۔ سرخ چہرے کی رنگت شکر کی صدا رکھتی ہے۔ زرد چہرے کی رنگت صبر اور تکلیف کو ظاہر کرتی ہے۔

مجھ میں وہ چیز آگئی ہے جس سے سب انسان' جانور' جمادات' نباتات مات کھا گئے۔ مجھ میں وہ چیز آگئی ہے جو جس چیز میں آجائے اُس کو شکستہ کر دیتی ہے۔ اس چیز کا اثر ہر جگہ دیکھ لو۔ باغ کبھی جوڑا پہنتا ہے' کبھی ننگا ہو جاتا ہے۔ سورج جو آگ کی طرح برآمد ہوتا ہے' دوسرے وقت اوندھا ہو جاتا ہے۔ چاند اپنے پورے حُسن کے ساتھ آتا ہے پھر ہلال کی طرح ہو جاتا ہے۔ یہ زمین زلزلہ میں جاڑے کے بخار میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ یہ ہوا جو رُوح سے وابستہ ہے' جب قضا آتی ہے تو گندی بن جاتی ہے۔ جب کلیات کو رنج اور درد کا اثر ہوتا ہے تو جُزو کا چہرہ زرد کیوں نہ ہوگا۔ خصوصاً وہ جُزو جو پانی' مٹی' آگ اور ہوا کا مجموعہ ہو۔ اس کائنات میں ہر جُزو نے اپنی اصل سے ملنا ہے۔ اس دُنیا میں جتنی صلح نظر آتی ہے یہ عارضی ہے' بالآخر ان اجزاء کے دل لڑائی ہی کی طرف دوڑیں گے۔ خرگوش نے پھر کہا کہ وہ شیر اس کنویں میں مقیم ہے اور میرا دوست اُس کے پاس ہے۔ اگر تُو مجھے اپنی بغل میں لے لے تو میں کنویں تک تیرے ساتھ جا سکتا ہوں۔

شیر کا کنویں میں جھانکنا' اپنے اور خرگوش کے عکس کو دیکھنا

شیر نے خرگوش کو اپنی بغل میں لے لیا۔ جب اُنہوں نے کنویں کے پانی میں دیکھا

ابلہاں تعظیمِ مسجد می کنند　　در جفائے اہلِ دل جدّی کنند

بے وقوف لوگ مسجد کی تعظیم تو کرتے ہیں　　لیکن اہلِ دل پر ظلم کرنے کی کوششیں کرتے ہیں

تو شیر نے گرم مزاجی میں پانی میں اپنا ہی عکس دیکھا اور اُس کو اپنا دشمن سمجھ کر خرگوش کو چھوڑ دیا اور خود کنویں میں کود گیا۔ اُس کنویں میں جو اُس نے خود ظلم کر کے کھودا تھا۔

ظالموں کا ظلم ایک اندھیرا کنواں ہوتا ہے۔ جو جتنا زیادہ ظالم ہے' اُس کا کنواں اتنا ہی زیادہ گہرا ہے۔ اگر تُو کمزوروں پر ظلم کرتا ہے تو سمجھ لے کہ اتھاہ کنویں میں جا رہا ہے۔ ریشم کے کیڑے کی طرح اپنے گرد تار نہ تن' کمزوروں کو بے حمایتی نہ سمجھ۔ قرآن میں اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ جب اللہ کی مدد آئی'' کو پڑھ لے۔ اگر تُو ہاتھی ہے تو غرور نہ کر' طیرا ابابیل کی سزا تیرے لیے تیار ہے۔ اگر کوئی کمزور زمین میں امان کا خواہاں ہوتا ہے تو آسمان کے سپاہیوں میں شور مچ جاتا ہے۔

اے ظالم! ظلم کی جو صفت تُو لوگوں میں دیکھتا ہے' اکثر تیری اپنی خصلت ہی ان میں ہوتی ہے۔ ظلم کر کے تُو زخم اپنے آپ پر لگا رہا ہے اور اپنے گرد لعنت کے تار بُن رہا ہے۔ جب تُو اپنی اِس عادت کی گہرائی میں پہنچے گا تو پھر تجھے خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ شیر کو گہرائی میں جا کر احساس ہوا کہ وہ اپنے عکس ہی کو اپنا دشمن سمجھ رہا تھا۔ لوگوں کو دیکھ کر عبرت پکڑ اور اپنی اِصلاح کر۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے''۔ اگر تمہاری آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی ہے تو تُو اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ سے فائدہ اُٹھا سکتا اور حضور ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔ وہ تمہارے سارے عیب تاڑ لے گا۔ نیکی اور بدی کو الگ الگ پہچان۔

اے ہمارے ربّ! تُو ہم پر اپنی رحمت کا پانی چھڑک تا کہ ہماری نفسانی خواہشات کی آگ نور بن جائے۔ ہر شے کا تُو مالک ہے۔ تُو چاہے تو آگ میں پانی کی صفت پیدا ہو جائے۔ تُو ہمیں بن مانگے طرح طرح کی نعمتیں دیتا ہے۔ مانگنے سے کیوں نہ دے گا۔ تُو نے ہمیں جان' رزق وغیرہ بغیر مانگے ہی عطا کی ہیں۔ یہ ہمارا مانگنا بھی تیری مہربانی کی وجہ سے ہے کیونکہ تیری رحمت نہ ہو تو ہم رُجوع ہی نہیں کر سکتے۔ تُو بن مانگے ہمیں پوشیدہ خزانے دیتا ہے۔ جنت میں جانے تک سرورِ کائنات ﷺ کے طفیل ہمیں اِسی طرح نوازتا رہ۔

خرگوش کا جانوروں کے پاس خوشخبری لے جانا کہ شیر کنویں میں گر گیا

خرگوش اپنی رہائی پر خوش' اپنی قوم کی طرف بھاگا۔ وہ موت کے پنجے سے چھوٹا تو تالیاں بجاتا ہوا اور رقص کرتا ہوا آیا۔ ہر پھل اور پتا اور شاخیں' درخت کی صورت زمین کی قید سے آزادی پر' بغیر زبان کے اللہ کے شکر اور اُس کی تسبیح کا راگ گاتے ہیں کہ عطا کرنے والے نے ہماری جڑ کی پرورش کی حتیٰ کہ ایک موٹا

سجدہ گاہ جملہ است آنجا خُداست	مسجدے کاں اندرون اولیاست
وہ سب کی سجدہ گاہ ہے کیونکہ وہاں خُدا ہے	اولیاء اللہ کے اندر جو مسجد ہوتی ہے

درخت بن گیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

پانی اور مٹی میں مقید جانیں جب پانی اور مٹی کی قید سے خوشی سے رہا کی جاتی ہیں تو اللہ کے عشق کی ہوا میں ناچتی ہیں۔ اُن کے جسم رقص کرتے ہیں اور جانوں کے متعلق نہ پوچھ اور جو لوگ مجسّم جان (رُوح) بن جاتے ہیں۔ اُن کے بارے میں بھی نہ پوچھ۔ شیر کے لیے شرمناک ہے کہ وہ خرگوش سے عاجز آ جائے۔ تُو خود بھی ایسے ہی ننگ میں مبتلا ہے اور پھر تُو چاہتا ہے کہ تجھے فرِدین کا لقب دیا جائے۔ اے انسان! تُو زمانے کے اس کنویں میں شیر کی طرح اور تیرا نفس خرگوش کی طرح ہے جو تیرا خون چوس رہا ہے۔ تیرا خرگوش صفت نفس مزے سے چرنے میں مشغول ہے اور تُو کنویں کی گہرائی میں گرتا جا رہا ہے۔

شکاروں کا خرگوش کے پاس جمع ہونا، اُس کی تعریف کرنا اور خرگوش کی شکاروں کو نصیحت "دُشمن کے مرنے پر خوش نہ ہونا"

سب جانور خرگوش کے گرد جمع ہو گئے اور وہ شمع کی طرح اُن کے درمیان بیٹھا تھا۔ وہ اُس سے پوچھ رہے تھے کہ یہ کارنامہ تُو نے کیسے سرانجام دے دیا؟ اُس نے جواب دیا: دوستو! خدا کی تائید تھی ورنہ خرگوش کی اس دُنیا میں کیا حیثیت ہے۔ اُس نے مجھے قوت عطا فرمائی اور دل کو نور دیا اور دل کے نور نے ہاتھوں اور پیروں کو طاقت دی۔

فضیلتیں اللہ کی طرف سے ملتی ہیں، پھر اُسی کی جانب سے تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اُس کے فضل پر جان اور دل سے سجدہ بجا لاؤ۔ بار بار اللہ اہلِ مشاہدہ تک یہ بات پہنچاتا رہتا ہے کہ خبردار! زیادہ خوش نہ ہو تُو بھی اپنی باری سے وابستہ ہے۔ ہاں جس کی سلطنت باری سے بالاتر قائم کی جاتی ہے وہ دائمی دَور کے ساتھ رُوح کے ساتھی ہوتے ہیں۔ یہ دُنیا ایک ساعت کے لیے ہے، جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ راحت میں ہے۔ اِسے چھوڑ دے اور اس کے بعد بقا کا پیالہ پی۔ اس مُردار کو کتوں کے لیے چھوڑ دے اور غرور کے شیشے کو چورا چورا کر دے۔

ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں

اے بزرگو! ہم نے باہر کے دُشمن کو مارا ڈالا لیکن اُس سے زیادہ بدتر دُشمن باطن میں بچا رہ گیا۔ اِس دُشمن کو مارنا عقل و ہوش کا کام نہیں ہے۔ باطن کا شیر خرگوش کے قابو کا نہیں ہے۔ یہ نفس، دوزخ ہے اور دوزخ، اژدہا کی مانند ہے کہ وہ دریاؤں سے بھی نہیں بھرتا۔ سات سمندر پی لے پھر بھی اس کی سوزش کم نہ ہو۔ اِس دوزخ میں پتھر اور سنگدل انسان ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

اولیا را درون ہم نغمہاست — طالبان را ازاں حیاتِ بے بہاست

اُولیاء کے باطن میں نغمے ہیں — اُن سے طالبوں کو انمول زندگی حاصل ہوتی ہے

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ''جہنم کی خوراک انسان اور پتھر ہوں گے'' اللہ فرمائے گا: هَلِ امْتَلَئْتِ '' کیا تیرا پیٹ بھر گیا'' وہ کہے گی هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ یعنی اور لاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ لامکاں سے اُس پر قدم رکھ دے گا۔ اور وہ کُن سے ساکن ہو جائے گی۔

اللہ کے سوا کون ہے جو اِس کمان کو کھینچے۔ کمان میں سیدھا تیر ہی رکھتے ہیں۔ تیرے سارے تیر ٹیڑھے ہیں۔ تُو تیر کی طرح سیدھا ہو جا اور اللہ کی کمان سے چھوٹ جا۔ اب ہمیں باطنی جنگ کی طرف متوجہ ہونا ہے اور نبی ﷺ کے سہارے جہادِ اکبر میں لگے ہیں۔ خدا سے میں سمندر کو چاک کر دینے والی قوت چاہتا ہوں۔ دوسروں کو چیر نے پھاڑنے والا شیر بننا آسان ہے۔ شیر دراصل وہی ہے جو خود کو شکست دے دے تاکہ اللہ کی مدد سے اللہ کا شیر بن جائے اور نفس اور اُس کے فرعون سے نجات پائے۔

قیصرِ رُوم کے ایلچی کا پیغام لے کر امیرالمومنین حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا اور اُن کو کھجور کے درخت کے نیچے سوتا ہوا پانا

روم کے بادشاہ (قیصرِ روم) کا ایک ایلچی حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ خلیفہ کا محل کہاں ہے؟ تاکہ میں اپنا گھوڑا اور سامان وہاں لے جاؤں۔ لوگوں نے کہا: اُس کا کوئی محل نہیں ہے۔ اُس کا محل تو اُس کی روشن جان ہے۔ گرچہ وہ سردار ہے لیکن فقیروں جیسی جھونپڑی میں رہتا ہے۔ تُو اُس کا محل نہیں دیکھ سکتا کیونکہ تیری آنکھوں میں پڑ بال ہے۔ دل کی آنکھ کو پڑبال سے صاف کر لے تو اُس کے محل کو دیکھنے کی تمنا کر۔ جس کی جان ہوس سے پاک ہو وہ اُس محل کو دیکھ سکتا ہے۔

جب حضرت محمد ﷺ آگ اور دھوئیں سے پاک ہو گئے تو جس طرف رُخ کیا خدا کی ذات تھی۔

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ ''تم جدھر کو رُخ کرو گے وہاں اللہ کی ذات موجود ہے'' جو وسوسہ کا دوست ہے وہ اللہ کی ذات کو کب دیکھ سکتا ہے؟ لوگوں کے درمیان اللہ اس طرح روشن ہے جیسا ستاروں میں چاند' اگر تُو نہیں دیکھتا ہے تو یہ دُنیا تو معدُوم نہیں ہے۔ اپنے نفس کی انگلی کو آنکھ پر سے ہٹا لے پھر تُو جو کچھ چاہتا ہے دیکھ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو اللہ کی دعوت دی تو اُنہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اُوپر کپڑے اوڑھ لیے۔ اُنہوں نے فرمایا: تم نے خود دیکھنے اور سننے کے راستے بند کر لیے ہیں۔ آدمی تو بینائی ہے' باقی کھال ہے۔ دید تو دراصل محبوب کی دید ہے۔ دوست کا دیدار نہ ہو تو پھر اندھا ہونا اچھا ہے اور جو دوست باقی رہنے والا نہ ہو اُس کا دُور رہنا ہی بہتر ہے۔ لوگوں سے

نشنود آں نغمہا را گوشِ حِس	کز سِتمہا گوشِ حِس باشد نجس
اُن نغموں کو حِسّی کان نہیں سُنتے ہیں	اسلئے کہ (دُنیا کی) باتوں سےحِسّی کان ناپاک ہو جاتے ہیں

ایسی باتیں سنیں تو ایلچی اور زیادہ مشتاق ہو گیا۔ سوچنے لگا' ایسا آدمی بھی دُنیا میں ہو گا کہ جو جسم میں جان کی طرح دُنیا سے پوشیدہ ہے۔

ایک بدو عورت نے اُس اجنبی کو دیکھ کر کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس کھجور کے درخت کے نیچے ہیں۔ تُو اُس درخت کے نیچے مخلوق سے جُدا خُدا کے سایہ کو سایہ میں سوتا دیکھ۔ وہ اُس جگہ آیا اور دُور کھڑا ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کپکپی میں مبتلا ہو گیا اور اُس پر اللہ کی طرف سے ایک اچھی حالت طاری ہو گئی۔ محبت اور ہیبت دونوں ضدوں کو اُس نے اپنے جگر میں جمع دیکھا۔ اپنے آپ سے کہا: میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں لیکن اس شخص کی ہیبت نے میرے حواس گم کر دیئے ہیں۔ میں بڑے بڑے شکاری جانوروں سے لڑا ہوں۔ شیر کی طرح جنگوں میں لڑا ہوں۔ بہت سے زخم کھائے اور لگائے لیکن میرا دل ہمیشہ قوی رہا۔ یہ شخص بغیر ہتھیار کے زمین پر سویا پڑا ہے لیکن میں لرز رہا ہوں۔ یہ کیا بات ہے؟ یہ کسی مخلوق کی ہیبت نہیں ہے بلکہ خدا کی ہیبت ہے۔ جو شخص اللہ سے ڈرا اور جس نے تقویٰ اختیار کیا' اُس سے جن اور انسان ڈرتے ہیں۔ ایک گھنٹہ انتظار کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے۔ اُس نے اُن کو سلام کیا اور تعظیم دی۔ اُنہوں نے اُسے پاس بلایا اور مطمئن کیا۔ اُس کے دل کا ڈر جاتا رہا۔ اُس گھبرائے ہوئے کو اُنہوں نے خوش کر دیا۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایلچی سے بات چیت اور اُس کا سوال کرنا

اس کے بعد اُنہوں نے اُس سے باریک باتیں کیں جو کہ اللہ پاک کی صفات کے بارے میں تھیں اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم پر اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کے بارے میں تاکہ وہ حال اور مقام کو سمجھ سکے۔ حال گویا ایک حسین دلہن کا جلوہ ہے اور مقام دلہن کے ساتھ خلوت۔ جلوہ تو شاہ و غلام سب دیکھتے ہیں لیکن خلوت میں بادشاہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ صوفیوں میں اہلِ حال بہت ہوتے ہیں لیکن صاحبِ مقام کم ہیں۔ اُنہوں نے اُس کو جان (رُوح) کی منزلیں بتائیں اور اس کے سفر یاد دلائے۔ اُس زمانہ کی یاد دلائی جو قیدِ زمان سے خالی تھا اور اس مقامِ قُدس کی جو جلالی تھا اور اُس نورانی ہوا کی جس میں رُوح ایک پرندکی طرح پرواز کرتی تھی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایلچی کی طبیعت کو اسرار کا طالب پایا اور معلوم کیا کہ وہ استعداد رکھتا ہے تو پاک بیج' پاک زمین میں بو دیا۔

ایلچی نے پوچھا کہ رُوح عالمِ بالا سے زمین پر کیوں آ گئی اور لاتعداد پرندے پنجرے میں کیسے آ گئے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے رُوح پر افسوں اور افسانے پڑھ دیئے۔ وہ مَعْدُوم جو آنکھ اور کان نہیں رکھتے جب اُن پر افسوں پڑھا جاتا ہے تو وہ جوش میں آ جاتے ہیں اور مَعْدُوم چیزیں وجود کی جانب قلابازیاں کھاتی ہوئی جاتی ہیں۔ پھر

جب موجود پر اُس نے افسوں پڑھا تو اُس کو عدم میں تیز دوڑا دیا۔ جسم کو کوئی آیت سُنا دی تو وہ جان بن گیا۔ سورج سے کہا' تو وہ چمکدار بن گیا۔ پھر اُس کے کان میں خوفناک بات کی تو اُس پر گرہن ہوگیا۔ پھول کے کان میں کچھ کہا تو وہ شگفتہ ہوگیا۔ لعل سے کچھ کہا تو وہ چمکدار بن گیا۔ معلوم نہیں زمین کے کان میں کیا کہا کہ وہ منتظر اور خاموش ہوگئی ہے۔ اُس بولنے والے نے اَبر کے کان میں نہ جانے کیا کہہ دیا کہ وہ مشک کی طرح آنکھ سے پانی بہاتا ہے۔

جو شخص تردد میں گرفتار ہے اللہ نے اُس کے کان میں کوئی مُعمّا ڈال دیا ہے تاکہ اُسے دوگمانوں میں مبتلا کردے کہ یہ کروں یا وہ کروں لیکن پھر اللہ کی طرف سے ایک جانب کا رُجحان پاتا ہے تو اُس طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اگر تُو اپنی جان کے ہوش کو تردد میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تو وسوسہ کی روئی کو اپنے کان سے نکال دے تاکہ آسمان سے تیرے کان میں آواز آئے۔ اِس طرح تیری جان کا کان وحی کی جگہ بن جاتا ہے۔ وحی کیا ہے؟ ایک پوشیدہ حِس کی گفتگو ہے۔ جان کے کان اور آنکھ اِس حِس کے علاوہ ہیں اور عقل کا کان اور گمان کی آنکھ اِس سے خالی ہیں۔ یاد رکھو! یہ حالت جبر نہیں ہے۔ یہ اللہ سے معیت ہے۔ یاد رکھو! جبر کو صرف وہی پہچان سکتے ہیں جن کے دل کی آنکھ خدا نے کھول دی ہے۔ غیب اور آنیوالی چیزیں اُن پر منکشف ہوگئی ہیں۔ اُن کا اختیار اور جبر دوسرا ہی ہے۔ اِن لوگوں کی طبیعت ہرن کا نافہ ہے۔ باہر خون ہے لیکن اندر مُشک ہے۔ اختیار اور جبر جب تجھ میں تھا تو ایک خیال تھا۔ جب اُن میں پہنچا تو نورِ جلال بن گیا۔ روٹی جب تک دسترخوان پر ہے بے رُوح ہے' انسان کے جسم میں پہنچ کر وہ بشاش رُوح بن جاتی ہے۔ رُوح اُس کو سلسبیل کے ذریعے متغیر کرتی ہے۔ اب دیکھ کہ یہ رُوح کی طاقت ہے تو ''رُوح کی رُوح'' کی کیا طاقت ہوگی؟ روٹی ہمارے بدن کی غذا ہے۔ اُس رُوح کی غذا کیا ہوگی؟ آدمی جو گوشت کا ایک ٹکڑا ہے' جان کے زور سے پہاڑ' سمندر اور کان پھاڑ دیتا ہے لیکن جان کی جان کا زور وَانشَقَّ الْقَمَرُ (چاند پھٹ گیا) ہے۔ اِس لیے اگر دل راز کو کھول دے تو جان عرش کی جانب دوڑ جائے۔

حضرت آدم علیہ السّلام کا اپنی لغزش کو اپنی طرف اور شیطان کا اللہ تعالیٰ کی طرف منسُوب کرنا

یعنی رَبَّنَا ظَلَمْنَا (اے ہمارے رب! ہم نے ظلم کیا) اور رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِیْ (اے میرے رب! مجھے تو نے کیوں گمراہ کیا) میں فرق کا بیان۔ اللہ کے فعل اور ہمارے فعل' دونوں کو دیکھ۔ ہمارے فعل کو موجود سمجھ کیونکہ اگر مخلوق کا فعل موجود نہ ہو تو ہم کسی کو کیوں کہیں کہ تُو نے ایسا کیوں کیا؟ اللہ کی آفرینش ہمارے جملہ افعال کی موجد ہے لیکن ہمارا یہ فعل ہمارے اختیار میں ہے لیکن اُن کی جزا کبھی

سانپ ہے اور کبھی دوست۔ کیونکہ بولنے والا یا لفظوں کو دیکھتا ہے یا مطلب کو اگر وہ معنیٰ کی طرف گیا تو حروف سے غافل ہوا کیونکہ کوئی آنکھ ایک ہی وقت میں آگے اور پیچھے کب دیکھ سکتی ہے؟ جب ایک جان حروف اور معنیٰ پر حاوی نہیں ہو سکتی، تو جان دونوں کی خالق کیسے ہو سکتی ہے؟

لیکن اے بیٹا! اللہ سب پر حاوی ہے۔ اُس کو ایک کام دوسرے سے نہیں روکتا۔ انسان اپنے اَحوال کا خود خالق نہیں ہے بلکہ انسان کے تمام اَفعال کا خالق بھی اللہ ہی ہے۔ اِس لیے کہ خالق کا اپنی مخلوق پر علمی احاطہ ہونا ضروری ہے ورنہ وہ اُسے پیدا ہی نہ کر سکے گا۔ چونکہ انسان کو اپنے اَفعال کی حقیقت کا علم مکمل طور پر نہیں ہوتا اِس لیے وہ اپنے اَفعال کا خالق بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اللہ کے قول "کُن" نے ہماری جان کو مست کر دیا ہے اور جس کو اُس نے پیدا کیا ہے وہ اُس کو کیوں نہ جانے گا؟

شیطان نے کہا: تُو نے مجھے کیوں گمراہ کیا؟ اُس نے اپنے فعل کو چھپا لیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: "ہم نے اپنے اُوپر ظلم کیا"۔ وہ ہماری طرح اپنے فعل سے غافل نہ تھے۔ اُنہوں نے ادب کی وجہ سے اللہ کے فعل کو چھپا دیا اور اپنے اُوپر گناہ لے لینے سے اُنہوں نے پھل کھایا۔ توبہ کے بعد اُس نے پوچھا: اے آدم! کیا وہ جرم اور مصیبتیں جو تُو نے اُٹھائیں میں نے پیدا نہیں کی تھیں؟ کیا وہ میری تقدیر اور قضا نہ تھی۔ تُو نے عُذر کے وقت اُس کو کیوں چُھپایا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: میں ڈرا اور ادب کو نہ چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں نے بھی تیرے لیے اس کا لحاظ رکھا"۔ سچ ہے جو شخص تعظیم کرتا ہے عزت پاتا ہے۔ پاک چیزیں، پاک لوگوں کے لیے ہیں۔ ہر موقع پر اُس کا شکر ادا کرے گا اور اُسے خوش رکھے گا تو پھر دیکھ وہ کیا کرتا ہے۔

جبر کو اِختیار سے جدا سمجھنے کے لیے ایک مثال سُن۔ ایک وہ ہاتھ ہے جو رَعشہ کی وجہ سے خود بخود ہل رہا ہے اور ایک ہاتھ کو تُو خود ہلا رہا ہے۔ دونوں حرکتوں کو اللہ کی پیدا کردہ سمجھ لیکن اثرات مختلف ہیں۔ جس کو تُو ہلا رہا ہے اِس سے تُو شرمندہ ہے لیکن رَعشہ والا کبھی شرمندہ نہیں ہوتا۔ یہ عقلی بحث ہے اور عقل حیلہ گر ہے۔ عقلی بحث اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے لیکن رُوحانی بحث دوسری ہی چیز ہے۔ جس زمانے میں عقلی بحث مہیا تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوجہل کے ہمراز تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ جب عقل سے رُوح کی طرف آئے اُن کی بحث میں ابوالحکم، ابوجہل بن گیا۔ عقل اور حواس کے اِعتبار سے وہ پورا ہے، اگرچہ رُوح کے اِعتبار سے وہ جاہل ہے۔ رُوحانی بحث یا عجیب ہے، یا اُس سے بھی بڑھ کر اِس لیے کہ وہ بینا جس کی روشنی چمک رہی ہے لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے سے بے نیاز ہے۔

مرتبہ اِنساں بدستِ اَولیا
اِنسان کا مرتبہ اولیاء کے ہاتھ میں ہے

سُغبہ چُوں حیواں شناش اے کیا
فرماں بردار حیواں کی طرح سمجھ، اے عقلمند!

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ "وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" ہم پھر قصہ کی طرف لوٹتے ہیں لیکن ہم اِس قصہ سے باہر ہی کب تھے۔ اگر ہم جہل میں مبتلا ہیں تو وہ اللہ کا قید خانہ ہے۔ اگر علم سے بہرہ ور ہیں تو یہ اُس کا محل ہے۔ اگر سو جائیں تو یہ اُس ہی کی مستی ہے۔ اگر بیدار ہیں تو اُسی کے داستان گو ہیں۔ اگر روئیں تو اُس کا صاف پانی بھرا اَبر ہیں۔ اگر غصہ اور لڑائی میں ہیں تو اُس کا قہر ہیں اور اگر صلح و معذرت میں ہیں تو اُس کی مہر کا پَرتو ہیں۔ اِس پیچ در پیچ دُنیا میں ہم پھر کیا ہیں؟ ہم الف کی طرح ہیں، جس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اگر تُو الف کی طرح خالی ہو جائے تو اِس راستہ کا یگانہ انسان بن جائے۔ کوشش کر کہ اِس فانی دُنیا کی اشیاء سے دل کو ہٹا لے۔ اِس بات کو یہیں ختم کر دیں کہ انسان کی تمام صفات دراصل اللہ کی مختلف صفات کا مظہر ہی تو ہیں۔ آؤ روم کے ایلچی اور حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کی بات کریں۔

ایلچی کا امیر المومنین سے رُوحوں کے اِس آب و گِل کے جسم میں مُبتلا ہونے کا سبب پُوچھنا

تمام باتوں کے بعد ایلچی کے دل میں روشنی پیدا ہو گئی۔ اُس نے اصل کو معلوم کر لیا اور فروع کو چھوڑ دیا اور حکمت کی بات پوچھی کہ رُوح جیسی مُصفّٰی چیز کو جسموں میں قید کرنے میں کیا حکمت ہے؟ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انسان معنیٰ اور آواز جیسی آزاد چیزوں کو لفظوں میں قید کر دیتا ہے تو اِس میں اُس کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ تو جو ذات خود فائدوں کی خالق ہے تو اُس کے افعال میں بھی ضرور حکمت ہے۔ رُوح کو قید کرنے کے لاکھوں فائدے ہیں اور اُن میں سے ہر ایک ہمارے لاکھ فائدوں سے بہتر ہے۔ اگر انسان کا کلام فائدے سے خالی نہیں، جو کہ جُز ہے، تو کُل کے کُن کہنے کا کلام فائدے سے خالی کیسے ہوگا؟ بولنے سے اگر فائدہ نہ ہو تو بولنا چھوڑ دے اور اگر ہو تو اعتراض چھوڑ دے اور شکر گزار بن جا۔ غیر مُفید سوال کرنا دُرست نہیں ہوتا اور مُفید سوال بھی اعتراض کی صورت میں نہیں بلکہ شکر گوئی کے طریقے پر ہونا چاہیے۔ کیونکہ انسانوں کا شکر گزار ہی اللہ کا شکر گزار ہوتا ہے اور دراصل انسان کا شکر گزار ہونا اللہ کا شکر گزار ہونا ہے۔

حدیث "مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّجْلِسَ مَعَ اللهِ فَلْيَجْلِسْ مَعَ اَهْلِ التَّصَوُّفِ" جو اللہ کے ساتھ بیٹھنے کا قصد کرے، وہ اہلِ تصوف کے ساتھ بیٹھے

اِس جگہ پہنچ کر ایلچی، شاہ بن گیا اور اللہ کی قدرت پر فریفتہ ہو گیا۔ نہ اُس کو سفارت یاد رہی اور نہ پیغام۔ قطرہ فنا ہو کر سیلاب بن گیا۔ روٹی کا تعلق جب آدم علیہ السلام سے ہوا مردہ روٹی زندہ اور باخبر ہو گئی۔ بہت ہی قابلِ مُبارک باد

عقلِ عقلند اولیا و عقلہا　　بر مثالِ اُشتراں تا اِنتہا

اولیاء عقل کی عقل ہیں اور سب عقلیں　　آخیر تک اونٹوں کے کاروان کی طرح ہیں

ہے وہ شخص جو خودی سے نکل گیا اور کسی زندہ کے وجود سے وابستہ ہو گیا۔ افسوس ہے اُس زندہ پر جو کسی مردہ کا ہم نشین ہوا۔

جب تُو سچے قرآن کی پناہ میں آ گیا تو گویا انبیاء علیہم السلام کی رُوح سے گُھل مل گیا۔ قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے حالات ہیں جو اللہ کے پاک دریا کی مچھلیاں ہیں۔ اگر تُو صرف پڑھتا ہے اور عمل نہیں کرتا تو اسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کا دیدار سمجھ۔ اگر تُو عمل کرے گا تو جب اُن کے قصے پڑھے گا تو تیری جان کا پرندہ پنجرے میں تنگ آ جائے گا۔ وہ پرندہ نادان ہے کہ جو قید ہو اور چھٹکارا نہ چاہے۔ جو رُوحیں پنجرہ سے آزاد ہو گئی ہیں انبیاء علیہم السلام اور شائستہ مُرشد ہیں۔ باہر کی دُنیا سے اُن کی آوازیں آ رہی ہیں کہ تیرے چھٹکارے کا راستہ یہی ہے یہی ہے۔ اِس پنجرے سے رہائی چاہتا ہے تو اپنے آپ کو رنجور اور زار و نزار بنا لے تاکہ شہرت سے نکل آئے۔ مخلوق کی شہرت ایک مضبوط بیڑی ہے اور راستے کو طے کرنے کے لیے یہ لوہے کی بیڑی سے کم نہیں ہے۔

سوداگر جو بغرض تجارت ہندوستان جا رہا تھا اور ایک قیدی طوطی کا ہندوستان کی طوطیوں کو پیغام بھیجنا

ایک سوداگر کے پاس ایک طوطی تھی جو کہ پنجرے میں قید تھی۔ ایک دفعہ سوداگر نے ہندوستان جانے کا قصد کیا اور گھر میں سے ہر ایک سے پوچھا کہ واپسی پر اُس کے لیے کیا لائے؟ ہر ایک نے اپنی خواہش ظاہر کی۔ اُس نے طوطی سے بھی پوچھا کہ کیا سوغات چاہتی ہے؟ تو طوطی نے کہا کہ وہاں میری ساتھی طوطیاں ہوں گی اُن کو میرا حال بیان کر دینا کہ وہ طوطی تمہیں ملنے کے لیے مُشتاق ہے اور قید سے رہائی کی تدبیر اور رہنمائی چاہتی ہے۔ اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو کیا بُرے کے ساتھ بُرا سلوک کرنا چاہیے؟ پھر تم میں اور مجھ میں فرق کیا رہا۔

اے الٰہی! جو سلوک غصہ میں تُو ہم سے کرتا ہے وہ سارنگی کی آواز سے زیادہ خوشگوار ہے۔ تیرا بظاہر ظلم دُنیا کی دولت سے بہتر ہے۔ تیرے ظلم میں بھی شیرینیاں اور لطافت ہے جو ہر ایک نہیں پہچان سکتا۔ اگر تیرے ظلم کی حقیقت کا انکشاف ہو جائے تو عالم اگر رو رہا ہو تو خوشی سے ہنسنے لگے۔ طوطی نے کہا کہ میں اللہ کے قہر اور مہربانی پر عاشق ہوں۔ اس لیے کہ میرا عشق اِن دونوں مخالف چیزوں کے منبع سے ہے۔ عشق کیوں نہ ہو کیونکہ اس کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ عشق کی وجہ سے محبوب کی طرف سے آنے والی سب ناگواریاں عاشق کو گوارہ ہوتی ہیں۔ اِس لیے وہ کل کا عاشق ہے اور خود اُسی کا جز ہے گویا اپنے آپ پر ہی عاشق ہے۔

آنچہ تو در آئینہ بینی عیاں	پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
تُو جو کچھ آئینے میں ظاہر دیکھتا ہے	پیر پتھر میں سے اُس سے پہلے دیکھ لیتا ہے

عقولِ الٰہی کے پَردار پرندوں کا ذکر

جان کی طوطی کا بھی یہی حال ہے۔ وہ کہاں ہے جو اُن پرندوں کا محرم ہو؟ جب ایسی رُوح دردِ فراق سے نالاں ہوتی ہے تو ساتوں آسمانوں میں شور مچ جاتا ہے۔ ایسی رُوح سے اللہ تعالیٰ کے نامہ و پیام جاری رہتے ہیں۔ وہ ایک بار "یا رَبّ" کہتی ہے تو جنابِ باری کی طرف سے ساٹھ بار لبیک کی صدا آتی ہے۔ اُس کی لغزش خدا کے نزدیک اُس کی اطاعت سے بہتر ہوتی ہے۔ اُس کا کفر ایمان سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اُس کا جسم زمین پر لیکن رُوح لامکان میں ہوتی ہے۔ وہ لامکان جو سالکوں کے تصور سے بالا ہوتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ دم نہ مارُ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

سوداگر کا جنگل میں طوطیوں کو دیکھنا اور پیغام پہنچانا

سوداگر نے یہ پیغام قبول کرلیا اور وہ ہندوستان میں پہنچا تو جنگل میں اُس نے چند طوطیوں کو دیکھا اور اُن تک امانت پہنچادی۔ پیغام سُنتے ہی اُن میں سے ایک طوطی کانپنے لگی۔ گری اور دم توڑ دیا۔ سوداگر بہت پریشان ہوا کہ بلاوجہ ایک پرندے کی ہلاکت کا باعث بنا۔ اُسے اپنی زبان پر بہت افسوس ہوا کہ اُسے نقل یا شیخی کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ لفظ کے منہ سے نکلنے سے کبھی کبھی بہت نقصان ہوسکتا ہے۔

توحید کو تاریک دل عوام کے سامنے بیان کرنا تباہی اور بربادی کا سبب بنتا ہے۔ دل کے اندھوں کے آگے اسرار کی باتیں بیان کرنے سے بھی فساد کا خطرہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ایک بات جہان کو ویرانہ بنادیتی ہے اور کبھی لومڑیوں کو شیر بنا دیتی ہے۔ رُوحیں اپنی اصل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا دم رکھتی ہیں۔ وہ ایک وقت میں زخم اور دوسرے میں مرہم بن جاتی ہیں۔ اگر تُو شکر جیسی بات بھی کہنا چاہتا ہے تو پھر بھی صبر کر۔ عقل مندوں کو صبر مرغوب ہوتا ہے۔ جو بات کرنے کے معاملے میں صبر اختیار کرتا ہے آسمان سے بلند ہوجاتا ہے۔

شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ کے قول کی تفسیر

اے عقل مند! تُو صاحبِ دل ہے۔ تُو درجۂ کمال پر پہنچ جانے کی وجہ سے زہر بھی کھائے گا تو وہ تیرے لیے شہد ہے۔ صاحبِ دل کسی مُضر چیز سے نقصان نہیں اُٹھاسکتا۔ اس لیے کہ وہ نقائص سے صحت یاب ہوچکا ہے اور پرہیز سے نجات پاگیا ہے۔ لیکن اِس راہ کا طالب ابھی بخار میں مبتلا ہے۔ اُسے صبر کرکے اپنے مراتب اور بلند کرنا ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے گستاخ! کسی مُرشد کی کبھی برابری مت کر کیونکہ اگر مُرشد سے جھگڑا کرے گا تو تیرا نقصان ہوجائے گا۔ اگر تُو نمرود ہے تو آگ میں نہ جا اور اگر جانا چاہتا ہے تو پہلے ابراہیم علیہ السلام بن۔ اگر تُو تیراک نہیں ہے تو

پیر ایشانند کایں عالم نبود	جانِ ایشاں بود در دریائے جود
وہ اُس وقت سے پیر ہیں جبکہ یہ عالم بھی نہیں تھا	اُن کی رُوحیں پہلے سے دریائے حق میں موجود تھیں

اپنے آپ کو پانی میں مت ڈال۔ ایک مردِ کامل ناقص چیزوں سے بھی نفع حاصل کر سکتا ہے۔ وہ اگر خاک لے لے تو سونا ہو جائے اور ناقص سونے کو خاک بنا دیتا ہے۔ سچا انسان چونکہ اللہ کا مقبول ہوتا ہے اُس کے کاموں میں اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ ناقص کا ہاتھ دھوکے اور مکر کے جال میں ہوگا۔ بیمار انسان جو بھی لیتا ہے، بیماری پیدا ہوتی ہے۔ کامل انسان بظاہر کفر کی بات کرتا ہے تو دین بن جاتا ہے۔ اس لیے کامل کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہوش سے کام لے۔

جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرنا کہ پہلے آپ لاٹھی ڈالئے

فرعون لعین کے زمانے میں جادوگروں نے کینہ پروری کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جھگڑا کیا لیکن انہوں نے اُن کو معزز مان کر کہا کہ آپ پہلے عصا ڈالیں۔ دین کی اِس تعظیم نے جادوگروں کو خرید لیا اور جب اُن کے مرتبے کو پہچان لیا تو اس جرم میں اپنے ہاتھ پیر کٹوا بیٹھے۔ لقمہ اور نکتہ کامل کے لیے حلال ہے۔ تُو کامل نہیں ہے، نہ کھا۔ یعنی دعویٰ نہ کر گونگا بن جا، اس لیے صرف سُن۔

بچہ جب دودھ پیتا ہے تو ایک مدت تک کان بن کر چپ رہتا ہے۔ ہر سالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ ترکِ لذائذ کرے اور تصوف کے باریک مسائل پر کلام نہ کرے۔ اُس کے لیے کمال حاصل ہونے تک صرف سُنتا ہی چاہیے۔ ہاں جب کامل ہو جاتا ہے تو اُس کا کام تعلیم دینا ہو جاتا ہے۔ اس راہ میں ایک مدت تک ہونٹ سینے چاہیں اور بات کرنے والوں سے بات سیکھنی چاہیے۔ ہر بولنے کے لیے پہلے سُننا ضروری ہوتا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی گویائی سننے سے بے نیاز ہے۔ وہ مُوجد ہے اور کسی اُستاد کے تابع نہیں۔ باقی سب ہر کام میں اُستاد کے تابع اور مثال کے محتاج ہیں۔

اپنے باطن کی تکمیل کا طریقہ یہ ہے کہ علیحدگی اختیار کر کے اشکباری اختیار کی جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام رونے کے لیے زمین پر آئے۔ اگر تُو آدم علیہ السلام کی پشت میں سے ہے تو پھر جستجو میں رہ۔ دل کی آگ اور آنکھ کے پانی سے اپنی رُوح کی غذا تیار کر۔ اے نفاست پسند! تو آنسوؤں کا ذوق کیا جانے، تُو ندیدوں کی طرح روٹی کا عاشق ہے۔ اگر تُو جان کے تھیلے کو روٹی سے خالی کرلے تو یہ موتیوں سے بھر جائے۔ جو لقمہ انسان کی جان میں نور اور کمال بڑھاتا ہے، وہ حلال کمائی سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے۔ حلال لقمہ سے علم اور دانائی پیدا ہوتی ہے۔ عشق سے دل کی نرمی پیدا ہوتی ہے۔ جب تُو دیکھے کہ لقمہ سے حسد، مکر، جہل اور غفلت پیدا ہو رہی ہے تو اُس کو حرام سمجھ۔ لقمہ بیج ہے اور اس کا پھل خیالات ہیں۔ حلال لقمہ کے منہ میں آنے سے عبادت کا رُجحان اور آخرت میں جانے کا پختہ ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے حضوری حاصل ہوتی ہے۔ دل اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔

شاہ آں داں کو ز شاہی فارغ ست
اصل شاہ وہ ہے جو دُنیاوی بادشاہی سے بے نیاز ہے

بر مہ و خورشید نورش بازغ ست
اُس کا نُور سُورج اور چاند کے نُور پر غالب ہے

سوداگر کا طوطی کو بتانا کہ اُس نے ہندوستان میں کیا دیکھا

سوداگر نے واپسی پر ہر ایک کی سوغات اُس کے حوالے کی۔ طوطی نے کہا: میرا تحفہ کہاں ہے؟ وہ بولا کہ تمہارا پیغام دے کر میں اب تک پچھتا رہا ہوں۔ اُس نے پوچھا: کس بات سے آپ کو شرمندگی ہوئی؟ وہ بولا: جب میں نے تمہارا پیغام طوطیوں کو سُنایا تو ایک طوطی کو تیرے درد کا احساس زیادہ ہوا۔ وہ اچانک کپکپائی اور مر گئی۔ بعد میں مَیں شرمندہ ہوا کہ میں یہ بات نہ کہتا تو بہتر تھا۔ ناحق طوطی کی جان گئی۔

اچانک بات کا منہ سے نکل جانا بھی ایسے ہی ہے جیسے تیر کمان میں سے نکل جائے۔ ویسے تمام اسباب بغیر شرکت‘ سب خدا کے پیدا کردہ ہیں‘ اگرچہ اُن کی نسبت ہماری طرف ہو۔ زید نے عَمرو پر تیر چلایا اور عمرو سال بھر درد سے بے قرار رہا۔ تیر چلانے والا زید مر گیا۔ اگر زید درد کا موجب ہوتا تو اُس کی موت پر درد بھی مر جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ہم درد کو اُس کی طرف منسوب کریں گے‘ اگرچہ یہ سب اللہ کی کارفرمائی تھی لیکن اللہ کا کوئی دوست جب کبھی اپنے کسی فعل سے شرمندہ ہوتا ہے تو اللہ اُس سبب سے پیدا ہونے والے نتائج کے دروازے بند کر دیتا ہے اور نتائج مرتب نہیں ہوتے۔ اللہ کی جانب سے اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کو قدرت حاصل ہوتی ہے کہ چھوٹے ہوئے تیر واپس آ جائیں۔

اللہ کے قرب کا دروازہ اولیاء رحمۃ اللہ علیہم پر کھلا ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ یاد دلانے اور بھلانے پر قادر ہے اور تمام مخلوق کے دلوں پر حاکم ہے تو خواہ ہُنر موجود ہو‘ انسان کام نہیں کر سکتا۔ قرآن پاک میں ہے۔ ”تم نے نیک لوگوں کا مذاق اُڑایا تو اُنہوں نے تمہارے دلوں سے میری یاد بھلا دی“۔ دنیاوی بادشاہ جسموں پر حکومت کرتے ہیں اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم دلوں پر حکمران ہوتے ہیں۔ جیسے جسم میں پُتلی ایک چھوٹی سی چیز ہے لیکن اُس کی بڑائی کا کسی نے پتہ نہ لگایا‘ اسی طرح اولیاء رحمۃ اللہ علیہم بظاہر معمولی انسان ہوتے ہیں لیکن اُن کے کارنامے عظیم ہوتے ہیں۔ وہ دن میں اپنی توجہ کے ذریعے دلوں میں بہترین خیالات پیدا کرتے ہیں اور اُن کے دلوں کو وساوس سے پاک کر دیتے ہیں اور لوگوں کی جبلات کے مطابق اُن کے اَحوال کا سبب بنتے ہیں۔

طوطی کا اُس طوطی کی حرکت کو سُن کر مر جانا اور مالک کا رونا

جب اِس طوطی نے سُنا کہ اُس طوطی نے کیا کِیا‘ وہ پھڑ پھڑائی‘ گری اور ٹھنڈی ہو گئی۔ مالک نے جب اُسے اِس طرح پڑا دیکھا تو تڑپ گیا۔ تو روتے ہوئے بولا: اے طوطی! تجھے کیا ہوا؟ اے میری زبان! تُو سراسر میرا نقصان ہے۔ تُو آگ بھی ہے اور خرمن بھی۔ پوشیدہ طور پر ہر ایک جان تجھ سے فریاد کرتی رہتی

مخزن آں دارد کہ مخزن عار اوست
وہ ایسا خزانہ رکھتا ہے کہ ظاہری خزانہ اُس کے لئے ذلت ہے

ہستی آں دارد کہ با ہستی عدوست
وہ ایسا وجود رکھتا ہے جو ظاہری وجود کا دشمن ہے

ہے۔ اگرچہ وہ وہی کرتی ہے جو تُو اُسے کہے۔ تُو ایک خزانہ بھی ہے اور لاعلاج مرض بھی۔ دوستوں کی رہبر اور قاصد بھی تُو ہے اور شیطان اور کفر کی تاریکی بھی تُو ہے۔ انسان ہمیشہ رنج کا خوگر ہے ورنہ لَآ اُقْسِمُ پڑھ لے "ہم نے انسان کو رنج اور سختی میں پیدا کیا"۔

ہائے افسوس! دیدار کا خیال ہے لیکن اُس کے لیے اپنے موجود وجود سے جدا ہونا ہے۔ کون سا دل ہے جو اللہ کے سامنے سو ٹکڑے نہیں ہے۔ اللہ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اُس نے ہمیں اس عالمِ عنصری میں پیدا کیا۔ یہ طوطی دراصل تیرے اندر پوشیدہ ہے (رُوح)۔ تم اُسے اصل حالت میں نہیں دیکھ سکتے' ہاں جو اثرات اس کے ہونے سے جسم پر طاری ہوتے ہیں ہم اُن کو دیکھ سکتے ہیں۔ رُوح کے اُس عکس میں جو ہمیں جسم کی صورت میں نظر آتا ہے' مبتلا ہونا باعثِ رنج ہے لیکن رُوح میں مشغولیت اچھی چیز ہے۔

انسان اپنی حماقت سے تن پروری کے شوق میں اپنی رُوح کو فنا کر ڈالتا ہے۔ جو شخص اپنی رُوح کو فنا کر چکا ہو۔ اُس میں عشق کی آگ نہیں لگتی۔ ایسا شخص تلاش کر جو اس آگ کو قبول کر سکے۔ میں تو صحو کی حالت میں بھی عشق کو بیان نہیں کر سکتا' مستی کی حالت میں کیا بیان کر سکوں گا۔ عشق کی حقیقت کے بیان کے لیے حروف اور آواز کی کوئی حقیقت میں کیا بیان کر سکوں گا۔ عشق کی حقیقت کے بیان کے لیے حروف اور آواز کی کوئی حقیقت نہیں ہے' نہ ہی اِسے کسی زبان سے سمجھایا جا سکتا ہے۔ یہ تو کلامِ لفظی کو چھوڑ کر کلامِ نفسی کے ذریعے ہی بیان کیا جا سکتا ہے۔ یہ اَسرار نہ اللہ نے آدم علیہ السلام سے بیان کئے' نہ ابراہیم علیہ السلام و مسیحا علیہ السلام سے۔ قرآن پاک میں ہے: فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی یعنی "میں نے اپنے محبوب کو وحی کی جو کہ بلاواسطہ جبرائیل علیہ السلام تھی"۔

میں نے اپنی ہستی کو فنا کر دیا ہے اور ذاتِ الٰہی میں ڈوبا ہوا چاہتا ہے کہ اور ڈوب جائے۔ ایسی حالت میں خوشی اور مصیبت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جب اطاعت' کمال کو پہنچ جاتی ہے تو آقا اپنے غلام کی ہر بات پر سرِ تسلیم خم کرنے لگتا ہے اور معشوق اپنے عاشقوں سے عشق کرنے لگتا ہے۔ جس نے اپنے مولا کے لیے اپنے کو فنا کر دیا ہوتا ہے تو مولیٰ اُس کے لیے فنا ہو جاتا ہے۔ عاشقِ صادق' معشوق کے دل میں گھر کر لیتا ہے اور اس طرح خود معشوق بن جاتا ہے۔ پھر پانی خود پیاسوں کی تلاش میں پھرتا ہے۔ جب تک تُو اپنے دل کو محبت میں فنا نہیں کر دے گا تو وہ حقیقی دل نہیں ہوگا۔ جب تک تجھے اپنی ذات کا خیال رہے گا تُو دیدار کی خواہش نہ کر۔ جو سستا خریدتا ہے' سستا بیچ دیتا ہے۔ ایک بچہ موتی ایک روٹی کی ٹکیہ کے عوض دے دیتا ہے۔ عشق میں ڈوب جا کیونکہ اِس میں اگلوں' پچھلوں کے عشق بھی ڈوبے ہوئے ہیں۔ عارف'

خوئے حق دارند در اِصلاحِ کار تمام معاملات میں اللہ کی خُو اختیار کر لیتے ہیں	بندگانِ حق رحیم و بُردبار اللہ تعالیٰ کے رحیم و بُردبار بندے

اسرارِ معرفت سے واقفیت کے باوجود اپنے آپ کو لاعلم ظاہر کرتا ہے کیونکہ ہر آدمی کے سامنے وہ مضامین بیان نہیں کیے جا سکتے۔

حکیم سنائی قدس سرہٗ کے قول "غیرت مندی" کی تفسیر

تمام دُنیا اِس لئے غیرت مند بنی کہ اللہ پاک خود بے انتہا غیرت مند ہے۔ مخلوق کی غیرت غیرتِ حق کا پرتو ہے۔ وہ جسم میں جان کی طرح ہے اور جسمانی حرکات رُوح کی تابع۔ اِسی طرح کائنات کے احوال بھی مشیّتِ باری کے تابع ہیں۔ جس کی توجہ کا مرکز ذاتِ الٰہی خود ہو اُس کا ایمان کی طرف جانا اُس کے لئے عیب ہے، یہ تو تنزل کی طرف جانا ہوا۔ جو بادشاہ کا ہمنشین ہو اُس کا دروازہ پر بیٹھنا افسوس کی بات ہے۔ اعلیٰ مرتبہ چھوڑ کر ادنیٰ مرتبہ اختیار کرنا غیرت کا سبب ہے۔ یہ بھی غیرت کی بات ہے کہ دیدار کا موقع ہو تو اُس کو چھوڑ کر خوشبو سونگھنے کو کافی سمجھے۔ اللہ کی غیرت گیہوں اور انسانوں کی بھوسے جیسی ہے۔ میں اِس لئے روتا ہوں کہ اُس کو رونا اچھا لگتا ہے۔ کڑوے آنسو بہا کر اُس کے عاشقوں کے حلقے میں کیوں نہ داخل ہوں۔ حدیثِ قُدسی ہے کہ اللہ کو دو قطرے بہت محبوب ہیں ایک وہ جو اللہ کے خوف سے آنکھ سے بہہ نکلے اور ایک شہید کے خون کا پہلا قطرہ۔ میں اپنے رنج اور درد کا عاشق ہوں کیونکہ اس سے میرا شاہ خوش ہوتا ہے۔ وہ آنسو جو محبوب کی یاد میں بہے وہ موتی ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ میں رنجیدہ ہوں۔ میں اُس کے اِس نفاق پر ہنستا ہوں کیونکہ میں اندر سے خوشی محسوس کرتا ہوں۔ اے خدا! مجھے ناز و کرشمہ نہ دکھا۔ تُو صدرِ مجلس ہے اور میں پامال ہوں، مجھ پر ظلم کرنا تیری شان کے شایاں نہیں۔

اے ذاتِ واحد! تُو "ما و مَن" سے آزاد ہے۔ یہ ممکنات تیرے عارضی تعینات ہیں۔ تُو واحد لطیفۂ رُوح ہے جو مرد و زَن کے عارضی جسم کو قائم کیے ہوئے ہے۔ جب سب مٹ جائیں گے تو یہ "ما و مَن و تو" ایک جوہر بن جائے گا اور یہی خالص دلبر ہے۔ بے شک تیری ذاتِ واجبُ الوجود ممکنات کے حجاب میں چھپی ہوئی ہے لیکن میری تمنا یہ ہے کہ بیان و سُخن سے گزر کر تیری ذات کا مُشاہدہ کرلوں۔ لیکن یہ تمنا غلط ہے کیونکہ ہماری جسمانی آنکھ تیرا کب مُشاہدہ کر سکتی ہے اور جب تک ہم غم اور شادی کے پابند ہیں اور ہم پر مادی عوارض طاری ہیں مُشاہدہ ممکن نہیں۔ وہ دل جو طبعی کیفیتوں کا مقید ہے وہ دیدار کیسے کر سکتا ہے؟ یہ مانگی ہوئی اشیاء تو چند روز ہمارے ساتھ رہتی ہیں لیکن مُشاہدہ اُسی وقت ممکن ہے جب انسان میں لافانی صفات پیدا ہو جائیں۔

اے محبوبِ ازلی! بتا ہماری رُوح کو کب دیدار میسر آئے گا؟ تُو اپنے عاشق سے کیوں بہانے کرتا ہے؟ تُو اس بے

مہرباں بے رشوتاں یاری گراں
مہربان لوگ بغیر رشوت ہی یاری نبھاتے ہیں

مشفقاں و مستعاں غمخوارگاں
وہ غمخواروں کے ساتھ شفیق اور مددگار ہوتے ہیں

جان جسم کی فریاد سُن لے۔ تُو قیوم ہونے کی بنا پر اِس ساری کائنات کی جان ہے اور ہر روز ہر جگہ نئی شان اور نئے حُسن کے ساتھ ظہور کرتا ہے۔ جب اللہ کی عطا مجھے وجد و حال اور مستی میں مبتلا کرتی ہے تو آسمان کی گردش اُس کے آگے ہیچ ہے۔ شراب ہم سے مست ہوئی ہے۔ جسم ہماری وجہ سے پیدا ہوا۔ ہم شہد کی مکھی کی طرح ہیں اور جسم موم کی طرح خانہ خانہ میں بنا ہوا ہے۔

خواجہ سوداگر کی حکایت کی طرف رجوع

خواجہ پریشانی اور غم کی وجہ سے عجیب بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا اور ڈوبنے والے کی طرح ہر تنکے کو ہاتھ مارتا تھا کہ کوئی اُس کی دستگیری کرے۔ ایسی پریشان حالی ہی دوست کو پسند ہے۔ سونے سے لاحاصل کوشش بہتر ہے۔ بدوں بیماری کے آہ و زاری جس طرح تعجب کا باعث ہے، اِسی طرح حضرتِ حق کی بے نیازی کے باوجود مشغولیت باعثِ تعجب ہے۔ اے بیٹا! کوشش میں لگے رہو۔ مرتے دم تک کوئی وقت ضرور آئے گا کہ عنایتِ خداوندی ہمراز ہوگی۔ جان کے مالک کے کان اور آنکھیں جھروکے پر لگی ہوئی ہیں کہ کون مجھے درد سے پکارتا ہے۔

خواجہ کا مُردہ طوطی کو پنجرے سے باہر پھینکنا، اُس کا نصیحت کرنا اور اُڑ جانا

اُس نے طوطی کو پنجرے سے نکال کر باہر پھینکا اور وہ اُڑ کر شاخ پر بیٹھ گئی۔ خواجہ اُس کی اِس حرکت سے حیران ہو گیا اور پوچھا: اُس طوطی نے تجھے کیا سبق سکھا دیا کہ تُو نے تدبیر سے میری آنکھیں بند کر دیں۔ طوطی بولی: اُس نے مجھے سبق دیا کہ بول چال اور خوشی کو ترک کر دے کیونکہ تیری آواز نے تجھے قید میں ڈالا ہے۔ اِس لیے اگر نجات حاصل کرنی ہے تو میری طرح مردہ بن جا۔ دانہ بنے گا تو پرندے چگ لیں گے، کلی بنے گا تو بچے توڑ لیں گے۔

اِس دُنیا میں جس نے اپنے ظاہری حُسن اور کر و فر کو بڑھانے کی کوشش کی، سینکڑوں آفتوں نے اُس کی طرف رُخ کیا۔ غصہ، حسد، رشک، شہوت اُس کو اپنی طرف کھینچیں گے۔ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ انسانوں سے خلوت اختیار کر اور اللہ سے دوستی جوڑ۔ اگر تُو اُس کی پناہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو آگ اور پانی تیرے سپاہی بن جائیں گے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

تو ہم گردن از حُکمِ داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حُکمِ تو ہیچ

آنکہ بدہد بے اُمید و سُود ہا	آں خُدا ایست، آں خُدا ایست، آں خدا
وہ جو بغیر کسی غرض کے تم کو دیتا ہے	وہی تو خُدا ہے، وہ خُدا ہے، وہ خُدا ہے

''تو اللہ کے حکم سے اپنی گردن کو نہ موڑ تا کہ تمہارے حکم سے کوئی اور روگردانی نہ کرے''

طوطی نے کہا: اے خواجہ! اگر تُو اِس دُنیا سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو میری طرح ہو جا اور اِس تاریکی اور قید سے رہا ہو جا۔ خواجہ نے کہا: یہ میرے لیے نصیحت ہے۔ میں اُس کا راستہ اختیار کروں گا' یہ صاف اور سیدھا راستہ ہے۔

لوگوں کی تعظیم اور شہرت کی مضرت

جسم' پنجرے کی طرح ہے' اِس لیے جان کے لیے اندرونی اور بیرونی لوگوں کے مکر کی وجہ سے کانٹا ہے۔ یہ بھی اُس کو اپنا دوست بتاتا ہے اور وہ اُسے کہتا ہے کہ تیرے جیسا کوئی موجود نہیں' تُو کمال' فضل' احسان اور سخاوت کا سرچشمہ ہے۔ یہ کہتا ہے کہ یہ عیش اور خوشی کا وقت ہے۔ پینے پلانے اور یاری دوستی کا وقت ہے۔ جب وہ لوگوں کو اپنا شیدائی دیکھتا ہے تو تکبر میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ وہ نہیں سمجھتا کہ اُس جیسے ہزاروں کو شیطان نے نہر کے پانی میں پھینک دیا ہے۔ دُنیا کی ہوشیاری اور چال بازی ایک مزیدار نوالہ ہے۔ اِسے نہ کھا کیونکہ وہ آگ بھرا ہے۔ اِس کا مزہ کھُلا لیکن آگ ڈھکی ہوئی ہے اور اِس کا دُھواں آخر میں ظاہر ہوتا ہے۔

مِل کے یاروں سے ہوا شوقِ گناہ
آدمی کا آدمی شیطان ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ لوگوں کی غلط مدح سرائی سے ہم پر کوئی اثر نہیں پڑتا' یاد رکھو! پڑتا ہے' لیکن غیر محسوس طور پر۔ جب تم کسی کی بُرائی سے متاثر ہوتے ہو تو جان لو کہ بے جا خوشامد سے بھی متاثر ہوتے ہو۔ تعریف چونکہ میٹھی ہوتی ہے' اس لیے اچھی لگتی ہے۔ بُرائی کڑوی ہوتی ہے' بُری لگتی ہے۔ حلوہ کھانے میں مزے دار ہوتا ہے لیکن شکر کی تاثیر کی وجہ سے ہی پھوڑے بھی نکلتے ہیں۔ مُسہل بظاہر کڑوا ہوتا ہے لیکن تُجھے گندے مواد سے پاک کرتا ہے۔ نَفس تعریفوں سے فرعون بن جاتا ہے' اِسے منکسر المزاج بنا۔ سرداری کی خواہش نہ کر۔ جب تک ہو سکے خادم بن۔ شیطان شر پھیلانے کے لیے آدمی کی طرف آتا ہے۔ تیری جانب نہیں آتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تُو تو اُس کا بھی اُستاد ہے۔ اب اُسے تیرے پاس رہنے کی کیا ضرورت ہے۔

جو اللہ نے چاہا ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا

جتنی باتیں اب تک ہم نے کی ہیں خدا کی عنایتوں کے بغیر ہیچ ہیں۔ خدا اور اُس کے مخصوص بندوں کی عنایتوں کے بغیر اگر کوئی فرشتہ بھی ہے تو اُس کا نامہ اعمال سیاہ ہے۔ اے خدا! تُو ہماری ظاہری اور باطنی حالت سے واقف ہے۔ اے! کہ

یا ولیِ حق کہ خُوئے حق گرفت
یا، اللہ کا دوست جس نے حق کی عادت اپنالی ہے

نُور گشت و تابشِ مطلق گرفت
وہ نُور بن گیا ہے' اُس نے روشنی حاصل کر لی ہے

تیرے سامنے کسی کی یاد دُرست نہیں۔ تیری رہنمائی کی وجہ سے تُو نے ہمارے بہت سے عیب ڈھک دیئے۔ میری جان میں علم کا ایک قطرہ ہے' اُسے خواہشات اور مٹی والے جسم کی آلائشوں سے پاک کر دے۔ وہ قطرہ جو ہوا میں اُڑ گیا یا بہہ گیا تیری قدرت کے خزانے سے کب بھاگ سکتا ہے۔

ہزاروں چیزیں فنا ہو جاتی ہیں لیکن تیرا فضل ان کو پھر باہر نکالتا ہے۔ رات کے وقت تمام فکریں اور عقلیں نیند کے سمندر میں غرق ہو کر معدوم ہو جاتی ہیں لیکن صبح ہوتے ہی وہ پھر مچھلیوں کی طرح سمندر سے سَر نکالتی ہیں۔ خزاں میں شاخیں اور پتے موت کے دریا میں چلے جاتے ہیں' پھر تیری جانب سے حکم ہوتا ہے کہ جو کچھ عدم نے کھایا ہے واپس کرے' تو پھر پودے نئے ہو جاتے ہیں۔ اے انسان! تجھ میں بھی ہر وقت خزاں اور بہار ہے۔ تُو بھی قدرت کے اِسی قانون کے مطابق نور کے سمندر میں ریاضت کے ذریعے ڈوب جا تو پھر دل کے باغ کو سبز اور تر و تازہ دیکھ۔ جس جگہ پھول نہ تھا تُو نے وہاں ذاتِ باری کی خوشبو سونگھی' جہاں شراب نہ تھی تُو نے وہاں نشہ دیکھا۔ خوشبو ہی کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں کھُل گئیں۔ بدی کی بدبو آنکھ کو تاریک کرتی ہے اور یوسف علیہ السلام (نبوت) کی خوشبو آنکھ کی مدد کرتی ہے۔ اگر تُو یوسف علیہ السلام نہیں ہے تو یعقوب علیہ السلام بن جا۔ آہ و زاری کر تا کہ یوسف علیہ السلام کی خوشبو تم تک پہنچ سکے۔

حکیم سنائی قدس سرہٗ کے قول کی تفسیر

ناز کرنے کے لیے گلاب جیسا چہرہ چاہیے' اگر نہیں رکھتا تو بد مزاجی کے قریب بھی نہ جا۔ حکیم سنائی غزنوی نے فرمایا: یوسف علیہ السلام کے سامنے ناز نخرے نہ دکھا' سوائے عاجزی اور یعقوبی آہ و زاری کے اور کچھ نہ کر۔ طوطی کے مرنے کا مطلب عاجزی سے اپنے آپ کو مردہ بنالینا تھا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دَم تُجھے زندہ کر دے۔ پتھر بہار میں کب سرسبز ہوتا ہے۔ مٹی بن جا تا کہ تجھ میں رنگ برنگ کے پھول کھِلیں۔ تُو بہت دیر پتھر بنا رہا ہے' اب آزمائش کے طور پر تھوڑی دیر کے لیے خاک بن کر تو دیکھ۔

امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَور میں فاقے کے روز اللہ کے واسطے سارنگی بجانے والا سارنگی نواز

تُو نے یہ سُنا ہے کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک سارنگی بجانے والا گویا بڑی شان سے رہتا تھا۔ اُس کی آواز مجلسوں کو آراستہ کرتی تھی اور مُردوں میں جان ڈال دیتی تھی جیسے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونک کر جسموں کو جان عطا کریں گے۔ اولیاء رحمہم اللہ کے اندر بھی نغمے ہوتے ہیں جن سے طالب انمول زندگیاں حاصل کرتے ہیں۔ اِن نغموں کو حِسی کان نہیں سنتے' اِس لیے کہ دُنیا کی باتوں سے حِسی کان ناپاک ہو جاتے ہیں۔ پَری کا نغمہ انسان نہیں سُن سکتا کیونکہ اُن کے راز سے واقف نہیں ہوتا۔ اِسی

بندگانِ خاصِ علّام الغیوب
اللہ کے خاص بندے غیب سے واقف ہیں

درجہانِ جاں جواسیس القلوب
اور دُنیا میں لوگوں کے دلوں کے جاسُوس ہیں

طرح دل کا نغمہ تمام نغموں سے بلندتر ہوتا ہے۔ آدمی اور پری دونوں نادانی کے قیدی ہیں۔

اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کا کام دُنیا کے معاملات سے آگے کا ہے۔ جب تُو رہبر تلاش کرے گا تو تجھ پر کھلے گا۔ اگر میں اُن نغموں کا تھوڑا سا بیان کر دوں تو رُوحیں قبروں سے نکل پڑیں۔ دل کے کان کو نزدیک کر خبردار! اولیاء رحمۃ اللہ علیہم وقت کے اسرافیل ہیں' اُن سے مُردوں کی نشوونما ہے۔ جسم کی قبر میں مردہ جانیں' اُن کی آواز سے کفن میں تڑپنے لگتی ہیں۔ مُردوں کو زندہ کرنا خدا کی آواز کا کام ہے۔ جب رُوحوں کو زندگی مل جاتی ہے تو وہ اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے نغموں کی آواز کو خدا کی آواز سمجھتے ہیں۔ جب رُوحیں اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کی آواز سے واقف ہو جاتی ہیں اور راستہ پر چل پڑتی ہیں اور خوش ہو کر کہتی ہیں کہ اللہ کی آواز پردہ میں اور بے پردہ وہ چیز عطا کرتی ہے جو اُس نے مریم علیہا السلام کو دی۔ اے لوگو! فنا نے تمہاری کھال کے اندر تمہیں نابود کر رکھا ہے۔ دوست کی آواز پر عدم سے واپس آ جاؤ۔ مُطلق آواز شاہ کی ہوتی ہے' اگرچہ بندے کے حلق سے ہو۔ اُس کو خدا نے کہہ دیا ہے: میں تیری زبان اور آنکھ ہوں اور تیرے حواس اور تیری رضا اور ناراضگی ہوں۔ بِیْ یَسْمَعُ اور بِیْ یُبْصِرُ پڑھ لے۔

حدیث "مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ" "جو شخص اللہ کے لیے ہوگیا، اللہ اُس کے لیے ہوگیا"

جب تُو عشق کی وجہ سے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ بنا' میں تیرا ہو گیا کیونکہ کَانَ لِلّٰہِ لَہٗ ہے۔ تیرے کام کو کبھی میں تیرا اور کبھی میرا اپنا کہہ کر پکارتا ہوں۔ جس جگہ تھوڑی دیر کے لیے تیرے طاقچہ سے چمک جاتا ہوں' اُس جگہ دُنیا کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ جہاں تاریکی ہوتی ہے میری تجلی سے شمسُ الضُّحیٰ بن جاتی ہے۔

اللہ نے آدم علیہ السلام پر اپنی جانب سے ناموں کا اظہار کیا اور دوسروں پر آدم علیہ السلام کے ذریعے نام منکشف ہوئے۔ پانی خواہ نہر سے لیا جائے یا مٹکے سے' مٹکے کی مدد بھی تو نہر ہی سے ہے۔ روشنی سورج سے طلب کر یا چاند سے' اے بیٹا! چاند کی روشنی بھی تو سورج سے ہی آئی ہے۔ جلد روشنی حاصل کرنے کی کوشش کر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ شراب خواہ مٹکے سے لے' خواہ کدو سے کیونکہ یہ کدو بھی تو مٹکے سے سخت جُڑا ہوا ہے۔ اے نیک بخت! یہ تیری طرح کدو سے بے نیاز نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَالَّذِیْ یُبْصِرُ لِمَنْ وَجْھِیْ یَرٰی یعنی "جو اُس کو دیکھے جس نے میرا چہرہ دیکھا" جب چراغ نے شمع کی روشنی حاصل کر لی' جس نے اُس کو دیکھا یقیناً اُس نے شمع کو دیکھا۔ اسی طرح اگر وہ سو چراغوں میں منتقل ہوئی' آخری کا دیکھنا بھی اصل سے

در درونِ دل در آید چوں خیال جب ہمارے دل میں کوئی خیال آتا ہے تو	پیشِ شاں مکشوف باشد سرِّ حال تمام پوشیدہ باتیں اُن کے سامنے ظاہر ہو جاتی ہیں

ہی ملاقات ہے۔ خواہ تُو آخری سے روشنی لے یا خواہ شمع سے سمجھ لے۔ خواہ دل و جان سے پہلے والے سے روشنی لے خواہ آخری سے کوئی فرق نہ سمجھ۔

حدیث" تمہارے رَبّ کی تمہارے زمانہ میں اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٌ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا (الحدیث) "تمہارے رَبّ کی تمہارے زمانے میں خوشبوئیں ہیں' آگاہ' اُن سے وابستہ ہو جاؤ!" خوشبوئیں ہیں' آگاہ' اُن سے وابستہ ہو جاؤ!" کے بارے میں پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اللہ کی خوشبوئیں آگے بڑھتی ہیں۔ اپنے اوقاتِ خاص میں دل پر وارداتِ غیبی کے نزول کے لیے کان لگائے رہو۔ خوشبوئیں آتی ہیں۔ وہ تمہیں دیکھتی ہیں اور چل دیتی ہیں۔ جس نے چاہا' اُنہوں نے اُس کو جان بخش دی۔ ہوشیار! پھر خوشبو آئی' محروم نہ رہنا۔ جہنمی جان نے اُس سے آگ کو بجھانے والے کو پالیا (آنسو)۔ یہ طوبیٰ کی تازگی اور جنبش یعنی اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے نفحات دوسری مخلوق کی جنبشوں کی طرح نہیں ہوتے۔ درحقیقت وہ نفحہ زمین و آسمان برداشت نہیں کر سکتے۔ اللہ نے فرمایا: "ہم نے یہ امانت آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کی' اُنہوں نے انکار کر دیا"۔

اے لوگو! لقمہ کی خاطر لقمان (عقل) کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ حرص کا کانٹا تمہارے اندر ہے لیکن تمہیں خبر نہیں ہوتی۔ لقمان کی جان' خدا کا باغ ہے۔ تُو نے کانٹے کو اپنی خوراک بنالیا ہے۔ یہ کانٹے خور جسم اونٹ ہے اور مصطفیٰ زادہ (رُوح) اُس پر سوار ہے۔ اے اونٹ! پھول کی گٹھڑی تیری پیٹھ پر ہے لیکن تیرا میلان پھر بھی کانٹوں کی طرف ہی ہے۔ تُو کہتا پھر رہا ہے' چمن کہاں ہے' چمن کہاں ہے؟ تیرے نفس کی حرص نے نَحْنُ اَقْرَبُ کے بھید کو تم سے چھپایا ہوا ہے۔

مردِ کامل اپنی رُوح سے ہم کلام ہوتا ہے کہ مجھے عشقِ الٰہی میں بے چین کر دے تاکہ میرا جسم بے قرار ہو جائے۔ اگر انسان اپنے نفس کی لذتوں کو چھوڑ دے تو قدرت کی طرف سے اُس کے لیے صدہا مسرتیں آجاتی ہیں۔ عاشق جب اللہ کی جانب سے شراب پالیتا ہے' تو اے دوست! عقل اُس جگہ بے کار ہو جاتی ہے۔ تھوڑی عقل عشق کی منکر ہوتی ہے جب تک فنا نہ ہو۔ جب تک فرشتہ فنا نہ ہو جائے شیطان ہے۔ عقل' قول اور فعل میں ہماری مددگار ہے لیکن جب عالمِ حال کے تحت آجائے گی تو معدوم ہو گی۔ جان کمال ہے اور اُس کی آواز کمال۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اپنی آواز سے ہمیں راحت پہنچا۔ اُس آواز سے جس سے آدم علیہ السلام مدہوش ہو گئے۔ مصطفیٰ ﷺ اُس حسین آواز سے مدہوش ہوئے اور تعریس والے پڑاؤ پر اپنی استغراقی کیفیت کی وجہ سے

گفت اطفالِ منَ اند ایں اولیا
اُس نے فرمایا ہے کہ اولیا میرے بچے ہیں

در غریبی فرد از کار و کیا
عاجزی میں کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

بروقت نماز ادا نہ کر سکے۔ وہ بابرکت نیند تھی کیونکہ اُس رات آپ کی رُوح نے اپنی دلہن کے سامنے دست بوسی کی۔ معشوق اور جان دونوں پوشیدہ ہیں۔ میں نے اگر اُس کے لیے دلہن کا لفظ استعمال کیا ہے تو تُو عیب گیری نہ کر کیونکہ وہ خود کہتا ہے کہ خبردار! یہ عیب نہیں ہے۔ یہ الفاظ صرف اُس کے لیے عجیب ہیں، جو عجیب کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا اور عالمِ غیب کی پاک رُوح عیب کب دیکھتی ہے؟ اللہ کے اعتبار سے کفر بھی حکمت ہے اور ہمارے اعتبار سے مصیبت، اگر سو خوبیوں کے ساتھ ایک عیب ہو تو وہ مصری میں لکڑی کی طرح ہے۔

بزرگوں نے خوب فرمایا ہے کہ پاک لوگوں کا جسم بھی جان کی طرح مُصفّٰی ہوتا ہے۔ عیب دیکھنے والا خاک میں ملا اور خاک ہو گیا۔ جب کہ یہ نمک میں گیا تو سب پاک ہو گیا۔ اُس نمک سے جس سے حضور ﷺ ملیح تر ہوئے۔ آپ ﷺ کی میراث کا وہ نمک باقی ہے۔ آپ ﷺ کے وہ وارث تیرے ساتھ ہیں، تلاش کر لے۔ وہ تیرے آگے بیٹھتے ہیں، جان لے نیچا اور اونچا، آگے اور پیچھے جسم کی صفات ہیں۔ پاک جان بغیر سمتوں کے ہے۔ تُو تو معدوم ہے اور معدوم کا آگا، پیچھا کب ہوتا ہے۔ تُو اگر وجود و عدم سے نکل جائے تو ابدی زندگی حاصل کر لے۔ بارش کا دن ہے، رات تک چلا چل۔ سمجھ لے! دُنیا کی بارش کے علاوہ بھی ایک بارش ہے، جس کو صرف جان کی آنکھ دیکھتی ہے۔ اپنی جان کی آنکھ کھول تاکہ تمہیں اُس بارش کا سبزہ صاف نظر آئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنا کہ بارش ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت کپڑے نہ بھیگے!

ایک دن مصطفیٰ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے کیونکہ اپنے ایک دوست کے جنازے میں جانا تھا۔ اُن کی قبر میں مٹی بھری اور اُس کے نیچے اُن کے دانے کو زندہ کر دیا۔ مٹی میں دفن کیے ہوؤں کی مانند یہ درخت بھی ہیں، جو مٹی سے اپنے ہاتھ باہر نکالے ہوئے ہیں۔ لوگوں کی طرف سو اشارے کر رہے ہیں اور جن کے کان ہیں وہ اُن کی تقریر سُن رہے ہیں۔ سبز زبان سے اور لمبے ہاتھوں سے خاک میں چھپے ہوئے راز بتا رہے ہیں۔

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار (حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ)

''درختوں کے پتوں کو بھی ہوشیاری سے دیکھ کہ کیسے بنے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ اُن سے بھی انسان کو اللہ کی معرفت کے اَن گنت نشانات ملیں گے''۔

از برائے امتحاں خوار و یتیم
وہ لوگوں کی آزمائش کیلئے بے وقعت اور یتیم ہیں

لیک اندر سرّ منم یار و ندیم
لیکن در پردہ میں اُن کا مددگار اور ساتھی ہوں

قرآن میں ارشاد ہے: ”کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے تم نہیں سمجھتے ہو“۔ مختلف موسموں کے زیرِ اثر درختوں کی حالتیں بدلتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے دوستوں کے دلوں میں باغ و بوستان اُگا دیئے ہیں۔ جو پھول اپنے اندر سے خوشبو دے رہا ہے وہ تمام اُسرار کا پتہ دے رہا ہے۔ اُن کی خوشبو منکروں کی ذِلّت کے ساتھ پردہ دَری کرتے ہوئے دُنیا کا چکر کاٹتی ہے۔ اُن منکروں کی آنکھیں ہی نہیں ہیں۔ آنکھ تو وہ ہے جو جائے پناہ کو پہچان لے۔

جب پیغمبر ﷺ قبرستان سے لوٹے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئے۔ اُنہوں نے آپ ﷺ کے چہرہ مُبارک کو دیکھا اور پورے جسم مُبارک کو غور سے دیکھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ تو بولیں: آج بارش برسی ہے لیکن آپ ﷺ تو بالکل خشک ہیں۔ فرمایا: سر پر کون سا کپڑا اوڑھا تھا؟ بولیں: آپ ﷺ کی چادر۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِسی لیے خدا نے تجھے غیبی بارش دکھائی۔ وہ دوسرے اَبر کی بارش تھی جو کہ خدا کی خاص رحمت سے برستی ہے۔ لو اب حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کے معنی سُن تاکہ تُو خزانوں سے واقف ہو جائے اور تیری باطنی آنکھیں کھل جائیں۔

حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ”رُوح کی اقلیم میں بھی آسمان ہیں، جو دُنیا کے آسمان میں کارفرما ہیں، رُوح کے راستے میں پستیاں اور بلندیاں، اونچے پہاڑ اور دریا ہیں“ اُس پیرِ دانا نے جو اشارہ کیا ہے، درحقیقت سیپ میں موتی پرو دیا ہے۔ عالمِ غیب کا پانی دوسرا ہے۔ آسمان اور آفتاب دوسرا ہے اور وہ صرف خاصانِ خدا پر ظاہر ہوتا ہے، باقی لوگ شُبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ ایک بارش پرورش کے لیے ہے اور دوسری مُرجھانے کے لئے۔ موسمِ بہار کی بارش نفع دیتی ہے لیکن خزاں کی بارش باغ کے لیے بخار کی طرح ہے۔ اِسی طرح عالمِ غیب میں بھی اِس کی قسمیں ہیں، جن سے نفع اور نقصان ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا اَنفاس رُوحوں پر بہار کی بارش کا کام کرتا ہے۔ اِس لیے نیک دل و جان میں سبزہ اُگتا ہے لیکن اِسی اَنفاس سے بدبختوں کی بدبختی میں اِضافہ ہو جاتا ہے۔ ہوا اپنا کام کر کے چلی جاتی ہے لیکن جو جان واقف تھی اُس نے اُسے اپنی جان پر ترجیح دی اور جو پتھر تھا اُس کی جان پہچاننے والی نہ بنی۔

موسمِ ربیع اور خریف کی سردی سے متعلق حدیثِ نبوی ﷺ

حدیث مبارکہ ہے ”موسم ربیع کی سردی کو غنیمت سمجھو، وہ تمہارے بدنوں پر وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر اور موسم خریف کی سردی سے بچو کہ وہ تمہارے جسموں پر وہی عمل کرتی ہے جو درختوں پر“ اے جانِ مَن! پیغمبر ﷺ کی بات سُن۔ اُنہوں نے فرمایا: موسمِ بہار کے جاڑے سے ہرگز بدن نہ

نومِ عالِم از عبادت بہ بود
ایک عارف کی نیند عبادت سے بہتر ہوتی ہے

آنچناں علمے کہ مُتنبہ بود
اُس کا سونا جاہل کی عبادت کے مقابلے میں اچھا ہے

ڈھکو یہ سردی دُنیا میں وقت کی تلاش کرنے والے عارفوں پر غنیمت ہوتی ہے۔ ننگے بدن باغوں میں جاؤ لیکن خزاں سے بچو۔ ظاہر والوں نے ظاہری معنیٰ لیے کیونکہ یہ جماعت بے خبر تھی۔ پہاڑ کو دیکھا لیکن اُس کے اندر کان کو نہ دیکھا۔ خزاں اللہ کے نزدیک نفس اور خواہش ہے۔ عقل اور رُوح عین بہار ہے۔ اگر تجھ میں ناقص عقل ہے تو کوئی مکمل عقل والا تلاش کرلے۔ تیری ناقص عقل اُس کی کامل عقل سے کامل ہوجائے گی۔ پاک سانس بہار کی طرح ہوتی ہے اور پتوں اور انگوروں کے لیے حیات ہے۔ اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کی نرم اور سخت بات سے پہلوتہی نہ کر۔ وہ چاہے گرم کہیں چاہے سرد، جہنم سے نجات کا ذریعہ ہیں۔ یاد رکھو! صِدق اور یقین زندگی کا سرمایہ ہے۔ اگر دل کے باغ کا ایک تنکا کم ہوجائے تو عقل مند دل پر ہزاروں غم چھا جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا کہ آج کی بارش کا کیا راز تھا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محبت، عاجزی اور ادب سے سوال کیا کہ اے ہستی کے مغز! آج کی بارش کی کیا حکمت تھی؟ فرمایا: یہ بارش اُس غم کی تسکین کے لیے ہے جو آدم علیہ السلام کی نسل پر مصیبت کی وجہ سے ہے۔ اگر آدمی اُس آگ میں رہتا، دُنیا ویرانہ بن جاتی۔ انسانوں میں سے حرص نکل جاتی۔ اِس عالَم کا ستون غفلت ہے۔ ہوشیاری اِس عالَم کی آفت ہے۔ ہوشیاری اُس عالَم سے ہے کہ غالب آجائے تو یہ عالَم پست ہوجاتا ہے۔ ہوشیاری پانی ہے اور یہ عالَم مَیل ہے۔ اُس عالَم سے یہ بارش تھوڑی تھوڑی رِستی رہتی ہے تاکہ اِس عالَم سے حرص وحسد ختم نہ ہوجائے۔ اگر غیب سے رساؤ بڑھ جائے تو اِس عالَم میں نہ ہُنر رہے نہ عیب۔

سارنگی بجانے والے بوڑھے کی طرف رجوع

وہ گویا جس کی آواز سے مستی کی وجہ سے عجیب خیالات پیدا ہوتے تھے اور مرغِ دل اُچھلنے لگتا تھا بوڑھا ہوگیا، تو اُس کی تمام جسمانی قوتیں جواب دے گئیں۔ اُس کی کمر ٹیڑھی ہوگئی اور آواز گدھے جیسی ہوگئی۔ کون سا خوش ہے جو ناخوش نہ ہوا ہو اور کون سی آواز ہے جو اپنا اثر نہ کھودے، سوائے اللہ کے پیاروں کی آواز کے جو اُن کے سینوں میں ہوتی ہے۔ صُور کا پھونکنا بھی اُسی آواز کی گونج ہے۔ اُن کے باطن کی وجہ سے بہت سے باطن مست ہیں۔ وہ فانی ضرور ہیں لیکن ہمارے وجود اُن کے وجود سے قائم ہیں۔ اُن کی باطنی آواز رازِ الٰہی کی لذت رکھتی ہے۔

بوڑھا کمزوری کی وجہ سے روٹی کا محتاج ہوگیا۔ پھر اُس نے صِدقِ دل سے اللہ کے حضور زاری کی کہ میں ساری عمر

آں سکونِ سابح اندر آشنا
کامل تیراک کا سکون سے تیرنا

بہ ز جہدِ اعجمے با دست و پا
ایک اناڑی کے ہاتھ پاؤں مارنے سے بہتر ہوتا ہے

گناہ کرتا رہا لیکن پھر بھی تیری عطا میں کمی نہ آئی۔ اب میں تیرا مہمان ہوں' تیرے لیے سارنگی بجاؤں گا کیونکہ میں تیرا غلام ہوں اور پھر وہ مدینے کے قبرستان میں جا کر سارنگی بجاتا رہا اور روتا رہا' اس اُمید پر کہ اللہ کریم کھوٹے سکے بھی عمدگی سے قبول کرتا ہے۔ روتے روتے اُسے نیند آ گئی۔ اُس کی جان کا پرندہ قید سے چھوٹ گیا۔ اُس کی رُوح یہ قصّہ گانے لگی کہ کاش مجھے اُسی جگہ رہنے دیتے کہ میں مَست ہوتی اور اُس عالم کی تمام نعمتوں سے فائدہ اُٹھاتی۔ اُس جہان کی وسعت میں کہ یہ جہان اُس کے مقابلے میں تنگ اور پَست کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہاں کی تنگی نے مجھے پارہ پارہ کر دیا ہے۔ وہ عالَم اور اُس کا راستہ اگر نظر آتا تو کوئی ایک لمحہ کے لیے بھی اِس جگہ نہ رہتا لیکن حکمِ الٰہی ہونا تھا۔ خبردار! لالچی نہ بن۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نیند طاری کر دی تو اُنہوں نے خواب میں دیکھا اور وہ آواز سُنی جو صدا کی اصل ہے اور جس آواز کو ہر قوم کے لوگ بغیر کان اور ہونٹ کے سُن چکے ہیں۔ انسانوں پر ہی کیا' اِس آواز کو تو لکڑی اور پتھر بھی سُن سکتے ہیں۔ ہر وقت اُس جانب سے اَلَست کی آواز آتی ہے جس سے جوہر اور عَرض مَست ہو جاتے ہیں۔ تو میں نے لکڑی اور پتھر کے اِس آواز کو سننے کی جو بات کی ہے۔ اُس کے بارے میں ایک قِصّہ سُن لے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جُدائی میں حنانہ ستُون کا رونا اور اُس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ستونِ حنانہ پر بیٹھتے ہیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک نہیں دیکھ سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر بنایا گیا تو ستونِ حنانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں سمجھداروں کی طرح روتا تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم حیرت میں پڑ گئے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ستون! تُو کیا چاہتا ہے؟ وہ بولا: میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں خون ہو گئی ہے۔ چونکہ میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جُدائی میں جل گئی ہے اِس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر میں کیوں نہ روؤں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مَسند تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر بنوا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بھلے درخت! اگر تُو چاہتا ہے کہ تجھے کھجور بنا دیں اور لوگ تیرا میوہ کھائیں یا تجھے سرو بنا دیا جائے کہ ہمیشہ تر و تازہ رہے؟ وہ بولا کہ میں بقائے دائمی چاہتا ہوں۔ اُس ستون کو زمین میں دفن کر دیا گیا اور انسانوں کی طرح قیامت میں اُٹھایا جائے گا۔

یہ اِس لیے کہا کہ تُو سمجھ جائے کہ جو خدا کا ہو گیا دُنیا کے کاموں کے لیے بے کار ہو گیا کیونکہ جو وہاں باریاب ہو جاتا ہے وہ دُنیا کے کام کا نہیں رہتا۔ وہ شخص جس پر اَسرار کی بخشش نہ ہوئی ہو وہ بے جان لکڑی کے رونے کی کب تصدیق کرے گا۔ دل میں نفاق رکھنے والا خدائی بھید نہیں سمجھ سکتا۔ یاد رکھو! آدھا وہم انسانوں کو پورے وہم میں تبدیل کر دیتا

یک نظر دو گز ہمی بیند ز راہ
ایک نظر صرف دو گز تک دیکھتی ہے

یک نظر دو کون دید و رُوی شاہ
اور ایک نظر وہ ہے کہ دونوں جہانوں بلکہ شاہ کے چہرے کو بھی دیکھتی ہے

ہے۔ جو لوگ اَمرِ کُن کے واقف ہوتے ہیں وہی اِن رازوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ اہلِ عقل میں شیطان شُبہ پیدا کرتا رہتا ہے جس سے وہ اُوندھے ہو کر گر جاتے ہیں۔ عقلی دلائل والوں کا پیر لکڑی کا ہوتا ہے جو کہ بہت کمزور ہوتا ہے۔ لیکن اَمرِ کُن کے واقف صاحبِ بصیرت کے پاؤں کا جماؤ پہاڑ کی طرح ہوتا ہے۔

گر بہ اِستدلال کارِ دیں بُدے
فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے (مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

''اگر دین کے تمام مسائل کا مدار عقلی دلائل پر ہوتا تو فخر الدین رازی دین کے سب سے بڑے راز داں ہوتے''۔

جس طرح اندھا لاٹھی کا محتاج ہوتا ہے اِسی طرح عوام شیخِ کامل کی رہبری کے محتاج ہوتے ہیں۔ اندھے کی لاٹھی کیا ہے؟ قیاس اور دلیل۔ اُس خدا نے یہ لاٹھی تمہیں دی ہے کہ آگے بڑھو۔ غصہ سے وہ لاٹھی تم نے اُسی پر دے ماری۔ تم اندھے نہ بنو کسی صاحبِ بصیرت کو درمیان میں لاؤ۔ اُس کا دامن پکڑو جس نے تمہیں لاٹھی دی۔ غور کرو آدم علیہ السلام نے نافرمانی سے کیا دیکھا۔ لاٹھی سانپ کیسے بن گئی اور ستون کیسے باخبر ہو گیا؟ رسولوں کے معجزوں پر غور کرو اگر یہ بات عقل میں نہ آنے والی نہ ہوتی تو معجزوں کی ضرورت کیا تھی۔ جو عقل میں آنے والی بات ہوتی ہے تو اُسے قبول کرتا ہے لیکن عقل کی سمجھ میں نہ آنے والے طریقہ کو دیکھ اُس کا ذریعہ مقبولِ بارگاہ شخص کا دل ہے۔ جس طرح آدمی کے ڈر یا حسد سے جن اور درندے دُور جزیروں میں بھاگ گئے اِسی طرح نبیوں کے معجزوں کے خوف سے منکروں نے بھی گھاس کے نیچے اپنا سر چھپا لیا۔ خدا رسیدہ لوگوں کا اِدراک عام عقلوں سے بالاتر ہوتا ہے۔ یہ اِدراک کشف اور ذوقِ حقیقی کے طفیل حاصل ہوتا ہے۔ اہلِ عقل مکّاری سے اپنے آپ کو سمجھدار بتاتے ہیں۔ کھوٹے سکّے بنانے والوں کی طرح بظاہر توحید اور شریعت کے الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن اُن کا باطن اندر سے کڑوی روٹی کی طرح ہوتا ہے۔ فلسفی کی مجال نہیں کہ خدائی اُمور میں دَم مارے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ، سنگ ریزوں کا ابوجہل کے ہاتھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر گواہی دینا

ابوجہل کی مُٹھی میں چند کنکر تھے۔ اُس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر تُو آسمان کے راز کا خبردار ہے تو بتا میرے ہاتھ میں کیا چھپا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بتاؤں کہ کیا ہے یا وہی چیز بتائے؟ ابوجہل بولا: دوسری بات زیادہ انوکھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تیرے ہاتھ میں پتھر کے چھ ٹکڑے ہیں اور اُن کی تسبیح سُن۔ سنگریزوں نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا موتی پرو دیا۔

درمیانِ ایں دو فرقِ بے شمار
اِن دونوں دیکھنے والوں میں بے حد فرق ہے

سُرمہ جُو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالسِّرَار
سُرمہ تلاش کر اور اللہ غیب کا جاننے والا ہے

ابوجہل نے غصّے سے پتھروں کو زمین پر دے مارا اور بولا: تجھ جیسا تو کوئی دوسرا جادوگر نہیں ہے۔ وہ حضور ﷺ کے حسد سے جل گیا اور رسول ﷺ کے سامنے سے ذِلّت کے کنوئیں میں گر گیا۔ اُس نے مُعجزہ دیکھا اور بے دینی میں اور سخت ہو گیا۔ اُس کی آنکھ خاک کو دیکھنے والا شیطان بن گئی۔ اب ہم پیر چنگی کے قصّے کی طرف چلتے ہیں۔

امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بوڑھے سارنگی نواز کو پیغام پہنچانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آواز آئی کہ میرا ایک محترم بندہ قبرستان میں ہے اُس کی ضرورت کو پورا کر اور بیت المال سے سات سو دینار اُس کے لیے لے جا اور کہہ جب یہ ختم ہو جائیں تو اور لے جانا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آواز کی ہیبت سے اُٹھے اور قبرستان کی طرف دوڑے لیکن اُس بوڑھے کے سوا کسی کو وہاں نہ پایا۔ اُنہوں نے سوچا' اللہ پاک نے فرمایا ہے: ہمارا ایک پاک اور بابرکت بندہ ہے اور یہ سارنگی نواز کیسے مُقرّب ہو سکتا ہے' پھر قبرستان کا چکر لگایا لیکن بوڑھے کے علاوہ وہاں کوئی نہ تھا۔ جب اُن کو یقین ہو گیا کہ بوڑھے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تو ادب سے اُس کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھینک آئی تو بوڑھا اُٹھ بیٹھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اُس کے زرد چہرے کو دیکھا تو کہا کہ مجھ سے خوف نہ کھا۔ میں تو تیرے لیے خوشخبری لایا ہوں کہ اللہ نے تجھے سلام کہا ہے اور تیرا حال پوچھا ہے۔ اُسے رقم دی اور کہا: اِسے خرچ کر اور پھر اسی جگہ آ جانا۔

یہ سب سُنا تو بوڑھا کانپ گیا۔ شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ اُس کا درد حد سے بڑھ گیا اور وہ خوب رویا۔ سارنگی کو زمین پر مار کر ریزہ ریزہ کر دیا کہ اے کم بخت! تُو ستر سال میرے اور میرے رَبّ کے درمیان پردہ بنی رہی۔ اے خدا! مجھے معاف فرما تُو عطا کرنے والا ہے' میں نے اپنی ساری عمر ضائع کر دی ہے۔ میں نے اپنی عمر سے انصاف نہیں کیا۔ میں اپنا انصاف اُس کے سوا کسی سے حاصل نہیں کر سکوں گا جو میری ذات سے بھی زیادہ میرے قریب ہے۔ اب میری ہستی مجھ سے گم ہو گئی ہے تو میں اُسے دیکھ رہا ہوں اور اسی طرح رو رو کر وہ اپنے گزشتہ ستر سال کے گناہ گِن رہا تھا اور مغفرت مانگ رہا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اُس کو مقامِ گریہ سے جو کہ ہستی ہے، مقامِ اِستغراق کی طرف پھیر دینا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا کہ یہ تیرا رونا بھی تیرے ہوش کی علامت ہے۔ اِس کے بعد اُس کو اِس حالت سے ہٹایا اور اِستغراق کی طرف لائے۔ گزشتہ واقعات کو یاد کرنا

کارِ درویشی وَرائے فہم تُست
درویشی کا معاملہ تیری سمجھ سے باہر ہے

سُوئے درویشاں تُو منگر سُست سُست
تُو درویشوں کو حقارت سے نہ دیکھ

اور آئندہ کی فکر دراصل خدا سے حجاب ہے۔ تُو دونوں کو جلا دے۔ کب تک تُو اِن دونوں سے نے کی طرح پُر گرہ رہے گا۔ جب تک بانسری میں گرہ ہے ہمراز نہیں بن سکتی۔ جب تک تُو خودی کے چکر کے ساتھ طواف کرتا ہے مُرتد ہے۔ خودی کے ساتھ تو خانہ کعبہ کا طواف بھی شرک ہے۔ ماضی اور مستقبل کے واقعات پر نہیں اُن کے پیدا کرنے والے پر نظر رکھ۔ کیوں تیری خبریں خبر دینے والے سے غیر متعلق ہیں۔ تیری توبہ بھی ایسی حالت میں گناہ سے بدتر ہے۔ فنا کا راستہ تو دوسرا ہی راستہ ہے۔ اُس میں ہوشیاری بھی گناہ ہے۔ خودی کی حالت میں توبہ کرنے سے توبہ کر۔ کبھی تُو نرم آواز کو قبلہ بناتا ہے کبھی پھوٹ پھوٹ کر رونے کا بوسہ لیتا ہے۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ اُس کے لیے اَسرار کا آئینہ بن گئے اور اُس کی جان باطن سے بیدار ہو گئی۔ بوڑھا رُوح کی طرح گریہ وخندہ سے آزاد ہو گیا۔ ایک جان چلی گئی اور دوسری جان زندہ ہو گئی۔ اُس کے باطن میں ایک حیرت پیدا ہوئی جس سے وہ زمین و آسمان سے باہر ہو گیا۔ اُس کی جستجو کسبی نہ تھی بلکہ انجذابی تھی، جس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ وہ جلالِ ذوالجلال میں مُستغرق ہو گیا۔ جو کچھ ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق کہا گیا ہے تقاضہائے غیبی کی بنا پر کہا گیا ہے ورنہ اِس کی شرح ناممکن ہے۔ بوڑھے کا حال یہاں تک پہنچا تو اُس کی جان گل میں ڈوب گئی۔ اُس نے گفتگو سے دامن جھاڑا اور آدھی بات کہی اور آدھی اُس کے منہ میں ہی رہ گئی۔ اُس عیش و عشرت کو حاصل کرنے کے لیے لاکھوں جانیں قربان کر دینی چاہئیں۔ انسان کے جسم میں جان اور رُوح جاری پانی کی طرح غیب سے پہنچتی رہتی ہیں۔ اور ''دنیا سے چل'' کی آواز آتی رہتی ہے۔ یہی حال رُوحِ انسانی کا ہے، یہ غیب سے سُنتی ہے کہ جسم کی دُنیا سے نکل جا اور نئی دُنیا میں آجا۔

''ہر خرچ کرنے والا اللہ کے راستے کا مُجاہد ہے نہ کہ خواہشات میں اُڑانے والا'' اور فرشتوں کی دُعا

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نصیحت کے لیے ہمیشہ دو فرشتے عُمدہ منادی کرتے ہیں کہ اے خدایا! دُنیا میں بخیلوں کو سوائے تباہی در تباہی کے کچھ عطا نہ فرما اور خرچ کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے۔ موقع دیکھ کر خرچ کرنے والے اور نہ کرنے والے اچھے ہوتے ہیں۔ جب خرچ کرنے کا موقع آتا ہے تو اُن پر اثر ہو جاتا ہے۔ بہت سی جگہوں پر خرچ نہ کرنا، خرچ کرنے سے بہتر ہوتا ہے۔ اللہ کا مال اُس کے حکم کے بغیر خرچ نہ کرتا کہ تم لاتعداد خزانے پاؤ اور کافروں میں شمار نہ ہو کیونکہ وہ اونٹوں کو ذبح کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آنے کے لیے (بدر میں)۔ اللہ تعالیٰ کا حکم کسی پہنچے ہوئے سے معلوم کر لے کیونکہ ہر دل خدا کے حکم کو معلوم نہیں کر سکتا۔ غلط راستے پر خرچ کرنے والوں کے بارے میں قرآن میں ہے کہ اُن کی فضول خرچیاں اُن کے

زانکہ درویشی وَراےِ کارہاست
کیونکہ درویشی دُنیوی کاموں سے جُداگانہ چیز ہے

دمبدم از حق مراِیشان را عطاست
اُن پر اللہ کی طرف سے ہر وقت بخشش ہوتی رہتی ہے

لیے حسرت کا باعث ہوں گی۔

عرب کے سرداروں کا قبولیت کی اُمید پر قربانی کرنا

بدر میں رسول ﷺ سے مکّہ کے سرداروں کی لڑائی میں قربانی قبولیت کی اُمید پر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مومن خوف سے نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہتا ہے۔ روپیہ خرچ کرنا سخی کے لیے مناسب ہے لیکن عاشق کی سخاوت اپنی جان سُپرد کر دینا ہے۔ اگر تُو خدا کے لیے روٹی دے گا تو تجھے روٹی ملے گی اور اگر تُو خدا کے لیے جان دے گا تو تُجھے نئی جان دی جائے گی۔ اگر چنار کے پتے جھڑ جائیں تو خدا اُس کو نئے پتے عطا کرتا ہے۔ اگر سخاوت کی وجہ سے تیرے ہاتھ میں مال نہ رہا تو خدا کی مہربانی تُجھے برباد نہ ہونے دے گی۔ جو کھیت بوتا ہے اُس کا ڈھیر خالی ہو جاتا ہے لیکن اُس کی کھیتی میں زیادتی ہو جاتی ہے اور جس نے ڈھیر میں رہنے دیا اور بخل کیا' تو گھُن اور چوہے تو اپنا کام دکھا ہی دیں گے۔ یہ جہان عدم ہے' اصل مقصد کی تلاش کر۔ اسی طرح تیرا جسم صفر ہے' اس میں معنیٰ کی تلاش کر۔ اپنی کھاری اور کڑوی جان تُو تلوار کے سامنے کر دے اور میٹھے دریا جیسی جان خرید لے۔

خلیفہ، جو سخاوت میں حاتم طائی سے بڑھا ہوا تھا

پہلے زمانے میں ایک خلیفہ ہوا ہے جو حاتم طائی سے بھی بڑھ کر سخی تھا۔ اُس کی بخشش کی وجہ سے سمندر اور کانیں خالی ہو گئیں۔ وہ دُنیا میں وہاب (اللہ تعالیٰ) کا مظہر تھا۔ اُس کا دروازہ حاجت مندوں کا قبلہ تھا۔ عجم' روم' تُرک' عرب سب اُس کی عطا سے تعجب میں تھے۔ وہ ایسا آبِ حیات تھا کہ اُس کی وجہ سے عرب و عجم میں جان پڑ گئی۔

بدو جس سے اُس کی بیوی فقر و افلاس کے سبب جھگڑتی

ایک رات' بدو عورت نے' شوہر سے کہا: ساری دُنیا خوش ہے لیکن ہم محتاجی کی سختیاں جھیل رہے ہیں۔ نہ ہمارے پاس کچھ کھانے کو ہے' نہ پینے کو' نہ پہننے کو' نہ اوڑھنے کو۔ ہماری فقیری فقیروں کے لیے بھی باعثِ ذِلّت ہے۔ ہر اپنا پرایا ہم سے گریزاں ہے۔ اگر کوئی مہمان ہمارے پاس آ جائے تو میں رات کو سوتے میں اُس کی گدڑی اُتار لوں۔ ہم کب تک اِس ذِلّت کو برداشت کرتے رہیں گے۔

ضرورت مند مُریدوں کا دھوکا کھانا، بناوٹی پیروں کو بزرگ سمجھنا اور کھرے کو نقل سے نہ پہچاننا

عقل مندوں نے کہا ہے کہ ہمیشہ محسنوں کا مہمان بننا چاہیے۔ ایسے کا نہیں کہ تیری کمائی کمینہ پن سے وصول کر لے۔ ایسا پیر روشنی نہ دے گا' تُجھے تاریک بنا دے گا۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر　　گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

پاک لوگوں کے کام کو اپنے پر قیاس نہ کر　　اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) یکساں ہوتا ہے

جب اُس کے باطن میں نور نہیں ہے تو دوسرے اُس سے کب روشنی حاصل کریں گے؟ ایک چندھا کسی کی آنکھ کا کیا علاج کرے گا؟ اُس کا دل تاریک ہے اور زبان تیز۔ اُس میں خدا کی نہ بُو ہے نہ اثر۔ اُس نے درویشوں کی بعض باتیں چُرا لی ہیں تاکہ گمان ہو کہ وہ کچھ ہے۔ وہ بایزید کی عیب جوئی کرتا ہے حالانکہ وہ خود اندر سے یزید ہے۔ کافی وقت چاہیے کہ انسان کا اصل بھید واضح ہو کہ جسم کی دیوار کے نیچے خزانہ ہے یا چیونٹی اور سانپ کا بل۔ کوئی مرید اگر کسی جھوٹے مدّعی کا معتقد ہو جائے کہ وہ کچھ ہے اور اپنے اعتقاد سے اعلیٰ مقام حاصل کرلے جو اُس کے پیر کو خواب میں بھی نہ دکھائی دے۔ وہ خود آگ اور پانی سے محفوظ رہے لیکن پیر محفوظ نہ رہ سکے۔ ایسا نادر کوئی کوئی ہوتا ہے۔

کبھی مرید کی باطنی روشنی کی وجہ سے جو کہ اُسے اپنے اخلاص کی وجہ سے حاصل ہو پیر کے حق میں مُفید ثابت ہو جاتی ہے۔ مرید اپنے نیک ارادے کی وجہ سے ایک مقام تک پہنچ جاتا ہے اگرچہ جس کو اُس نے رُوح سمجھا تھا' جسم ثابت ہوا۔ اُس کے لیے ایسے احوال رونما ہو جاتے ہیں کہ اُس کے ناچیز پیر نے سالوں میں نہیں دیکھے ہوتے۔ جیسے قبلہ کی دُرست سمت معلوم نہ ہونے کی صورت میں اگر اٹکل سے نماز پڑھ لی جائے اور وہ قبلہ رُو نہ بھی ہو' تو بھی نماز دُرست ہو جاتی ہے۔ ہمیں اپنے رُوحانی افلاس کو چُھپانے اور جھوٹی آبرو کے لیے بناوٹ نہیں کرنی چاہیے۔

بدّو کا اپنی بیوی کو صبر کا حکم کرنا اور صبر کی فضیلت بیان کرنا

شوہر نے بیوی سے کہا کہ تُو آمدنی اور پیداوار کی کب تک جستجو کرتی رہے گی؟ سمجھدار انسان کمی بیشی کو نہیں دیکھتا کیونکہ یہ دونوں پانی کے بہاؤ کی طرح گزر جاتے ہیں۔ چاہے پانی صاف ہو یا گدلا' وہ ٹھہرنے والا نہیں ہے۔ اِس دُنیا میں ہزاروں جاندار بغیر کسی تردّد کے آرام سے گذر کر رہے ہیں۔ فاختہ درخت پر خدا کا شکر کرتی ہے حالانکہ اُس نے رات کا کچھ سامان نہیں کیا۔ بُلبل کہتی ہے: "اے پروردگار! تجھ پر ہی بھروسہ ہے"۔ مچھر سے لے کر ہاتھی تک' اللہ کا کنبہ ہے اور وہ اِن کی بہتر پرورش کرتا ہے۔

یہ سب غم جو ہمارے سینوں میں پل رہے ہیں ہماری ہستی کے غُبار اور بگولے ہیں۔ یہ جڑ کھودنے والے غم ہمارے لیے درانتی کی طرح ہیں۔ اس طرح ہو گیا' اُس طرح ہو گیا' سب ہمارے وسواس ہیں۔ ہر غم و فکر موت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر تُو نے موت کے جُزو کو اپنے لیے میٹھا بنا لیا تو سمجھ لے کہ خدا کُل کو بھی میٹھا کر دے گا۔ درد موت کے قاصد ہوتے ہیں۔ قاصد سے منہ نہ موڑ۔ جو شخص خوشگوار زندگی بسر کرتا ہے وہ تلخ موت مرتا ہے۔ جو شخص تن پروری ہی کرتا ہے' موت سے نہ بچ سکے گا۔ اے عورت! تُو میرا جوڑا ہے۔ جوڑے کو یکساں ہونا چاہیے۔ جوتے اور موزے کے جوڑے کو دیکھ۔

شیر آں باشد کہ مرد اُو را خورد شیر تو وہ ہے جس کو آدمی پیتا ہے	شیر آں باشد کہ مَردم را درد اور شیر وہ ہے جو آدمیوں کو پھاڑ ڈالتا ہے

دونوں میں سے اگر ایک جوتا پیر میں تنگ ہو تو پورا جوڑا ہی تیرے کام نہیں آتا۔ کبھی شیر اور بھیڑیے کا بھی جوڑا ہوا ہے؟ میں قناعت کی طرف آتا ہوں تُو بُرائی کی طرف کیوں جاتی ہے؟۔

بیوی کی شوہر کو نصیحت "اپنی بساط سے بڑھ کر بات نہ کر کیونکہ جو تم کہتے ہو، کرتے نہیں، جو کہتے ہو اگر سچ ہے تو تجھے توکّل کا مقام حاصل نہیں ہے"

عورت بولی: تُو عزت کا شیدائی ہے، تُو تکبر کی بات کرتا ہے۔ دنیاداری اور کروفر کی باتیں کب تک؟ تکبر، دعویٰ غرور اور بکواس کو دل سے نکال دے تاکہ تُو نجات پائے۔ تکبر بُرا ہے مگر مفلسوں سے اور بھی بُرا ہے۔ تیرا گھر مکڑی کے جالے کی طرح ہے اور تُو دعوے کرتا ہے۔ تُو نے صرف قناعت کا نام ہی سیکھا ہے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ "قناعت تو ایک خزانہ ہے"۔ قناعت تو گنج رواں ہے۔ تُو مجھے بیوی نہ کہہ اور شوہر ہونے کا اظہار نہ کر۔ میں انصاف کی بنیاد پر بیوی ہوں نہ کہ مکاری کی بنیاد پر۔ تُو اپنی عقل کو میری عقل سے بڑا سمجھتا ہے، تُو نے مجھ کم عقل کو کیوں پسند کیا؟۔ منتر پڑھنے والا دشمن کی طرح (سانپ پر) منتر پڑھتا ہے اور سانپ اُس پر منتر پڑھتا ہے لیکن منتر پڑھنے والا اپنے کام کی حرص کی وجہ سے سانپ کے منتر کو محسوس نہیں کرتا۔ سانپ کہتا ہے کہ تُو مجھے اللہ کے نام پر پھانستا ہے لیکن اللہ ہی کا نام مجھے انصاف دلائے گا۔

مرد کی عورت کو نصیحت "فقیروں کو ذلت سے نہ دیکھ، اللہ کے معاملے میں کمال کے گمان سے نظر کر اور اپنے افلاس کی وجہ سے فقر و فقیروں پر طعنہ زنی نہ کر

مرد بولا: اے بیوی! فقر باعثِ فخر ہے اور کسی میں کوئی عیب ہو بھی تو اُسے ننگا نہیں کرنا چاہیے۔ درویشی کا معاملہ "تیری سمجھ سے بالا ہے"۔ درویشی دنیاوی کاموں سے جداگانہ چیز ہے۔ درویشوں کے لیے اللہ کی طرف سے ہر وقت بخشش ہے۔ یہ لوگ مُلک و مال کے علاوہ اللہ سے بھاری روزی پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور عادل کمزوروں پر ظلم نہیں کرتے۔ مجھے لوگوں سے بالکل کسی قسم کا لالچ نہیں ہے۔ میرے دل میں قناعت کا ایک جہان آباد ہے۔

پس بداں ایں اصل را اے اصل جُو اے راز کے طالب! اس حقیقت کو سمجھ لے	ہر کرا در دست اُو بُر دست بُو کہ جس کے پاس دردِ دل ہے اُس کو پتہ مل گیا ہے

ہر چیز کا حرکت کرتے نظر آنا اِس لیے ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنے وجود کے حلقے سے دیکھتا ہے، یہاں تک کہ نیلے رنگ کے ذریعے سورج کو نیلا اور سرخ کے ذریعے سرخ دکھاتا ہے، جب چمک رنگ سے صاف ہو جاتی اور سفید ہو جاتی ہے تو تمام دوسری روشنیوں سے زیادہ صحیح دکھانے والی ہوتی ہے

ابو جہل نے احمد ﷺ کو دیکھا اور کہا: "تو بد صورت ہے جو بنی ہاشم میں پیدا ہوا"۔ احمد ﷺ نے فرمایا: "تو سچ کہتا ہے"۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُن ﷺ کو دیکھا اور کہا: اے آفتاب! کہ تو خوب روشن ہے۔ تیرے جیسا کوئی نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عزیز! تو نے سچ کہا کیونکہ تو اس ناچیز دنیا سے آزاد ہے"۔ حاضرین نے پوچھا: اے سرور عالم ﷺ! آپ ﷺ نے دو متضاد باتیں کہنے والوں کو سچا کہا، ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایک نہایت صاف آئینہ ہوں۔ ترک اور ہندوستانی مجھے وہی دیکھے گا جو وہ خود ہے۔ جس کے منہ کے سامنے آئینہ ہو وہ اچھے اور بُرے کو اس میں دیکھے گا۔

بدو نے بیوی سے کہا: تو مجھے لالچی کہتی ہے۔ اس اٹکل سے باہر نکل، فقر تو رحمت ہوتا ہے۔ جہاں یہ نعمت ہو وہاں لالچ کہاں۔ تو دو دن فقر کو آزمالے تاکہ فقر کے ذریعے تجھے دوگنی غنا نظر آئے۔ تو فقر پر صبر کر لے اور اپنا رنج بھول جا کیونکہ فقر میں خداداد عزت ہے۔ غور کر قناعت کی وجہ سے ہزاروں جانیں شہد کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ تلخی برداشت کرنے والی ہزاروں جانیں گلقند کے پھولوں میں لت پت ہیں۔ افسوس کہ اگر تیری جان میں اتنی گنجائش ہوتی تو میری جان سے دل کی شرح ظاہر ہوتی۔ یہ باتیں جان کے پستان میں دودھ ہیں۔ چوسنے والے کے بغیر اچھی طرح جاری نہیں ہوتی ہیں۔ سننے والا اگر پیاسا اور طلبگار ہو تو وعظ کہنے والا مردہ بھی ہو تو بولنے لگتا ہے۔ جب دروازے سے کوئی نامحرم آتا ہے تو مستورات پردے میں چھپ جاتی ہیں۔ اگر کوئی محرم آتا ہے، خدا اُسے سلامت رکھے، تو مستورات نقاب اُٹھا دیتی ہیں۔

جس چیز کو حسین بناتے ہیں، دیکھنے والی آنکھ کے لیے بناتے ہیں۔ سارنگی کی آواز کا زیر و بم بہرے بے حس کے لیے کب ہوتا ہے؟ اللہ نے خوشبو کو بیکار نہیں بنایا، سونگھنے والے ناک کے لیے بنایا ہے، بے حس ناک کے لیے نہیں۔

ہر کہ اُو بیدار تر پُر درد تر
جو زیادہ ہوشمند ہے وہی زیادہ پُر درد ہے

ہر کہ اُو آگاہ تر رُخ زرد تر
جو زیادہ باخبر ہے اُسی کا چہرہ زیادہ زرد ہے

بانسری کی آواز اللہ نے انسان کے لیے بنائی ہے' شیطان کے لیے نہیں۔ اللہ نے زمین و آسمان کو بنایا۔ درمیان میں نور و نار کو روشن کیا۔ زمین کو خاک والوں کے لیے اور آسمان کو وہاں رہنے والوں کی جگہ بنایا۔ نیچے رہنے والا انسان اُوپر رہنے والے کا مخالف ہوتا ہے۔ اگر میں دُنیا کو موتیوں سے بھر دوں مگر تیرا حصہ اُن میں نہ ہو تو میں کیا کروں۔ اے بیوی! اگر تُو جنگ نہیں چھوڑتی تو مجھے چھوڑ دے کیونکہ تنگ جوتے سے تو ننگا پیر بہتر ہوتا ہے اور خانہ جنگی سے' سفر کی تکلیف بہتر ہوتی ہے۔

عورت کا مرد کی رعایت کرنا اور اپنے کہے ہُوئے سے توبہ کرنا

عورت نے مرد کے غصّے کو دیکھا تو رونے لگی اور یہ بھی تو اُس کا ایک جال ہے۔ وہ بولی: میں تمہاری بیوی ہوں۔ میرا سب کچھ تیرا ہے۔ اگر فقیری سے میرا دل اُکھڑا ہے تو صرف تیرے لئے۔ تُو میرا جیون ساتھی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تُو بے سروسامان رہے۔ میں تو تجھ پر قربان ہو جانا چاہتی ہوں۔ میں سونے' چاندی پر خاک ڈالتی ہوں۔ میرا سکونِ دل تو تُو ہے۔ وہ وقت یاد کر' جب میں بُت تھی' تُو پجاری۔ میں اب تیری مرضی کے بغیر کچھ نہ کروں گی۔ تُو میرے ساتھ فراق کی بات نہ کر۔ میں جانتی ہوں' میرا گناہ رخواہ خود تیرے اندر موجود ہے اور وہ تیری بلندیٔ اخلاق ہے۔ اُس کے رونے اور آہ و زاری سے مرد کا دل پگھل گیا۔ اُس کی بارش سے ایک بجلی چمکی اور مرد کے دل پر گری۔ قرآن میں ارشاد ہے' "لوگوں کو مرغوب چیزوں یعنی بیویوں کی دل بستگی بھلی معلوم ہوتی ہے"۔ حوا کو اسی لیے پیدا کیا گیا کہ آدم علیہ السلام کو سکون حاصل ہو۔ وہ ذات جس کی گفتگو سے عالم مست ہو جاتا' فرماتی تھی کہ "اے حمیرا! مجھ سے بات کر"۔

حدیث "بیشک عورتیں عقلمندوں پر اور جاہل اُن پر غالب ہیں"

پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ عورت عقلمندوں اور صاحبِ دلوں پر غالب ہے لیکن بدمزاج اور جاہل' عورت پر غالب آجاتے ہیں۔ اُن میں نرمی' مہربانی اور محبت کم ہوتی ہے کیونکہ اُن کی طبیعت پر حیوانیت غالب ہوتی ہے۔ محبت اور نرمی' انسانی وصف ہیں اور غصہ اور شہوت' حیوانی وصف ہیں۔

مرد کا عورت کی درخواست قبول کرنا اور روزگار کے بارے میں اُس کے اعتراض کو اللہ کا اشارہ جاننا

یہ بات مُسلّم ہے کہ ہر گھومنے والے کے ساتھ گھمانے والا ہے۔ مرد اُس گفتگو سے ایسا شرمندہ ہوا جیسے ظالم مرتے وقت ظلم سے۔ دراصل جب قضا آتی ہے تو

ایں طبیبانِ بدن دانشور اند	بر سقامِ تو ز تو واقف تر اند
یہ بدن کے طبیب کتنے عقلمند ہیں	تیری بیماری پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں

عقل اور سمجھ نہیں رہتی اور خدا کے سوا قضا کو کوئی نہیں جانتا۔ اِسی لیے متقیوں کے امام حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ قضا آتی ہے تو آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ جب قضا گذر جاتی ہے تو انسان شرمندگی میں اپنے آپ کو کاٹتا ہے۔ مرد بولا: میں خطاوار ہوں۔ دراصل وجود و عدم دونوں اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔

حضرت مُوسیٰ علیہ السلام اور فرعون دونوں ایک ہی مشیّت کے تابع ہیں جیسا کہ زہر و تریاق، تاریکی و روشنی اور فرعون کی اللہ تعالیٰ سے خلوت

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون دونوں ایک ہی حقیقت کے تابع ہیں۔ بظاہر وہ راستہ پر ہیں اور یہ بے راہ۔

موسیٰ علیہ السلام دن میں بھی رَبّ کے سامنے روتے تھے اور آدھی رات کو فرعون بھی روتا تھا کہ اے خدا! میری گردن میں یہ کیسا طوق ہے؟ اگر طوق نہ ہوتو میں "مَیں" ہوں کون کہے؟ تُو نے موسیٰ علیہ السلام کو چاند کی شکل عطا کی اور مجھے سیہ رُو کر دیا۔ میرا ستارہ، چاند سے بہتر تھا لیکن اِسے گرہن لگ گیا تو میں کیا کروں؟ ہم دونوں ایک ہی آقا کے غلام ہیں لیکن تیرا کلہاڑا جنگل میں شاخ کو کاٹ پھینکتا ہے۔ پھر ایک شاخ میں سے دوسری نئی شاخ پھوٹتی ہے اور دوسری کو تُو بے کار کر دیتا ہے۔ کیا شاخ کو کلہاڑے پر کوئی قابو ہے؟ "نہیں" اِس قدرت کے طفیل جو کہ تیرا کلہاڑا ہے، کرم کر کے اِن کجیوں کو سیدھا کر دے۔ پھر وہ اپنے دل میں کہتا: عجیب بات ہے، رات میں مَیں رَبَّنَا کہتا ہوں لیکن جب موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جاتا ہوں تو مجھے کیا ہو جاتا ہے؟ کھوٹا سکہ خوب چمکدار ہوتا ہے لیکن جب آگ کے سامنے جاتا ہے تو کالا ہو جاتا ہے۔ کیا ایسا تو نہیں ہے کہ ہمارا قلب اور جسم اُس کے فرمان کے تابع ہیں؟ ایک لحظہ میں اسے گودا بنا دیتا ہے اور ایک لحظہ میں چھلکا۔ خدا جب کہے کھیتی بن جا، میں سبز ہو جاؤں اور جب کہے بدصورت بن جا، میں زرد ہو جاؤں۔ کُن کے حکم کے آگے سب مجبور ہیں اور وہ حکم، مکاں و لامکاں میں یکساں کارفرما ہے۔

بے رنگ (رُوح) جب رنگ کا پابند ہو گیا تو ایک موسیٰ کا دوسرے موسیٰ سے اختلاف ہو گیا۔ وجودِ مُطلق جب تعین کی قید میں آتا ہے تو اختلاف پیدا ہو گا۔ جب تُو بے رنگی میں آجائے جو تُو رکھتا ہے تو معلوم ہو گا کہ موسیٰ و فرعون باہم صلح رکھتے ہیں۔ تعجب ہے، یہ رنگ بے رنگ سے پیدا ہوا ہے۔ بتاؤ، رنگ بے رنگ سے مختلف کیوں ہوا؟ تیل کا بیج پانی سے بڑھتا ہے لیکن آخر کار پانی کا مخالف کیوں ہوتا ہے؟ جب پھول، کانٹے سے اور کانٹا، پھول سے ہے تو ان میں جنگ کیوں ہے؟ یا کہ یہ جنگ نہیں ہے بلکہ کسی مصلحت کی وجہ سے دلالوں کی جنگ کی طرح مصنوعی ہے۔ درحقیقت نہ یہ ہے نہ وہ ہے، حیرانی ہے۔ ہماری ضرورت حقیقی خزانہ (ذات) ہے، تو خزانے تو ویرانوں میں دبے ہوتے ہیں۔ جس چیز کو تُو

پس طبیبانِ الٰہی در جہاں
تو اِس جہان رہنے والے خُدائی طبیب

چوں ندانند از تو بے گفتِ دہاں
گفتگو کے بغیر تیری رُوحانی بیماری کو کیسے نہ پہچان لیں گے

خزانہ سمجھ رہا ہے وہ تو تجھے اصل خزانے (استغراقِ حق) سے محروم کیے ہوئے ہے۔ وہم وخیال اور تدبیر کو تُو آبادی کی طرح سمجھ جہاں خزانہ نہیں ہوتا۔ آبادی وعمارت میں ہستی اور اختلاف ہوتا ہے اور فانی کو ہستیوں سے نفرت ہوتی ہے۔ فنا نفی الذات ہونا' ہستی کو رد کر دیتا ہے۔ ایک قوم جلانے والی آگ میں پھولوں کی طرح ہے (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اور ایک قوم باغ میں رنج اور درد میں ہے۔ اہل اللہ کو اہلِ دُنیا سے نفرت ہوتی ہے لیکن نظر یہ آتا ہے کہ دُنیا دار اُن کو ذلیل سمجھ رہے ہیں۔

بدبخت لوگوں کے دو جہان سے محروم رہنے کا سبب جنہوں نے دُنیا اور آخرت میں خسارہ اُٹھایا

ایک فلسفی کا اعتقاد ہے کہ آسمان انڈے کی طرح ہے اور زمین زردی کی طرح' سوال کرنے والے نے پوچھا کہ زمین آسمان کے درمیان کیسے معلق ہے؟ اُس نے جواب دیا: کششِ شش جہات کی وجہ سے' جیسے مقناطیس لوہے کے ٹکڑے کو کھینچے رکھتا ہے۔ دوسرے نے کہا: آسمان مصفّیٰ ہے وہ تاریک زمین کو کب کھینچے گا؟ وہ تو اُسے تیز ہواؤں کے درمیان اُسے اپنے سے دفع کرتا ہے۔ اللہ کے بندوں سے تُو اس لیے سرکشی کرتا ہے کہ وہ تیرے وجود سے رنجیدہ ہیں۔ اُن کے پاس کہربا ہے۔ جب وہ اُس کو ظاہر کرتے ہیں' تیرے وجود کو تنکے کی طرح اپنا عاشق بنا لیتے ہیں۔ جب وہ کہربا کو چھپا لیتے ہیں تو تیری اطاعت کو سرکشی بنا دیتے ہیں۔ جس طرح حیوان' انسان کے ہاتھوں میں قیدی ہوتے ہیں' اسی طرح انسانوں کا مرتبہ اولیاء رحمہم اللہ کے ہاتھوں میں ہے' حیوان کی طرح فرمانبردار۔

قرآن نے احمد ﷺ کو اپنا بندہ کہہ کر پکارا' تُو جہان کو "قُلْ یٰعِبَادِ" پڑھ لے۔ تُو اونٹ ہے اور عقل شُتربان کی طرح ہے۔ اولیاء رحمہم اللہ عقل کی عقل ہیں اور عقلیں اونٹ کی طرح۔ ایک رہنما ہے اور لاکھوں جانیں۔ یہ تو ایک مثال ہے ورنہ اولیاء رحمہم اللہ کو شُتربان سمجھنا غلط ہے بلکہ وہ آفتاب ہیں۔ تُو وہ آنکھ حاصل کر جو آفتاب کو دیکھ سکے۔ حیرت یہ ہے کہ ذرّہ میں سورج پوشیدہ ہے۔ بکری کے بچے کی کھال میں نرشیر ہے۔ گھاس کے نیچے چھپا ہوا دریا ہے۔ خبردار! شُبہ میں اُس گھاس پر پاؤں نہ رکھنا۔ فقراء کے ساتھ حُسنِ ظن رکھنے سے کبھی نہ کبھی رہنما مل جاتا ہے۔ ہر پیغمبر دُنیا میں تنہا آیا لیکن اُس میں سو جہان چھپے ہوئے تھے۔ بیوقوفوں نے اُسے اکیلا اور کمزور سمجھا لیکن جو شاہ کا مصاحب ہو وہ کب کمزور ہوتا ہے۔ بے وقوفوں نے کہا کہ وہ ایک انسان سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ عاقبت اندیش نہیں ہیں۔ پیغمبر انسان کی صورت میں رونما ہوتا ہے لیکن کائنات پر اُس کا تصرّف ہوتا ہے۔ کامل ہونا' انجام پر نظر رکھنا ہے۔ اب حضرت صالح علیہ السلام کا قصّہ

کاملاں از دُور نامت بشنوند　　تا بقعرِ تار و پودت دَر رَوند
کامل لوگ دُور سے تیرا نام سُنتے ہی　　تیرے تانے بانے کی گہرائی میں اُتر جاتے ہیں

سُن۔ الفاظ سے گزر جا اور اُن میں معنی تلاش کر کیونکہ ظاہر بین انجام کو نہیں دیکھتا' تُو انجام پر نظر کرے گا تو عافیت کو پا لے گا۔

دُشمنوں کا حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی کو حقیر سمجھنا، جب خدا چاہتا ہے کہ کسی لشکر کو ہلاک کرے تو اُن کی نگاہ میں دُشمنوں کو حقیر دِکھاتا ہے

وَيُقَلِّلُكُمْ فِيٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا "اور وہ تم کو اُن کی نظر میں کم دکھاتا تھا تاکہ اُس کام کو سرانجام دے جو کرنا چاہتا ہے" حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی بظاہر ایک اونٹنی ہی تھی۔ لوگ پانی کی وجہ سے اُس کے دشمن ہو گئے' حالانکہ اُس نے قدرت کا دیا ہوا پانی پیا۔ اُنہوں نے اللہ کا پانی' اللہ سے روکا۔ اُس اونٹنی کی مثال نیکوں کے جسم کی سی ہے جو بدبختوں کی ہلاکت کا باعث بنی۔ خدا کے قہر کے داروغہ نے دیکھ لو اُن سے اونٹنی کے خون کے بدلے ایک پورا شہر طلب کیا۔

رُوح جو بمنزلہ حضرت صالح علیہ السلام کے ہے' وہ اونٹ جیسی چیز (بدن) پر سوار ہے اور گمراہ نفس اُس کی کونچیں کاٹنے والے کی طرح ہے۔ رُوح وصل کی خوشی میں ہے اور جسم فاقہ میں۔ رُوح تکالیف کو قبول کرنے والی نہیں ہے کیونکہ اللہ کا نور کافروں کا لقمۂ تر نہیں ہے۔ اللہ نے اُس کو جسم سے پیوست کر دیا ہے تاکہ ظالم اُس کو ستائیں اور مصیبت میں پھنسیں۔ وہ اِس بات سے بے خبر ہیں کہ رُوح کا ستانا اللہ کا ستانا ہے کیونکہ مٹکے کا پانی نہر سے وابستہ ہے۔ ضرر سیپ کو پہنچتا ہے' موتی کو نہیں' اِس لیے ولی کے جسم کی اونٹنی کا غلام بن جا تاکہ رُوح صالح علیہ السلام کے ساتھ تیری دوستی ہو جائے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: چونکہ تم نے حسد برتا' تین دن کے بعد اللہ کا عذاب آئیگا۔ اگر بچنا چاہتے ہو تو وہ دیکھو اونٹنی کا بچہ پہاڑ کی جانب بھاگا جا رہا ہے' اُس کو پکڑ سکو تو یہ تدبیر ہے ورنہ تم بچ نہ سکو گے۔ وہ بھاگے لیکن کوئی اُس تک نہ پہنچ سکا' وہ چلا گیا' اُس پاک رُوح کی طرح جو کہ جسم کی نفرت سے خدا کی طرف بھاگتی ہے۔ اونٹنی کا بچہ ولی کے دل کی مثال ہے۔ اگر وہ دل صاف ہو جائے تو تم عذاب سے چھوٹ گئے ورنہ نا اُمید اور حسرت زدہ رہو گے۔

پہلے دن اُن کے چہرے زرد ہو گئے۔ دوسرے دن سُرخ ہوئے' توبہ کا وقت ختم ہو گیا۔ تیسرے دن حضرت صالح علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق نا اُمیدی میں مبتلا ہو کر اونٹ کی طرح گھٹنوں کے بل آئے۔ جب تُو تعلیم حاصل کرنے کے لیے اُستاد یا اپنے پیر کے سامنے جائے تو دوزانو ہو کر بیٹھ۔ قہر ٹوٹا اور شہر نیست و نابود ہو گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام خلوت سے شہر کی جانب آئے۔ اُن کے جسموں کے ٹکڑوں سے وہ رونا سُنتے تھے۔ رونا اور ہائے ہائے جب حد سے گزر گیا تو حضرت

بلکہ پیش از زادنِ تو سالہا	دیدہ باشندت تُرا با حالہا
بلکہ تیری پیدائش سے بھی کئی سال پہلے	تیرے سارے حالات سے واقف ہوتے ہیں

صالح علیہ السلام اُس رونے پر رونے لگے اور بولے: اے قوم! میں تمہاری وجہ سے خدا کے سامنے نالاں رہا ہوں۔ میں نے تمہیں اللہ کے حکم کے مطابق نصیحت کی۔ نصیحت کا دودھ محبت اور صاف دلی سے جوش میں آتا ہے۔ تم نے میری بات کو نہ مانا تو نصیحت کا دودھ میری رگوں میں ٹھٹھر گیا۔ اللہ نے میرا دل صاف کر دیا اور ناراضگی کو میری طبیعت سے جھاڑ دیا۔ میں پھر نصیحت میں لگ گیا ہوں۔ اے سرکش قوم! میرا غم تو تم تھے۔ وہ اپنی طرف متوجہ ہوئے کہ تُو کیوں رو رہا ہے؟ لیکن رحمت نے بے علّت اُن پر تجلی فرمائی اور قطرے بے وجہ ٹپکتے رہے۔ اُن کی عقل کہتی تھی کہ یہ رونا اُس قوم کے غلط کاموں پر اور سانپ جیسی زہر آور زبان پر اور اُن کی بُرائیوں پر ہے۔ وہ لوگ نیکیوں کے خریدار نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جنت سے اِس لیے باہر لایا تاکہ اُن کو دوزخیوں کے انجام دکھائے۔

آیت "چلائے دو دریا مل کر چلنے والے، اُن دونوں میں ایک پردہ کہ ایک دوسرے پر زیادتی نہ کریں" مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ جہنمیوں اور جنتیوں کو ساتھ ساتھ دیکھ اور اُن کے بیچ میں ایک پردہ ہے کہ خلط ملط نہیں ہیں، جس طرح کان میں مٹی اور سونا باہم ملے ہوتے ہیں لیکن الگ الگ۔ نیک اور بد موجود ہیں اپنی آنکھیں کھول، ہو سکتا ہے کہ تُو آگاہ ہو جائے۔

سمندر کا آدھا شکر جیسا اور دوسرا سانپ کے زہر کی طرح کڑوا ہے۔ اس جہان میں دونوں (نوری اور ناری لوگ) پانی کی موجوں کی طرح آپس میں ٹکراتے ہیں۔ نوری، صلح کی موجوں کو اُبھارتے ہیں اور سینوں سے کینوں کو نکالتے ہیں۔ اِس کے برعکس ناری محبتوں کو تہ و بالا کرتے ہیں۔ محبت، کڑووں کو مٹھاس کی طرف کھینچتی ہے اور عداوت، میٹھے کو تلخ بناتی ہے۔ کڑوا اور میٹھا اُس نگاہ سے نظر نہیں آتا لیکن انجام کے دریچے سے دیکھ سکتے ہیں۔

انجام پر نظر رکھنے والی آنکھ صحیح دیکھ سکتی ہے لیکن ابتدا (ظاہر) کو دیکھنے والی آنکھ دھوکا اور غلط ہے۔ اے لوگو! بہت سی چیزیں بظاہر شکر جیسی ہوتی ہیں لیکن شکر میں زہر چھپا ہوا ہوتا ہے، جو زیادہ سمجھدار ہو وہ پہچانتا ہے۔ بعض لوگ مصنوعی شیخ کو اُس وقت پہچانتے ہیں جب سامنے آئے۔ بعض اُس وقت جب اُس کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں۔ بعض اُس کی حرکات و سکنات سے یا زیارت کر اور بعض اُس وقت جب اُس کی تعلیمات حلق تک پہنچتی ہیں۔ بعض اُس کی تعلیمات کا اثرِ بد اپنے بدن پر محسوس کرتے ہیں۔ بعض کچھ عرصے کے بعد اُس کی خباثت کو معلوم کر سکتے ہیں اور بعض کو اس کی بُری تعلیمات کا اثر قبر میں جا کر محسوس ہوتا ہے۔ غرض کہ بدعقیدہ پیروں کی تعلیمات کے مُضر اثرات محسوس کرنے میں

حالِ تو دانند یک یک مُو بمُو
وہ تیرے حال کا بال بال جانتے ہیں

زانکہ پُر بُوند از اسرارِ ہُو
کیونکہ وہ اللہ کے سب رازوں سے واقف ہیں

انسانوں میں بہت فرق ہے۔

اللہ کی طرف سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے' اُس سے پہلے کام کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ راہِ طریقت میں بھی سمجھ آنے کے لیے وقت درکار ہے۔ ایک لعل کو روشن بننے کے لیے مدتوں سورج سے روشنی حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اللہ پاک نے سورۂ انعام میں فرمایا کہ میں نے ہر کام کی معیاد ٹھہرادی ہے۔ خدا کرے سمجھ کے لیے تیرا رُواں رُواں کان بن جائے اور جو آبِ حیات (نسبت) تیرے پیر سے تجھے پہنچے تریاق بن جائے۔ جو کچھ اُنہوں نے دیا ہے اُسے آبِ حیات ہی سمجھ۔ رُوح جس طرح ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور یہ نکتہ کہ ہر چیز کے لیے معیاد مقرر ہے' آبِ حیات ہے لیکن اس کے اثرات انسانی جبلّات کی وجہ سے متضاد بھی ہیں۔ جو لوگ اسباب کو مؤثر بالذات اور اللہ کا غیر سمجھتے ہیں ہلاک ہوتے ہیں اور جو اسباب کی کثرت میں وحدتِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں اُن کے لیے خوشگوار ہے۔ جو غیرِ حق سمجھتے ہیں' اُن کے لیے زہر اور جو دوسرے ہیں اُن کے لیے دوا۔ غربت کا خوف ایک انسان میں خوف اور دوسرے میں اُمید کا سبب بنتا ہے۔ باطنی حالت کے مطابق ایک کی نظر میں ظلم دوسرے کی نظر میں وفا بن جاتا ہے۔ ایک کے لیے ظلم تو دوسرے کے لیے عدل' ایک کے لیے جہل تو دوسرے کے لیے عقل' ایک کے لیے جان کا نقصان تو دوسرے کے لیے علاج۔ اسی طرح معاملات میں ہر جگہ دل کے لیے مختلف ہوتا ہے لیکن انسانِ کامل اس کو خوب پہچانتا ہے۔

جو ولیِ کامل کرے' مُریدوں کے لیے کرنا گستاخی ہے،
جاڑا پکے انگور کو نقصان نہیں پہنچاتا لیکن کچے کو جلادیتا ہے

حلوہ طبیب کے لیے مضر نہیں لیکن مریض کے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر ولی زہر کھائے اُس کے لیے تریاق ہے اور اگر طالب کھائے بے ہوش ہو جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ سے دُعا کرتے تھے "اے خدا! میری جیسی سلطنت میرے بعد کسی کو نہ دینا" بظاہر یہ حسد لگتا ہے لیکن یہ حسد نہیں ہے۔ اُنہوں نے سلطنت میں سو خطرے محسوس کیے' جسمانی' رُوحانی اور دینی' جس میں سے بچ کر گزر جانا آسان نہیں۔ اُن کی یہ دُعا بعد میں آنے والوں پر شفقت کی وجہ سے تھی کہ وہ لوگ اتنا بوجھ نہیں اُٹھا سکیں گے۔ سلطنت چلانے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسی ہمت والا انسان چاہیے' جو اُس کے رنگ و بُو سے صاف بچ کر نکل جائے۔ اتنی قوت کے ہوتے ہوئے بھی وہ سلطنت کے بوجھ سے پریشان تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے لاعلمی میں ایک مُشرکہ عورت سے نکاح کر لیا' جس کی پاداش میں اُن علیہ السلام کی انگوٹھی ایک جن کے قبضے میں چلی گئی' جس میں سلطنت کا راز مُضمر تھا۔ بہت پریشانی کے بعد وہ انگوٹھی پھر اُن علیہ السلام کو ملی تو اُنہوں نے تمام دُنیا کے بادشاہوں پر ترس کھایا اور دُعا

صورتے کو فاخر و عالی بود
جن لوگوں کو اللہ نے فخر و بلندی عطا فرمائی ہے

اُو زِ بیتُ اللہ کے خالی بود
اُن کے دِل اللہ کا گھر ہی ہیں

کی کہ اگر تُو کسی کو سلطنت دیتا ہے تو اُسے وہ کمال بھی عطا کر جو تُو نے مجھے دیا ہے، لیکن میں جانتا ہوں کہ میرے بعد ایسا کوئی بادشاہ نہیں ہوگا جو اتنا بوجھ اُٹھا سکے۔

اعرابی اور اُس کی بیوی کے فقر اور شکایت کے قصّے کا خلاصہ

اعرابی اور اُس کی بیوی کے قصّے کو نفس اور عقل کی مثال سمجھ۔ اس عالمِ سِفلی میں نفس اور عقل، نیک و بد کی صورت میں ضروری ہیں۔ نفس عورت کی طرح تدبیر کے درپے ہے، کبھی عاجزی کرتا ہے اور کبھی بڑائی کا خواہشمند ہے۔ عقل ان باتوں سے واقف نہیں ہے۔ اُس کے دماغ میں اللہ کے غم کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس دُنیا میں ظاہر اور باطن دونوں کا موجود ہونا لازمی ہیں۔ اگر صرف باطن کو لیں تو یہ دُنیا بیکار ہو جائے، شریعت کا وجود نہ رہے۔ اگر محبت اور فکر، باطنی معاملہ ہوتا تو نماز اور روزے کی کیا ضرورت رہتی؟ لیکن اللہ سے محبت کے ظاہری اظہار کے لیے ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

دوستی ہونے کے باوجود دوست ایک دوسرے کو تحفے دیتے ہیں، جو دوستی کے اِظہار کے لیے ہوتے ہیں۔ چھپی ہوئی محبتوں کے گواہ ظاہری اَفعال ہی ہوتے ہیں۔ ظاہری اَفعال والے گواہ کوئی شراب سے مست ہوتا ہے اور کوئی چھاچھ سے، لیکن چھاچھ والے کی مستی اور ہاؤ ہُو بناوٹی ہوتی ہے۔ ریاکار، نماز روزے میں پوری جدّ و جہد ظاہر کرتا ہے تا کہ گمان ہو کہ دوستی میں مست ہے۔ جب تُو اصلیت دیکھے گا تو عین ریاکاری ہوگی۔ الغرض، ظاہری افعال تو اُس محبت کی علامت کے رہبر ہوتے ہیں۔ رہبر کبھی صحیح ہوتا ہے، کبھی غلط، کبھی برگزیدہ ہوتا ہے، کبھی ناکارہ۔ اے خدا! ہمیں تمیز عطا کر دے جو ہمیں غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا کر کے سمجھا دے۔ تُو جانتا ہے کہ جس کو تمیز کیسے حاصل ہوتی ہے جبکہ جس یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ (وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) بن جائے۔ جس شخص کے لیے اللہ کا نور امام بن جائے وہ آثار اور اَسباب کا غلام نہیں رہتا۔ جب باطن میں محبت شُعلہ زن ہوتی ہے، وہ قوی ہو جاتی ہے اور اثر سے فارغ کر دیتی ہے۔ محبت کا ظہور بصورتِ اعمال ہوتا ہے لیکن محبت اور علامت میں بہت مناسبت بھی ہے اور دونوں جدا جدا بھی ہیں۔ درخت کی سبزی پانی کے وجود کو ظاہر کرتی ہے حالانکہ پانی اور درخت دو جداگانہ حقیقتیں ہیں۔ معاملات کی اگر حقیقت پر نظر ڈالیں تو ایک دوسرے سے بہت دُور ہیں لیکن باطن میں باہم مربوط۔ دانہ تین مختلف حقیقتوں، پانی، مٹی اور سورج سے ملتا ہے تو درخت بنتا ہے۔

عارفاں کہ جامِ حق نوشیدہ اند ۔ رازہا دانستہ و پوشیدہ اند

عارف لوگ جنہوں نے حق کا جام پی لیا ہے ۔ وہ سب راز جانتے ہیں مگر چھپاتے ہیں

اعرابی کا اپنی بیوی کی بات پر راضی ہونا اور قسم کھانا کہ اِس رضامندی سے میرا مقصد کوئی حیلہ و آزمائش نہیں ہے

مرد نے کہا: جو تُو کہے گی میں تیرا حکم بجالاؤں گا اور جو اچھائی بُرائی آئے گی اُس کو نظر انداز کر دوں گا۔ میں تجھ میں فنا ہو جاؤں گا کیونکہ میں عاشق ہوں اور عاشق کو محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔ عورت نے کہا: یہ بات تُو چالاکی سے تو نہیں کر رہا کہ میرا راز کھل جائے۔ اُس نے کہا: اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے' جس نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرما کر برگزیدہ کر دیا۔ اُس جسم میں جو اُن کو دیا' تمام علوم بھر دیئے' جو لوحِ محفوظ میں موجود تھے۔ ابد تک کے حالات سے واقف کر دیا اور اپنے اسماء کی تعلیم کے ذریعے اُن کو سب کچھ پڑھا دیا۔ اُس علم کی تعلیم نے فرشتوں کو مدہوش کر دیا اور وہ کہنے لگے۔ سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا (اے خدا! تیری ذات پاک ہے' ہمیں بجز اُس کے کچھ معلوم نہیں' جو تُو نے ہمیں بتا دیا ہے) جو اِنکشافات حضرت آدم علیہ السلام کو ہوئے' آسمانوں پر رہتے ہوئے اُن (فرشتوں) کو حاصل نہ ہوئے اور ایک جان میں وہ سب کچھ سما گیا جس کے لیے ساتوں زمین و آسمان تنگ تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ میں اُوپر نیچے کہیں نہیں سما سکتا۔ میں زمین و آسمان اور عرش میں بھی نہیں سما سکتا لیکن تعجب ہے مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔ اگر تُو مجھے ڈھونڈنا چاہے تو اُن دلوں میں تلاش کر۔ اللہ نے فرمایا ہے۔

فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبَادِیۡ تَلۡتَقِیۡ
جَنَّةً مِّنۡ رُّؤۡیَتِیۡ یَا مُتَّقِیۡ

''میرے بندوں میں داخل ہو جا' تو پالے گا' اے پرہیزگار! میرے دیدار کی جنت کو''

عرش نے باوجود اپنی وسعت اور اپنے نور کے اُسے دیکھا تو بے قرار ہو گیا۔ عرش کی بڑائی اپنی جگہ' لیکن صورت کیا چیز ہے؟ جب معنی آ پہنچیں۔ ہر فرشتہ کہتا تھا کہ زمین میں ہم نے بڑی خدمات انجام دی ہیں لیکن زمین کے ساتھ یہ کیسا تعلق ہے' جبکہ ہمارا خمیر آسمان سے ہے۔ یہ نور تاریکیوں (ناسُوت) کے ساتھ کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟ اب ہمیں معلوم ہوا اے آدم علیہ السلام! وہ ہماری زمین کے ساتھ محبت تیری خوشبو کی وجہ سے تھی کیونکہ تیرے جسم کا تانا بانا زمین تھی۔ تیرے خاکی جسم کو اُس جگہ سے حاصل کیا اور تیرے پاک نور کو اُس جگہ چمکایا۔ پہلے پہل جب اللہ نے ہمیں زمین سے منتقل ہونے کا حکم دیا تو ہمیں بہت بھاری پڑا۔ ہم زمین پر تھے اور زمین سے غافل تھے۔ اُس خزانہ سے غافل تھے۔ جو اِس میں موجود

ہر کرا اسرارِ حق آموختند
جن پر اللہ تعالیٰ کے راز ظاہر ہیں

مُہر کردند و دہانش دوختند
ان کے منہ پر مُہر لگا دی گئی ہے اور ہونٹ سی دیئے گئے ہیں

تھا۔ ہم نے اللہ سے کہا تھا کہ ہم تیری تسبیح کے لیے کافی ہیں۔ یہ انسان یہاں فتنہ و فساد پیدا کریں گے۔ اللہ کے حلم نے ہمیں بولنے کا خوب موقع دیا لیکن اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِیْ (میری رحمت میرے غصہ سے آگے ہے) کے مِصداق اُس نے ہماری گرفت نہیں کی تاکہ بعد میں کسی کو آدم علیہ السلام پر کوئی اعتراض کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ سینکڑوں ماں باپ کی بُردباری، اللہ کی بُردباری کے سامنے ہیچ ہے۔ اُن کے حلم، اللہ کے حلم کے مقابلے میں ایسے ہیں، جیسے سمندر کے آگے جھاگ جو کہ آتی جاتی رہتی ہے مگر سمندر اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔ خاوند نے بیوی سے پوچھا کہ اب بتا میں کس طرح روزی حاصل کروں؟

عورت کا اپنے شوہر کے لیے روزی طلب کرنے کا راستہ متعین کرنا اور اُس کا قبول کر لینا

عورت نے کہا! بغداد میں اللہ کا خلیفہ حکومت کر رہا ہے۔ اگر تُو کسی طرح اُس سے وابستہ ہو جائے تو بادشاہ بن جائے گا۔ نصیبہ ور لوگوں کی مُصاحبت کیمیا ہوتی ہے۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نظر ابوبکر رضی اللہ عنہ پر پڑی تو وہ ایک تصدیق سے صدیق بن گئے۔ مرد نے پوچھا: بادشاہ کے یہاں مقبول کیسے ہوا جاتا ہے؟ اور میں کس ذریعے سے اُس کے پاس پہنچوں؟ کوئی تعلق یا تدبیر چاہیے، کیونکہ کوئی پیشہ بغیر اوزار کے کیسے چلے گا؟ وہ بولی: قرآن میں اللہ نے فرمایا: قُلْ تَعَالَوْا یعنی "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہہ دیجئے! چلے آؤ" اور یہ کہہ کر بغیر حیلہ جانے کی شرم کو توڑ دیا ہے۔ جب شاہِ کرم میدان میں نکلتا ہے تو بے سروسامانی ذریعہ بن جاتی ہے۔ سامان تو انانیت کا موجب ہوتا ہے۔ یاد رکھو! ہر بے سروسامانی خود ذریعہ بن جاتی ہے۔ عاجزی سے سوال میں کامیابی ہوتی ہے۔ شوہر بولا: میں بے سروسامانی پیدا کئے بغیر اُس کا خیال کیسے کر سکتا ہوں کیونکہ گفتگو، قاضی القضاۃ کے سامنے مجروح ہو جاتی ہے، وہاں باطنی گواہ درکار ہے۔ سچائی، سوال کرنے والے کے حال کی گواہ ہونی چاہیے۔ وہاں اخلاص کی گواہی چاہیے۔

بدوی کا جنگل سے بارش کے پانی کا مٹکا ہدیہ میں لے جانا، اِس خیال سے کہ بغداد میں پانی کا قحط ہوگا

عورت بولی: سچائی یہ ہے کہ اپنے وجود (ہستی) سے اپنی کوشش سے علیحدہ ہو جائے۔ اس مٹکے میں ہمارا بارش کا پانی ہے، جو تیرا سرمایہ ہے۔ اِسے بادشاہ کے لیے تحفہ قرار دے۔ کہنا، ہمارے پاس اِس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اگرچہ اُس کا خزانہ جواہر سے بھرا ہے لیکن اُس کے پاس ایسا پانی نہ ہوگا۔

کاں دُعای شیخ نے چوں ہر دُعاست
شیخ کامل کی دُعا عام دُعا کی طرح نہیں

فانی ست و گفتِ اُو گفتِ خُداست
کیونکہ وہ فانی ہو چکا اور اُس کا بولنا خُدا کا بولنا ہے

یہ مٹکا کیا ہے؟ ہمارا بدن ہے اور اس میں پانی ہمارے نمکین حواس ہیں۔ اے خدا! میرے اِس مٹکے کو اَللّٰہَ اشْتَرٰی کی مہربانی سے قبول فرما لے۔ قرآن میں ہے ''خدا نے مومنین سے اُن کی جانیں اور مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں''۔ اِس مٹکے کے پانچ حواس اس کی ٹونٹیاں ہیں۔ اپنے حواس کو پاک کر کے اِس کُوزے کا راستہ سمندر کی جانب کر لے تاکہ کوزہ سمندر کی خصلت اِختیار کر لے۔ یہ ہدیہ جب تُو بادشاہ کے پاس لے جائے' وہ اِس کو پاک دیکھے اور ہو سکتا ہے کہ بادشاہ اِس کا خریدار بن جائے۔ ایسا ہو گیا تو اِس کا پانی لاانتہا ہو جائے گا۔ اپنی خواہشاتِ نفسانی کو قابو کر۔ بدو اپنے تحفے پر فخر کر رہا تھا کہ بادشاہوں کے لائق یہی تحفہ دُرست ہے۔ اُس کو معلوم نہ تھا کہ بغداد کے درمیان دجلہ جیسا دریا بہتا ہے۔ تُو اپنا مٹکا شاہ کی خدمت میں لے جا اور پھر تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ (نہریں اُس کے نیچے جاری ہیں) کا نظارہ کر۔ اِسی طرح ہماری معلومات اور احساسات اُس صاف سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ ہیں۔ یہ معلومات اُس ذات سے حاصل کر جس کے پاس لوحِ محفوظ ہے۔

عورت کا ٹھلیا کو نمدہ میں سینا اور اُس پر مُہر لگانا

مرد نے کہا: اس کُوزہ کو نمدے میں سی دے تاکہ بادشاہ اِس تحفہ سے اپنا روزہ کھولے' یہ تحفہ بے بہا ہے۔ یہ شہری لوگ نمکین پانی پینے کی وجہ سے اکثر بیمار رہتے ہیں۔ اے وہ کہ تیری جگہ کھاری پانی کا چشمہ ہے! تُو جیحوں اور فرات (دریا) کے پانی کی صفائی کو کیا جانے؟ تُو اِس فانی سرائے سے نہیں چھوٹا' تو صحو' سکر اور انبساط کو کیا جانے۔ مرد نے ٹھلیا اُٹھائی اور سفر پر روانہ ہو گیا وہ راستہ چلتا جاتا تھا' لیکن زمانے کی آفتوں سے ٹھلیا کو پہنچنے والے نقصانات کے خطرے سے بہت فکرمند تھا۔ عورت نماز میں کہہ رہی تھی۔ ''اے خدا! اُس کو سلامت رکھ'' ہمارے پانی کو کمینوں سے محفوظ رکھ۔ اِس موتی کو محفوظ رکھ کہ اِس موتی کے ہزاروں دشمن ہیں۔

مرد دارالخلافہ میں پہنچا' تو انعاموں سے بھرا اِک دریا دیکھا۔ ہر جانب ضرورت مند اُس دَر سے عطا اور خلعت پا رہے تھے۔ کافر' مومن' اچھے' بُرے انسان سے لے کر چیونٹی تک اہلِ ظاہر جواہر میں لدے ہوئے تھے اور اہلِ باطن نے حقیقت کا سمندر پایا تھا۔ ہر طرف سے آواز آتی تھی کہ اے سائل! آ جا کیونکہ سخاوت کو سائل کی ضرورت ہے۔ سخی سائلوں کا محتاج ہوتا ہے۔

چُوں خُدا از خود سوال و گد کُند	پس دُعای خویش را چُوں رَد کُند
جب خُدا اپنے آپ ہی سے سوال کرے گا	تو پھر اُسے رد کیسے کرے گا؟

جس طرح فقیر، سخی کا عاشق ہوتا ہے
اسی طرح سخی بھی فقیر کا عاشق ہوتا ہے

جسطرح فقیر، سخی کا عاشق ہوتا ہے، سخی بھی فقیر کا عاشق ہوتا ہے۔ اگر فقیر کا صبر بڑھا ہوا ہو تو کریم اُسکے دروازے پر آجاتا ہے اور سخی کو صبر ہو تو فقیر اُسکے دروازے پر آتا ہے، لیکن صبر کرنا فقیر کا کمال ہے اور سخی کا عیب ہے۔ سخاوت ضرورت مند ہے اور طلبگار چاہتی ہے، جس طرح توبہ توبہ کرنے والے کی متلاشی ہوتی ہے۔ سخاوت فقیروں کو اس طرح تلاش کرتی ہے جیسے حسین لوگ صاف آئینے کو تلاش کرتے ہیں۔ حسینوں کا چہرہ آئینے سے حسین بنتا ہے اور احسان کا چہرہ فقیر کے وجود سے ظاہر ہوتا ہے جبکہ فقیر سخاوت کا آئینہ ہے۔ خبردار! اُس پر پھونک نہ مار۔ اسی لیے اللہ نے سورہ والضحیٰ میں فرمایا اے محمد ﷺ! فقیر کو نہ جھڑکیں۔ فقیر اللہ تعالیٰ کی سخاوت کے آئینے ہوتے ہیں اور جو لوگ اللہ سے وابستہ ہوتے ہیں، مجسم سخاوت ہوتے ہیں اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ مردہ ہے۔

فرق اُس شخص میں جو اللہ کا بھکاری ہے اور اُس کا پیاسا ہے
اور اُس شخص میں جو خُدا سے بے پروا اور غیر کا پیاسا ہے

وہ فقیر جو اللہ تعالیٰ کا پیاسا ہے، اُس کا کام ہمیشہ خدا کی جانب سے دُرست ہوتا ہے۔ لیکن وہ فقیر جو غیر کا پیاسا ہو، وہ ذلیل اور بھلائی سے خالی ہوتا ہے۔ وہ صرف فقر کی تصویر ہے، جاندار نہیں ہے۔ کتے کی تصویر کو ہڈی نہ ڈال۔ وہ لقمہ کے لیے فقیری کرتا ہے نہ کہ اللہ کے لئے۔ روٹی کا فقیر، مٹی کی مچھلی ہوتا ہے۔ مچھلی کی تصویر کو دریا سے کیا کام۔ ایسا فقیر عطیہ کی خاطر اللہ کا عاشق بنتا ہے۔ اُس کے حسن و جمال کا عاشق نہیں ہے۔ یاد رکھو! اسماء اور صفات کا خیال ذاتِ خداوندی کا خیال تو نہیں ہوتا۔ خیال، مخلوق ہے اور پیدا شدہ ہے۔ کیا تُو نے لَمْ یُوْلَدْ نہیں سُنا؟ اپنے وہم کی تصویر کا عاشق، اللہ تعالیٰ کے عاشقوں میں سے کب ہو سکتا ہے۔ ہاں اس خیال کا عاشق بھی اگر سچا ہو تو کبھی کبھی مجاز اُس کو حقیقت تک پہنچا دیتا ہے۔

میں تفصیل میں جانے سے ڈرتا ہوں کیونکہ کوتاہ عقل لوگوں کی بوسیدہ عقلیں تخیل میں سینکڑوں بُرے خیالات لائیں گی۔ سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے۔ ہر پرندے کی خوراک انجیر نہیں ہوتی۔ مچھلی کی تصویر کے لیے دریا اور خشکی ایک ہی ہیں۔ اگر کاغذ پر کوئی غمگین تصویر بنائے تو اُس کو خوشی اور غم سے کیا واسطہ؟ وہ صورت غمگین ضرور دکھائی دیتی ہے لیکن غم سے خالی ہے۔ وہ خوشی یا غم جو دل میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں، تصویر والی خوشی یا غم اُس کے سامنے کچھ نہیں ہیں۔ تصویر کی ہنستی ہوئی صورت سے تُو یہ فائدہ ضرور حاصل کر سکتا ہے کہ اپنا باطن دُرست کر لے اور غمگین تصویر کی

قُطب شیر و صید کردن کارِ اُو	باقیاں ایں خلق باقی خوارِ اُو
قطب شیر ہوتا ہے اور اُس کا کام شکار کرنا ہے	ساری مخلوق اُس کا بچا ہوا کھانے والی ہے

صورت ہمارے لیے ہے کہ ہمیں سیدھا راستہ یاد آ جائے۔ جسم کو جان کی اور جان کو جسم کی خبر نہیں کیونکہ ان دونوں کا مطمع نظر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ جسم کے کپڑے (ظاہر) کو اُتار پھینک تا کہ تجھ پر رازِ خداوندی ظاہر ہو جائے۔

بدوی کے اعزاز کے لیے خلیفہ کے دَربانوں اور نقیبوں کا آگے بڑھ کر اُس کے ھدیہ کو قبول کرنا

بدوی جب دارالحکومت پہنچا تو نقیب اُس کے پاس آئے۔ اُنہوں نے مہربانی سے گلاب اُس کے چہرے پر چھڑکا، بغیر گفتگو کے اُس کی حاجت اُن کی سمجھ میں آ گئی۔ اُنہوں نے پوچھا: اے سردار! تُو کہاں سے آیا ہے؟ اُس نے کہا: اگر تم میرے لیے ذریعہ معاش مہیا کر دو تو میں سردار ہوں ورنہ بے حقیقت۔ تم سب مجھے سردار نظر آتے ہو، تمہارا ایک دیدار بہت سے دیدار ہیں۔ اے نقیبو! کہ تم سب اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہو، کیا اُس کے پاس سے میرے لیے کوئی انعام لائے ہو؟ تا کہ تم مجھ پر اپنی کیمیا اثر نگاہیں ڈالو۔ میں بہت دُور جنگل سے بادشاہ کی مہربانی کی اُمید پر آیا ہوں کیونکہ اُس کی مہربانی کی خوشبو کی وجہ سے ریت کے ذروں میں بھی جانیں پڑ گئی ہیں۔

میں یہاں دینار کے لیے آیا لیکن دیدار سے مست ہو گیا۔ میں ایک معمولی مقصد لے کر آیا تھا لیکن میرے ساتھ تو ایسے ہوا جیسے بدوی نے کنویں سے پانی نکالا تو یوسف علیہ السلام کے دیدار سے مشرف ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام معمولی آگ لینے گئے تو وہ چیز حاصل کر لی جو آگ سے کنارہ کش کر دے۔ عیسیٰ علیہ السلام دشمنوں کے نرغے سے کودے تو چوتھے آسمان پر پہنچ گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے گیہوں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اُن کا وجود انسان کا گچھا بن گیا، جن میں سے انبیاء علیہم السلام اور رسول پیدا ہوئے۔ باز دانہ کھانے کے لیے جال میں پھنسا تو اُس کو بادشاہ کی کلائی پر جگہ ملی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لیے آئے، گرفتار ہو کر مسلمان ہوئے تو اُن کی نسل کو بادشاہت مل گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی نیت سے آئے لیکن شریعت میں امیر المومنین بنا دیئے گئے۔

میں بھی اس دروازے پر ایک چیز کا طالب بن کر آیا ہوں، میں پانی کا تحفہ لایا ہوں تو بادشاہ تک آ پہنچا۔ روٹی نے انسان کو جنت سے نکالا لیکن مجھے روٹی نے جنت سے وابستہ کر دیا اور اب میں اُس آسمان جیسے دَر کا طواف کرتا ہوں کیونکہ میں رُوحانی دولت سے مالا مال ہو کر دُنیا سے بے نیاز ہو گیا ہوں۔

دُنیا کے عاشق کی مثال

دنیا کے عاشق کی مثال اُس دیوار کے عاشق جیسی ہے جس پر سورج چمکا ہو اور اُس نے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی ہو کہ یہ روشنی دیوار کی نہیں ہے سورج کی ہے، جو چوتھے آسمان

تا توانی دَر رضائے قُطب کوش　　تا قوی گردد کُند صیدِ وُحوش
تُو بس قُطب کو راضی رکھتا رہ　　تا کہ وہ قوی ہو جائے اور بڑے شکار کرے

میں ہے اور دیوار پر عاشق ہوگیا اور جب سورج کی روشنی سورج سے جا ملی تو محروم رہ گیا اور وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ بَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ ’’اور آڑ کردی گئی اُن میں اور اُن کی مراد میں‘‘ دنیا میں گردش بے غرض نہیں ہوتی ہے‘ سوائے عاشقوں کے جسم و جان کے‘ جو کُل (ذاتِ خداوندی) کے عاشق ہوں۔ جب کوئی جُزو کسی جزو کا عاشق ہوتا ہے تو اُس کا معشوق اپنے کُل کی طرف جلدی ہی چلا جاتا ہے کیونکہ تمام ممکنات فنا ہو کر ذاتِ اَحدیت میں مل جاتے ہیں۔ احمق نے جب سورج کی روشنی دیوار پر دیکھی تو یہ سمجھ کر کہ یہ پُر نور ہے اُس کا عاشق بن گیا اور یہ نہ سمجھا کہ یہ تو آسمان کے سورج کا عکس ہے۔ جب وہ روشنی اپنی اصل سے جا ملی تو کالی دیوار اپنی جگہ پر کھڑی تھی۔ مجاز کا عاشق تو اُس شکاری کی طرح ہے جو سایہ کو پکڑ لے‘ لیکن سایہ حقیقت کب ہے۔ شکار نے پرندے کے سائے کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا لیکن درخت پر بیٹھا پرندہ اُس کی بے وقوفی پر ہنستا تھا۔ جُز پوری طرح کُل سے جُدا ہوا نہیں ہے‘ اُس سے الگ ہے۔ ورنہ رسولوں کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ رسول ملانے کے لیے ہی تو آئے۔ جب ایک ہی ہیں تو وہ کس چیز کو ملائیں گے۔

بدوی کا اپنے تحفہ کو خلیفہ کے نوکروں کے سپرد کرنا

بدوی نے اپنی پانی کی تھلیا نقیبوں کو پیش کردی اور اس طرح اُس دریا میں خدمت کا بیج بو دیا۔ بولا: میرا یہ تحفہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کردو۔ یہ بارش کا میٹھا پانی ہے جو میں نے گڑھے میں جمع کیا تھا۔ نقیب اُس کی باتوں پر ہنس رہے تھے‘ لیکن اُنہوں نے تحفے کو جان کی طرح قبول کیا کیونکہ بادشاہ کی مہربانیوں کا اثر اُس کے کارندوں پر بھی ہوتا ہے۔ بادشاہ اچھا ہوگا تو کارندے بھی اچھے ہوں گے۔ تُو بادشاہ کو حوض اور خادموں کو ٹونٹیاں سمجھ‘ چونکہ پانی ایک ہی حوض سے آتا ہے‘ ہر ٹونٹی کا پانی خوش ذائقہ ہے۔ اگر حوض میں کھاری اور ناپاک پانی ہوگا تو ٹونٹی میں سے وہی نکلے گا‘ کیونکہ وہ حوض سے وابستہ ہے۔

رُوح چونکہ پورے بدن پر حکمرانی کرتی ہے اور وہ اِس عالَم کی چیز نہیں ہے اور اِس دُنیا کے لحاظ سے وہ بے وطن ہے۔ اِس طرح رُوح کو بدن سے وہی نسبت ہے جو شاہ کو رعایا سے۔ پاک طبیعت‘ پاک نسب‘ عقل کی لطافت پورے بدن کو مہذب بنا دیتی ہے۔ اُس دریا کی لطافت کو دیکھ‘ جو کوثر کی طرح ہے اور اُس کے سنگریزے سب موتی اور گوہر ہیں۔ جس طرح رعایا بادشاہ کے اَوصاف قبول کرلیتی ہے اور شاگرد اپنے اُستاد کے اَوصاف اپنا لیتا ہے‘ اِسی طرح وہ اُستاد جو راہِ خدا میں محو ہے‘ اُس کے شاگردوں کی جان بھی شاہ میں محو ہو جاتی ہے اور علم کی تمام قسموں میں سے مرنے کے بعد آخرت کے راستے کا سامان فقر ہی ہے۔

ضُعفِ قُطب اَز تن بُود از رُوح نے
قُطب محض جسمانی طور پر کمزور ہوتا ہے رُوح سے نہیں

ضُعف در کشتی بُود در نُوح نے
ضُعف کشتی میں ہو سکتا ہے نوح میں نہیں

ملاح کے ساتھ کشتی میں نحوی کا قصہ

ایک نحوی کشتی پر سوار ہوا اور اُس متکبر نے ملاح سے سوال کیا کہ کیا تُو نے نحو پڑھی ہے؟ اُس (ملاح) نے جواب دیا: نہیں۔ نحوی بولا: تیری آدھی عمر برباد ہوئی۔ ملاح کا دل ٹوٹ گیا لیکن وہ جواب سے خاموش رہا۔ ہوا نے کشتی کو بھنور میں ڈال دیا تو ملاح نے نحوی سے پوچھا: کیا تُو تیرنا جانتا ہے؟ وہ بولا: نہیں۔ ملاح بولا: تو پھر تیری ساری عمر برباد گئی کیونکہ یہاں محویت چاہیے نہ کہ نحو۔ اگر تُو نے اپنے آپ کو فنا کر دیا ہے اور مردہ بن گئے ہو تو یہ پانی تجھے سر پر اُٹھالے گا۔ اپنے جسمانی خصائل کو فنا کر دو تو تب اِس پانی سے نجات حاصل کر سکو گے۔ اگر تُو دُنیا میں علامہ زمان بنا ہوا ہے تو اِس دُنیا کے فنا ہونے کو دیکھ۔

اُس بدوی کی پانی کی ٹھلیا ہمارے علوم واعمال ہیں اور وہ (خلیفہ) خدا کے علوم کا دجلہ ہے۔ ہم ٹھلیا بھر کر دجلہ کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو گدھا نہ سمجھیں تو گدھے ہیں۔ بدوُ دجلہ سے غافل اور بہت دُور تھا' اگر وہ دجلہ سے واقف ہوتا تو ٹھلیا کو منزل بمنزل نہ لے جاتا بلکہ اگر وہ دجلہ سے واقف ہوتا تو ٹھلیا کو پتھر پر مار دیتا۔ یہ مختصر ٹھلیا اپنے اور دجلہ کے درمیان حجاب نہ بنا اُس کو پٹخ دے۔

تُو بچا بچا کے نہ رکھ اِسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں (علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

خلیفہ کا ہدیہ کو قبول کرنا اور بخشش کرنا اُس حقیر ہدیے سے پوری بے نیازی کے باوجود

جب خلیفہ نے اُس کے حالات سُنے تو ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر دیا' بلکہ اور زیادہ دیا اور حکم دیا کہ یہ واپس لوٹے تو اسے دجلہ کی جانب لے جانا' وہ خشکی کے راستے آیا ہے اور دجلہ کا راستہ قریب ہوگا۔ اُنہوں نے ایسے ہی کیا اور وہ ساری گزشتہ تکالیف کو بھول گیا' جب اُس نے دجلہ کو دیکھا تو شرم سے جُھک گیا۔ عاجزی سے بولا: اے لکھ بخش بادشاہ! تیری مہربانی پر تعجب ہے کہ تُو پانی کا ہدیہ بھی قبول کر لیتا ہے۔

اے بیٹا! پوری دُنیا کو ٹھلیا سمجھ' جو لُطف اور خوبی سے کناروں تک بھری ہوئی ہے۔ وہ دجلہ کی ایک بوند ہے' جو اپنے پُر ہونے پر پھولی نہیں سماتی۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا' میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ تو یہ کائنات کی پیدائش معرفتِ خداوندی کے لیے ہے۔ اُس نے مٹی کو اطلس پوش بادشاہ بنا دیا یعنی اپنا مظہر (خلیفہ) بنا دیا۔ جن لوگوں نے دجلہ کا ایک قطرہ دیکھ لیا ہے اُنہوں نے بے خودی میں اپنی ذات کی ٹھلیا پر پتھر مار دیا ہے۔ جن لوگوں پر علمِ باری کی

یار بے دہ در مرمت کشتیش
اگر تُو شیخ کا خاص بندہ ہو گیا ہے

گر غلامِ خاص و بندہ گشتیش
تو تُو اُس کمزور کشتی کی مرمت میں مدد کر دے

حقیقت منکشف ہوگئی ہو' اُنہوں نے اپنے حقیر علم کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ اگر غور کرو تو اُن کی ٹھلیا ٹوٹنے سے اور مکمل ہوگئی ہے۔ ٹھلیا ٹوٹ گئی لیکن اُس کا پانی نہیں بہا۔ ٹھلیا کا ٹکڑا رقص اور حال میں ہے' لیکن ناقص عقل کو یہ ناممکن نظر آتا ہے۔

مقامِ فنا میں پہنچ کر انسان کو کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ رگ رگ میں محبت کا نور سرائیت کر جاتا ہے اور ذرّہ ذرّہ رقص اور حال میں مبتلا ہو جاتا ہے' اور خوبی یہ ہے کہ کمالِ ذاتی بھی فنا نہیں ہوتا کیونکہ اپنے کمالات کی طرف توجہ ہی نہیں رہتی۔ جب بھی تُو معنیٰ کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو تیرے لیے وہ کھول دیا جائے گا۔ اپنی فکر کا پَر پھڑ پھڑا تا کہ تجھے شہباز بنا دیا جائے۔ تیرے فکر کا پَر مٹّی (عالمِ سِفلی) سے بھرا ہوا ہے کیونکہ تُو روٹی کی شکل میں مٹّی کھانے والا بن گیا ہے۔ وہ روٹی اور گوشت بھی مٹّی ہی ہے۔ اِس کو کم کھا تا کہ مٹّی کی طرح زمین ہی میں نہ رہ جائے۔ ہم غذا میں تمام عمر مٹّی کھاتے رہے' آخر کار بدلہ میں مٹّی نے ہم کو کھالیا۔ جب تُو بھوکا ہوتا ہے تو کتا بن جاتا ہے' بدمزاج اور بدخصلت ہو جاتا ہے اور جب تیرا پیٹ بھر جائے تو مردہ ہو جاتا ہے' دیوار کی تصویر کی طرح بے خبر۔ اگر تُو ایک وقت میں مُردار ہے اور دوسرے وقت میں کتا ہے' تو شیروں کے راستے پر کب چل سکتا ہے؟ اپنے شکار کے ذریعے (پیٹ) کو کتے کے سوا کچھ نہ سمجھ۔ کتے کو ہڈی کم ڈال اِس لیے کہ جب کتے (نَفس) کا پیٹ بھر جاتا ہے تو وہ سُرکش ہو جاتا ہے اور شکار کی طرف اچھی طرح نہیں دوڑتا۔

اُس بدوی کو بے سروسامانی دولت کدہ تک کھینچ لائی اور بادشاہ نے اُس بے نوا پر احسان کر دیا۔ بے نوائی اختیار کی جائے تو دربارِ خداوندی میں رسائی ہو جاتی ہے۔ عاشق انسان جو کچھ بھی کہتے ہیں اُس میں فقر کی بُو ضرور ہوتی ہے۔ عاشق اگر بظاہر ٹیڑھی بات کرے تو وہ سیدھی ہوتی ہے۔ اُس کے شک کی بات میں بھی یقین کی خوشبو ہوتی ہے۔ اگر عارف' فقہ کا کوئی مسئلہ بیان کرتا ہے تو وہ بھی فقر و تصوّف بن جاتا ہے۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا جملہ کلام عشق پر مبنی ہوتا ہے۔ اُن کے بظاہر غلط محسوس ہونے والے کلمات بباطن مُفید ہوتے ہیں اور اِعتبار تو باطن کا ہی ہے۔ شکر کی روٹی کا ظاہر روٹی لیکن باطن شکر ہے۔ اگر کوئی مومن سونے کا بُت پالے تو وہ سونے کو ضائع نہیں کرے گا' ہاں اس کی صورت کی ہیئت تبدیل کر دے گا۔ اصل سونا تو خدا کی دین ہے۔ اُس پر بُت کی تصویر تو عارضی ہے۔ ایک پِسو کی وجہ سے اپنی گودڑی کو نہ جلا۔ اولیاء رحمہم اللہ کی بات ظاہراً اگر ناگوار بھی ہے تو اُس کی وجہ سے حقیقت سے کنارہ کش مت ہو۔ بزرگوں کے ظاہری الفاظ سے درگزر کر کے معنیٰ تک پہنچ۔

اگر تُو حج کرنا چاہتا ہے تو کسی حاجی کو ہمسفر بنا' وہ چاہے کوئی صورت رکھتا ہو' اُس کے رنگ یا تصویر کو نہ دیکھ' اُس کے ارادے اور قصد کو دیکھ۔ اگر وہ کالا ہے اور تیرا ہم خیال ہے تو اُسے گورا سمجھ کیونکہ وہ تیرا ہم رنگ ہے' اعتبار باطن کا ہے۔

شیخ نُورانی ز رہ آگہ کُند | با سُخن ہم نُور را ہمرہ کُند
نُورانی شیخ تمہیں حق کے راہ سے آگاہ کرتا ہے گا | باتوں کے ساتھ بھی نُور کے ساتھ بھی

اگر وہ گورا اور خوبصورت ہے اور تیرا اہم خیال نہیں تو اُس سے تعلق نہ رکھ۔ یہ قِصہ بے ترتیب لکھ دیا گیا ہے جیسے کہ عاشقوں کا خیال بے سروپا ہوتا ہے۔ عاشق کے خیال کا سرا اس لیے نہیں ہوتا کیونکہ اُس کا تعلق ازل سے بھی پہلے کا ہے۔ وہ پانی کے ایک قطرے کی طرح ہے کہ سروپا بھی رکھتا ہے اور بے سروپا بھی ہے۔ اگر قطرے کو دریا سے الگ کرلو تو اُس کی اِبتداء بھی ہے اور اِنتہا بھی اور اگر علیحدہ نہ کرو تو نہ اُس کی کوئی اِبتدا ہے اور نہ اِنتہا۔

بدوی اور اُس کی بیوی کا قِصہ دراصل خود ہمارا قِصہ ہے۔ اچھے صوفی کے لیے جو کچھ گزر گیا وہ نا قابلِ ذکر ہوتا ہے۔ جبکہ اُس کا فکر اُس کے حال میں مشغول ہوتا ہے۔ اُس کے ذہن میں انجام کا فکر بھی نہیں آتا۔ عقل کو شوہر سمجھ اور نَفس اور طبیعت کو عورت، عقل شمع ہے اور نَفس وطبیعت منکر ہیں۔ انکار کی بنیاد ایسے پڑی کہ کُل کے مختلف اجزاء ہیں۔ حقیقی جُزو اور کُل نہیں کیونکہ اللہ اجزاء سے پاک ہے۔ محض سمجھانے کے لئے، جیسے کہ پھول کی خوشبو پھول کا جُزو ہوتی ہے۔ اس لیے اِس موضوع میں وسوسوں سے پرہیز کر کیونکہ پرہیز علاج سے بہتر ہوتا ہے۔ تیرا کام صرف صبر کرنا ہے کیونکہ صرف اسی سے ذوق ووجدان پیدا ہوگا، جس سے سب اَشکال حل ہوجائیں گے۔ صبر سے رُوح میں ایسی طاقت پیدا ہوجائے گی کہ وساوس کی گنجائش نہیں رہے گی۔ تصوّف میں صبر ہی تمام مسائل کا حل خود بخود بہم پہنچا دیتا ہے۔ سُن لے! کہ مخلوق کی اُن کی طبائع کے مطابق مختلف حقیقتیں ہیں، جیسے حروفِ تہجی ایک لحاظ سے "الف" ہی ہیں لیکن شکلیں مختلف ہوگئیں، یعنی ایک پہلو سے مُتّحِد اور دوسرے سے مختلف ہیں۔

قیامت کا دن پیشی کا دن ہے۔ لیکن پیشی تو وہ چاہے گا جو شان وشوکت والا ہے۔ جو شخص آفتاب جیسا چہرہ نہیں رکھتا وہ رات کے اندھیرے کے سوا کیا چاہے گا کہ کہیں اُس کی رُسوائی نہ ہوجائے۔ اختلاف کے اَسباب پر غور کرنے کی بجائے اُن کے نتائج پر غور کرنا چاہیے۔ نیک اعمال والے لوگ قیامت کے دن مسرور ہوں گے لیکن بداعمال چاہیں گے کہ پیشی کا دن نہ ہی آئے تا کہ اچھے اور بُرے میں تمیز نہ ہوسکے۔ اِس لیے شیخِ کامل کے آگے اپنے مخفی افعال کہہ دے تا کہ تیری اِصلاح ہوسکے اور تُو رُسوا ہونے سے محفوظ ہوجائے۔ شیخِ کامل اگرچہ سب کی طرح ایک انسان ہے لیکن اپنے آپ میں پورا جہان ہے۔ وجودِ کُل کا نسخہ اُس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ تیرے جسم (نَفس) کو ختم کردے گا تو رُوح ظاہر ہو جائے گا۔

پیر کی تعریف اور اُس کی تابعداری کرنے کا بیان

اے ضیاالحق حُسام الدین رحمۃ اللہ علیہ! اگرچہ تیرا جسم نازک اور لاغر ہے لیکن پھر بھی تیرے بغیر دُنیا کا

جہد کُن تا مستِ نُورانی شوی	تا حدیثت را شوَد نورش رَوی
تُو کوشش کر تاکہ تُو مست اور نُورانی ہوجائے	تاکہ تیری بات کے ساتھ بھی نُور ہو

کام نہیں نکلتا۔ آغازِ کار تیرے ہاتھ میں اور منشا کے مطابق ہے۔ پیر چونکہ راہ کے احوال سے واقف ہے' اُس کا دامن تھام لے اور حقیقی راستہ پا لے۔ میں نے ایک جواں بخت کو پیر کہا ہے کیونکہ وہ خدا کی جانب سے پیر ہے' عمر کی وجہ سے نہیں۔ وہ ایسا پیر ہے' جس کی اِبتداء نہیں ہے۔ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام کا صرف پُتلا بنا تھا'' اور پیری دراصل پیغمبری کا پرَتو ہوتی ہے۔ پیر کا بڑھاپا اس کی کمزوری کی دلیل نہیں ہوتا' پرانی شراب زیادہ قوی ہوتی ہے۔ پیر کا توسّل اختیار کر کیونکہ یہ سفر پیر کے بغیر آفت اور خوف و خطر سے پُر ہے۔ تُو جس راستہ پر بارہا چل چکا ہے' اُس کے لیے بھی رہنما کے بغیر پریشانی ہے اور جس راستے کو تُو نے دیکھا ہی نہیں خبردار! اُس پر تنہا نہ جا۔ جو شخص بغیر پیر کے راستہ پر چلا' وہ شیطانوں کی وجہ سے گمراہ اور ہلاک ہوا۔ اگر پیر نہ ہو تو شیطانی وساوس تجھے بہت پریشان کریں گے۔ شیطان تجھے گمراہ کر کے پریشانی میں ڈال دے گا۔ تجھ سے زیادہ ہوشیار اور چالاک اس راستہ میں گمراہ ہو گئے۔ اُن کی گمراہی قرآن سے سُن کہ شیطان لوگوں کو سیدھے راستے سے لاکھوں سال کی مسافت پر لے گیا۔ اُن ہلاک شُدگان سے عبرت حاصل کر اور اُن کے راستے پر نہ چل۔ اپنے گدھے (نفس) کی گردن پکڑ لے اور اُسے راستے کی طرف کھینچ' راستہ جاننے والوں کی طرف آ۔ خبردار! گدھے کو نہ چھوڑ کیونکہ یہ سبزہ زار کا عاشق ہے۔ تُو نے اُسے ذرا ڈھیل دی تو یہ فوراً گھاس کی طرف بھاگے گا' گھاس کا عاشق گدھا' راستے کا دشمن ہے۔ اگر تُو راستے کا واقف نہیں ہے تو جو یہ گدھا چاہے اُس کے برخلاف کر' وہی سیدھا راستہ ہوگا۔ عورتوں سے مشورہ کر لیکن اُس کے خلاف عمل کر ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ خواہشِ نفسانی اور آرزو سے دوستی نہ کر کیونکہ یہی تجھے اللہ کے راستے سے گمراہ کرتی ہیں اور پیر کی صحبت کے سوا کوئی چیز خواہشِ نفسانی کو پامال نہیں کرتی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پیغمبر ﷺ نے فرمایا! جب لوگ اپنے خالق کا تقرب مختلف نیکیوں کے ذریعے چاہیں' تُو اللہ کا عقل اور

آنحضور ﷺ کی امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت ''جب ہر شخص اللہ کا تقرب کسی قسم کی اطاعت کے ذریعے ڈھونڈے تو تُو عقلمند اور خاص بندے کی صُحبت کے ذریعے تقرب چاہ تاکہ تُو اُن سب سے آگے بڑھ جائے''

اَسرارِ الٰہی کے ذریعے تقرب چاہ' تُو درجوں میں سب بڑھ جائے گا' دنیا میں لوگوں کے نزدیک اور آخرت میں اللہ کے نزدیک۔ اے علی! تُو اللہ کا شیر ہے لیکن تُو شیری پر بھروسہ نہ کر۔ نخلِ اُمید کے سایہ میں رہ۔ اُس بے مثال کی نزدیکی

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی
ولی میں اللہ کا نُور ظاہر ہوتا ہے

نیک بیں باشی اگر اہلِ دلی
اگر تُو صاحبِ دل ہے' اچھی طرح دیکھے گا

اپنے کمال اور نیکی کی بنیاد پر نہیں بلکہ اپنی محبت کے ذریعے حاصل کر۔ تُو اُس عقل مند کے سایہ میں آ جا جس کو راستے سے ہٹانے والا کوئی نہیں اور اُس کے ذریعے سے اللہ کا قرب حاصل کر۔ وہی ہے جو ہر کانٹے کو پھول بنا دیتا ہے اور اندھی آنکھ کو روشنی عطا کرتا ہے۔ اللہ کا خاص بندہ ہی دستگیری کرتا ہے اور طالبوں کو اللہ کی بارگاہ تک لے جاتا ہے۔ وہ رُوح کا سورج ہے، وہ سورج انسان کے جسم میں رُوپوش ہے۔ اے علی رضی اللہ عنہ! راہِ حق کی تمام اطاعتوں میں سے اُس کے مخصوص بندے کے سایہ کو اختیار کر۔ اس عقل مند کے سایہ کی پناہ لے تاکہ اپنے چھپے ہوئے دشمن سے نجات پالے۔

جب تُو اپنے پیر کو پالے تو خبردار! سرِ اطاعت اُس کے سامنے رکھ دے، اُس خضر علیہ السلام کے کام پر صبر کر۔ کہیں وہ یہ نہ کہہ دے کہ "هٰذَا فِرَاقُ"۔ وہ کشتی توڑ دے تو اعتراض نہ کر، بچّے کو مار ڈالے تو رنج نہ کر۔ جب خدا نے اُس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فرمادیا ہے تو اللہ کا ہاتھ اُس کو مارتا یا زندہ کرتا ہے۔ اُس راستے پر جانے کے لیے یار چاہیے، تنہا جنگل میں نہ جا، ایسا کم ہوا ہے کہ کسی نے تنہا یہ راستہ طے کیا ہو، وہ بھی بزرگوں کی باطنی توجہ سے ہی ہوا ہے۔ یہ ہاتھ غیر حاضر لوگوں کو بھی لقمہ دے دیتے ہیں، تو حاضر مہمانوں کو کیا کیا نعمتیں دیں گے۔ اہلِ کشف اور اہلِ حجاب میں بے حساب فرق ہے، کوشش کر تاکہ اندر کا راستہ پالے ورنہ زنجیر کی طرح دروازے سے باہر رہ جائے گا۔ پیر بنالیا تو نازک دل نہ بن، گارے کی طرح ڈھیلا نہ ہو جا۔ پیر نرم بات کہے یا سخت، خوشی سے قبول کر تاکہ سردار بن جائے۔ اگر ہر تکلیف پر غصہ سے بھرے گا تو بغیر مانجھے کس طرح صاف ہوگا۔ اِس سلسلہ میں ایک قصّہ سُن۔

ایک قزوینی کا کندھے پر گدوانا اور زخمِ سوزن کی وجہ سے شرمندہ ہونا

ایک قزوینی نائی کے پاس گیا کہ میرے جسم پر غضبناک شیر گود دے۔ میں چاہتا ہوں کہ شیر گدوا کر رزم و بزم میں پختہ کار نظر آؤں۔ اُس نے جب سوئیاں چبھونی شروع کیں تو تکلیف محسوس کرنے لگا اور چلانا شروع کیا۔ پوچھا کہ پہلے کیا بنا رہے ہو؟ اُس نے کہا: دُم بنا رہا ہوں۔ اِس نے کہا: دُم نہ بنا؟ شیر بغیر دُم کے بھی ہوتے ہیں۔ اِسی طرح جو عضو بھی وہ بنانے لگتا وہ اُسے روک دیتا کہ یہ نہ بنا۔ جب ہر عضو کے بنانے پر اُس نے انکار کیا تو نائی متعجب ہوا، اُس نے سوئی پھینک دی اور بولا: دُنیا میں کسی کو ایسا بھی پیش آیا ہوگا کہ بے دُم بے سر اور بے پیٹ کوئی شیر ہو۔ اگر تُو سوئی چبھنے کی تکلیف برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو خوفناک شیر کے بارے میں بات نہ کر۔

اے بھائی! سوئی کے درد پر صبر کر تاکہ تُو اپنے بے دین نفس کے ڈنک سے نجات پالے۔ وہ لوگ جو اپنے وجود کی

شمس تبریزی کہ نورِ مطلق ست
شمس تبریزی جو مکمل نور ہے

آفتاب ست و زِ انوارِ حق ست
سورج ہے اور حق کے نوروں میں سے ہے

تکلیف سے آزاد ہو گئے ہیں اور جن کے لیے قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اللہ نے تمہارے تابع فرمان بنا دیا ہے اُن چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں) اُنہوں نے اپنے بدن کے بے دین نفس کو کچل دیا ہے۔ جب اُن کا دل صبر کو روشن کرنا سیکھ جاتا ہے تو سورج انہیں نہیں جلا سکتا۔ سورۃ کہف میں اللہ نے فرمایا: ''سورج اُن کے غار سے کترا کر گزر جاتا ہے''۔ جو جزؤ کُل سے پورے طور پر وابستہ ہو جاتا ہے اُس کے لیے کانٹا پھول کی طرح پُر لطف ہو جاتا ہے۔ خدا کی عظمت کو ظاہر کرنا کیا ہے؟ اپنے آپ کو ذلیل اور مٹی بنا لینا۔ اللہ کی وحدانیت سیکھنا کیا ہے؟ اپنے آپ کو ''واحد'' کے سامنے فنا کر دینا۔ تُو اگر چاہتا ہے کہ منوّر ہو جائے تو اپنے وجود کو وجود عطا کرنے والے کے وجود میں فنا کر دے' تُو تانبے سے کیمیا بن جائے گا۔ تُو نے ''مَن و مَا'' کو مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے اور ساری خرابی دو وجودوں کی وجہ سے ہے۔

بھیڑیے اور لُومڑی کا شیر کے ساتھ شکار کو جانا

شیر' بھیڑیا اور لومڑی شکار کے لیے پہاڑ پر پہنچ گئے تاکہ مِل جُل کر کوئی شکار گرفت میں لائیں۔ شیر کے لیے شکار میں بھیڑیے اور لومڑی کو ساتھ لینا باعثِ عار ہے۔ لیکن اُن کی عزت افزائی کے لیے اُن کو ساتھ رکھا۔ چاند کو ستاروں کے درمیان شرم آتی ہے لیکن مہربانی سے اُن کے ساتھ ہے۔ پیغمبر ﷺ کو بھی ساتھیوں سے مشورہ کرنے کا حکم ہوا' حالانکہ اُن کی رائے کے سامنے بھلا کسی اور کی رائے کی کیا حیثیت ہے۔ ترازو میں جو (اناج) سونے کا ساتھی بن گیا لیکن وہ رہے گا تو جو ہی۔ اُنہوں نے ایک پہاڑی گائے ایک بکرا اور خرگوش شکار کیے۔ اُن میں بھیڑیے اور لومڑی کی خواہش تھی کہ یہ انصاف سے تقسیم ہو۔ شیر پر اُن دونوں کے لالچ کا اثر پڑا۔

جو شخص اَسرار کے میدان کا شیر ہے' وہ جانتا ہے کہ جو کچھ کوئی دل میں سوچتا ہے۔ خبردار! اے وسوسوں کے عادی دل! اُس کے سامنے بُرے خیال سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ۔ وہ تیرے دل کی حالت کو جانتا ہے لیکن پردہ پوشی کرتا ہے اور مسکراتا ہے۔ شیر کو جب اُن کے دل کے وسوسے معلوم ہوئے تو اُنہیں کھل کر نہ بتایا کہ اے کمینے فقیرو! میری بخشش کے آگے تمہارا یہ خیال ہے۔ تمہاری رائے کا وجود میری رائے سے ہے۔ نقش نقّاش کو کیا سمجھائے جبکہ اُن نقوش کی نگاہ تو اُس کی بخشی ہوئی ہے۔ خدا کے ساتھ بدگمانی کرنے والوں کا سر قلم ہونا چاہیے۔ تمہارے وجود کی ذلت سے آسمان کو نجات دلا دوں گا کہ یہ قصہ دُنیا کے لیے مثال بن جائے۔ شیر بظاہر مسکراتا جاتا تھا لیکن اُس کی مسکراہٹ پر مطمئن نہ ہو جانا۔ یہ دُنیا کی دولت وغیرہ اللہ تعالیٰ کی مسکراہٹیں ہیں' جنہوں نے ہمیں مغرور اور مست بنا دیا ہے۔ اے انسان! فقیری

رُوح را تاثیر آگاہی بُوَد
رُوح میں حق سے باخبری کی تاثیر ہوتی ہے

ہر کرا ایں بیش اللّٰہی بُوَد
جس کو یہ زیادہ حاصل ہے وہی اللہ والا ہے

اور بیماری بہشت ہے کیونکہ اُس کی وجہ سے مسکراہٹ کا جال اُکھڑ جاتا ہے۔

شیر کا بھیڑیے کو آزمانا اور شکار کو تقسیم کرنے کے لیے کہنا

شیر نے کہا: اے بھیڑیے! انصاف کی رسم تازہ کر اور اس شکار کو تقسیم کر دے۔ تقسیم کرنے میں تُو میرا قائم مقام بن جا' تا کہ معلوم ہو جائے کہ تم میں کتنا جوہر ہے۔ بھیڑیا بولا: یہ گائے آپ کا حصہ ہے کیونکہ آپ بڑے اور شہ زور ہیں۔ بکری میری ہے کیونکہ میں متوسط ہوں اور لومڑی خرگوش لے لے۔ شیر نے بھیڑیے سے کہا: کیا بکتا ہے؟ جب مَیں موجود ہوں تو تُو میرے تیرے کی کیا بات کرتا ہے' میرے ہوتے ہوئے تُو خود کو دیکھتا ہے' آگے آ۔ وہ آگے آیا' تو اُسے پنجہ مارا اور پھاڑ ڈالا اور سزا میں اُس کی کھال کھینچ لی اور کہا: جب میرا دیدار تیری خُودی نہ مٹا سکا اور تُو نے میرے سامنے خود کو فانی نہ کیا تو تجھے قتل کر دینا ضروری ہے۔ اگر چہ عنایت فرمائی کو میں غالب رکھتا ہوں لیکن کبھی کبھی انصاف کو بھی ترجیح دے دیتا ہوں۔

سوائے اللہ کی ذات کے ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔ تو جو کوئی اپنی ذات کو ذاتِ باری تعالیٰ میں فنا کر دے گا' وہی بچے گا ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ جو اُس دروازے پر "مَیں" اور "تُو" کا اعلان کرے وہ مردود ہے صرف "لا" کے درجے والا ہی مقیم ہے۔ جو ذاتِ احد میں داخل ہو گیا اُس کے لیے فنا نہیں ہے۔ اُس کی طرف رُجوع کرنا ہے تو دوئی کو ختم کر کے آؤ۔

اُس شخص کا قصّہ کہ جس نے دوست کے دروازے پر دستک دی اُس نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے؟ اُس نے کہا کہ "مَیں" ہُوں اُس نے کہا کہ "تُو" ہے تو دروازہ نہیں کھولوں گا کیونکہ مَیں اُس کو دوست نہیں سمجھتا جو اپنے آپ کو "مَیں" کہے۔ واپس ہو جا، "مَیں" کہنے والے کا شرمندہ ہونا اور ایک سال تک بے وطنی، محنت اور مشقت برداشت کرنا اور مُعافی کے لیے دروازے پر واپس آنا، صاحبِ خانہ کا دریافت کرنا، دروازے پر کون ہے؟ اور اُس کا جواب میں کہنا کہ دروازے پر "تُو" ہی ہے اور اپنے وجود کا اِنکار

ایک شخص نے اپنے دوست کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اُس نے پوچھا: کون ہے؟ وہ بولا "مَیں" ہوں۔ اُس نے کہا کہ واپس ہو جا۔ اِس خوان پر کچے کی جگہ نہیں ہے۔ کچے کو سوائے ہجر اور جُدائی کی آگ کے کون پُختہ کر سکتا ہے۔

وہ بے چارہ واپس چلا گیا اور ایک سال تک دوست کے فراق میں جلتا رہا۔ جب پُختہ ہو گیا تو پھر لوٹا۔ نہایت ادب سے دروازہ کھٹکھٹایا تا کہ بے ادبی نہ ہو جائے۔ دوست نے آواز دی' دروازے پر کون ہے؟ اُس نے جواب دیا'

اُو شفیع ست ایں جہان و آں جہان	ایں جہاں در دین و آں جا در جناں
وہ اِس جہان اور اُس جہان میں سفارشی ہیں	اِس جہان میں دین کے اور اُس جہان میں جنت کے

دروازے پر تُو ہی ہے۔ اُس نے کہا: اب ''تُو'' ''مَیں'' ہے تو اے! ''مَیں'' اندر آجا کیونکہ ایک گھر میں دو کی گنجائش نہیں ہے۔ جب سب ایک ہو جائیں دوئی نہیں رہتی۔ وہاں ''مَیں'' اور ''تُو'' ختم ہو جاتا ہے۔ سوئی میں دو دھاگے نہیں جاتے۔ جب تُو ایک بن گیا ہے تو سوئی میں آجا۔

قرآن میں ارشاد ہے: کافر جنت میں نہ جائیں گے جب تک اونٹ سوئی کے نکوے میں نہ داخل ہو جائے۔ اونٹ کا وجود باریک نہیں ہو سکتا' ہاں ہو سکتا ہے' لیکن اس کام میں خدا کا ہاتھ چاہیے کیونکہ ہر ناممکن اُس کے ہاتھ سے ممکن ہو جاتا ہے۔ وہ ہر دم ''کن فکاں'' کے کام میں مصروف ہے۔ وہ ہر روز تین لشکر اس طرف روانہ کرتا ہے۔ ایک لشکر باپوں کی پُشت سے ماؤں کی جانب تاکہ وہ اُن کے رحم میں اُگے۔ ایک لشکر ماؤں کے رحموں سے دُنیا کی طرف تاکہ دُنیا نَر اور مادہ سے بھری رہے۔ ایک لشکر دُنیا سے موت کی جانب تاکہ ہر شخص اپنے اچھے عمل کو دیکھے۔ اِن تینوں لشکروں کے علاوہ ایک طاقت اللہ کی جانب سے بدنِ انسانی میں پیدا کی جاتی ہے' جس کی وجہ سے انسان جماع پر قادر ہو جاتا ہے۔ اللہ کے لشکروں کا کوئی حد و حساب نہیں ہے۔

آ پھر دو پاکباز دوستوں کا قصہ سُن۔ دوست نے کہا: اے میرے سب کچھ! اندر آجا' اب دوئی کی غلطی ختم ہو چکی ہے۔ اب ''کُن'' کے کاف اور ''ن'' کمند کی طرح کھینچنے والے بن گئے ہیں۔ اِس یکتائی سے دو وجودوں کا ایک ہونا مراد نہیں ہے' بلکہ عمل کی یکسانیت مراد ہے۔ جانور کے پَیر متعدد ہیں لیکن کام ایک ہی کرتے ہیں۔ قینچی کے دو بازو ہیں' کام ایک ہے۔ دو دھوبی کام کرتے ہیں لیکن کام ایک ہی ہیں۔ بظاہر ایک کپڑے کو تر کرتا ہے اور دوسرا خشک کرتا ہے۔ بظاہر وہ مختلف کام کرتے ہیں لیکن کام ایک میں ہیں۔ ہر نبی اور ولی کا الگ راستہ دکھائی دیتا ہے' لیکن اللہ تک لوگوں کو پہنچانے کے کام میں سب ایک ہیں۔

سُننے والے کی بے توجہی کی وجہ سے بات کرنے سے رُوگردانی کرنا

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کو مثنوی کی املا کرانے میں کچھ انقباض ہوا جس کی وجہ سننے والوں کی غفلت تھی۔ چونکہ سننے والوں کے مجمع کو نیند آگئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے چکی کے پاٹوں کو چلانے والا پانی بند کر دیا۔ اُس پانی یعنی اَسرار کی آمد دل میں ہے۔ ہونٹوں سے جاری ہونا تو تمہارے لیے ہے ورنہ اَسرار کے پانی کی نہر دل میں ہے۔ اے خدا! رُوح کو وہ مقام دکھا دے' جس میں بغیر حرف کے کلام ہوتا ہے۔ تاکہ پاک رُوح' عالمِ غیب کے میدان کی جانب سَر کے بل جائے۔ وہ عالَم جو کہ وسیع اور پُر فضا ہے اور یہ عالمِ شہود اُس عالم سے ساز و سامان پاتا ہے۔ عالمِ مثال' عالَمِ

قُوتِ جبریل از مطبخ نبُود	بُود از دیدارِ خلّاقِ وجُود
جبریلؑ کی طاقت خوراک کی وجہ سے نہیں	بلکہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی وجہ سے ہے

غیب سے چھوٹا ہے۔ اسی وجہ سے یہ غم کا باعث بنتا ہے۔ پھر عالَمِ شہود عالَمِ مثال سے چھوٹا ہے' اسی وجہ سے یہاں تنگی و غم بہت زیادہ ہے۔ یہ تنگی اُس کے مادی ہونے کی وجہ سے ہے بلکہ یہ عالَم تو قید خانے کی طرح تنگ ہے۔ یہاں کے حواس ہمیں ناسُوت کی طرف کھینچتے ہیں۔ عالَمِ توحید ان سب سے پَرے ہے۔ اگر وہاں کی خواہش رکھتا ہے تُو اُس جانب قدم بڑھا۔ وہاں لفظوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔

شیر کا بھیڑیے کو اُس کی بے ادبی پر سزا دینا

شیر نے بھیڑیے کا سر توڑ ڈالا اور دوہری سرداری کے تصور کو ختم کر دیا۔ حاکمِ مُطلق کے سامنے مردہ بن جانا چاہیے۔ پھر شیر نے لومڑی کا رُخ کیا اور بولا: شکار کو تقسیم کر دے۔ لومڑی عاجزی سے بولی: یہ نیل گائے آپ کا ناشتہ ہے' بکری دوپہر کے لیے اور خرگوش شام کی یخنی کے لئے۔ شیر بولا: اے لومڑی! تُو نے انصاف کو روشن کر دیا' تُو نے ایسا انصاف کہاں سے سیکھا؟ وہ بولی: اے دُنیا کے بادشاہ! بھیڑیے کے حال سے۔ شیر بولا: جب تُو مجسّم ہمارے لیے ہوگئی ہے' تو ''ہم'' ہوگئی' ہم تیرے ہیں اور یہ سب شکار تیرے لیے ہیں۔ جب تُو نے بھیڑیے کے حال سے عبرت حاصل کر لی ہے تو تُو لومڑی نہیں بلکہ میرا شیر بن گیا ہے۔ عقلمند وہ ہے جو عبرت حاصل کر لے۔ لومڑی نے شکر کیا کہ مجھے شیر نے بھیڑیے کے بعد بلایا۔

آخری زمانہ میں پیدا ہونے والوں کی فضیلت

خدا کا شکر ہے اُس نے دُنیا میں ہمیں اگلوں کے بعد پیدا فرمایا۔ اللہ پاک نے سرکش لوگوں کی سزاؤں کے حالات ہمیں بتا دیئے۔ اسی لیے ہمیں اُمتِ مرحومہ فرمایا گیا ہے۔ عقلمند انسان' تکبر اور مستی کو دماغ سے نکال دیتا ہے جب وہ فرعون اور قومِ عاد کے قصّے سنتا ہے۔ اگر تُو غرور کو اپنے سر سے نہیں نکالے گا تو بعد میں آنے والے لوگ تیرے حال سے عبرت حاصل کریں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو ڈرانا کہ مجھ سے نہ اُلجھو، مَیں تو خدا کا نقاب ہُوں، تو تم خُدا سے اُلجھ رہے ہو، نہ کہ مجھ سے

حضرت نوح علیہ السلام نے نصیحت میں قوم سے کہا کہ خدا کی عطا کو قبول کر لینا۔ غور کرو ''مَیں'' مَیں نہیں ہوں۔ میں اپنی جان کے لحاظ سے مردہ ہوں لیکن محبوب کے ذریعے زندہ ہوں۔ میرے لیے موت نہیں ہے' کیونکہ میں بشری حواس کے اعتبار سے مردہ ہوں اور اللہ تعالیٰ میرا کان اور احساس اور بینائی بن گیا ہے۔ چونکہ میں نہیں ہوں تو یہ کلام اُس کی جانب سے ہے۔ اِس

ہمچنیں ایں قُوّتِ ابدالِ حق	ہم زحق داں نز طعام و نز طبق
اِسی طرح ابدال کی قُوّت کو بھی سمجھ	اُس کا تعلق بھی حق کے ساتھ ہے نہ کہ کھانے سے

کے مقابلے میں جو بات کرے گا‘ کافر ہوگا۔

لومڑی کی اِس صورت (نوح) میں شیر (ذاتِ احد) ہے۔ اسی لیے اِس لومڑی کے مقابلے میں دلیر نہ ہو جانا۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام کی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتی تو طوفان دُنیا کو درہم برہم کیسے کر سکتا تھا۔ وہ ''ما'' و ''مَن'' سے گزر کر آگ کی طرح تھے اور دُنیا کھلیان کی طرح۔ جو شخص اُس چھپے ہوئے شیر کے سامنے بھیڑیے کی طرح بے ادبی سے زبان کھولے گا‘ شیر اُسے پھاڑ ڈالے گا۔ کاش زخم جسم پر لگتا کہ دل اور ایمان تو سلامت رہتے۔

اب میں اصل راز کو ظاہر نہیں کر سکتا‘ ہاں اشارہ کرتا ہوں شاید تم سمجھ جاؤ۔ اُس لومڑی کی طرح کم کھاؤ۔ اللہ کے سامنے حیلہ بازی نہ کرو‘ مُلک کا مالک وہ ہے۔ یہ سلطنت اُس کے سُپرد کر دو۔ سیدھے راستے پر فقیر بن کر آ جاؤ تو شیر بھی اور اُس کا شکار بھی تمہارا مال ہے۔ اُس نے فرمایا: اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ''کیا خدا اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے'' جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے‘ وہ اپنے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی لالچ نہیں ہے‘ دُنیا کی ہر چیز مخلوق کے لیے ہے۔ مُلک اور دولت‘ اللہ کے کس کام کی ہیں؟ اُس کے سامنے دل کی حفاظت رکھو۔ وہ راز‘ فکر اور طلب کو اِس طرح دیکھ لیتا ہے جس طرح دودھ میں بال۔ جو شخص بے نقش اور صاف سینہ والا ہوتا ہے‘ وہ غیب کے نقوش کا آئینہ ہوتا ہے۔ وہ مومن ہے‘ تُو بھی مومن ہے‘ تُو اُس کا آئینہ بن جا۔ دونوں مومن ہیں لیکن دونوں میں بے انتہا فرق ہے۔ جب وہ ہمارے اعمال کو کسوٹی پر رگڑتا ہے تو یقین کو شک سے جدا کر لیتا ہے۔ مومن‘ مومن کا آئینہ ہوتا ہے۔ مومن کامل کے قلب پر دوسرے مومنوں کے وسوسوں کا عکس پڑتا ہے۔

بادشاہ کا صُوفیوں کو اپنے سامنے بٹھانا‘ تاکہ اُن کی آنکھیں روشن ہو جائیں

بادشاہوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ بائیں ہاتھ پر پہلوانوں کو کھڑا کرتے ہیں کیونکہ دل بائیں جانب ہے۔ اہلِ قلم اور محاسب کو دائیں طرف کیونکہ درج کرنے اور لکھنے کا عمل دائیں ہاتھ کا ہے۔ صوفیوں کو سامنے جگہ دیتے ہیں کیونکہ وہ رُوح کا آئینہ ہیں اور ظاہری آئینے سے بہتر ہیں۔ اے بیٹے! صوفیوں کے سینے ذکر و فکر سے منجھے ہوئے ہیں۔ آئینے کی صورت‘ اُن کے دل پر دُرست نقش اُبھرتے ہیں۔ جو اصل میں حسین ہو وہ آئینہ اپنے سامنے رکھتا ہے۔ جو شخص خوبصورت اور موزوں چہرہ رکھتا ہو‘ وہی آئینے کا طالب ہوتا ہے۔ ایک مثال سُن لے۔

حضرت یُوسف علیہ السلام کے ایک دوست کا دِیدار کے لیے سفر سے آنا

ایک مہربان دوست حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا جو کہ اُن کا بچپن کا ساتھی تھا۔ اُنہوں

جسم شاں ہم ز نُور اسرشتہ اند — تا ز رُوح و از ملک بگذشتہ اند

اُن کا جسم بھی نورانی ہے — اسی لئے وہ رُوح اور فرشتوں سے بڑھ گئے

نے مل کر بچپن کے حالات و واقعات کے بارے میں گفتگو کی کہ انسان کو ترقیوں تک پہنچانے کے لیے اللہ انسان کو مختلف آزمائشوں میں ڈالتا ہے جیسے کہ یوسف علیہ السلام کو ڈالا گیا۔ گفتگو کرتے کرتے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ آزمائشوں سے گزار کر اللہ کریم نے مجھے عزیزِ مصر بنا دیا ہے' پھر پوچھا کہ میرے لیے کیا سوغات لائے ہو؟ کیونکہ خالی ہاتھ دوستوں کی زیارت بغیر گیہوں کے آٹے کی چکی پر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ حشر کے دن مخلوق سے پوچھے گا: حشر کے دن کے لیے کیا تحفہ لائے ہو؟ کیا تمہیں واپس لوٹنے کی اُمید نہیں تھی۔ جس کی مہمانی کے وعدے کا تُو منکر ہے' اُس کے باورچی خانے سے راکھ کھائے گا۔ اگر تُو منکر نہیں ہے تو دوست کے پاس خالی ہاتھ کیوں آیا ہے؟

سونے اور کھانے میں تھوڑی سی کمی کر دے اور اُس کی ملاقات کے لیے سوغات لے جا۔ صبح سویرے توبہ کرنے والوں میں سے ہو جا۔ ماں کے پیٹ کے بچّے کی طرح تھوڑی سی حرکت کر' تاکہ تجھے دُور دیکھنے والے حواس عطا ہو جائیں۔ جب رَحم (دنیا) سے باہر آئے گا تو ایک وسیع میدان (عالمِ ارواح) میں پہنچے گا۔ اِس دُنیا میں عبادت و ریاضت کرے گا تو تجھے باطنی حواس مل جائیں گے۔ تُو اُس میدان میں پہنچ جائے گا جہاں انبیاء علیہم السلام گئے ہیں۔ اُس میدان میں دل کبھی نہیں گھبراتا۔ بیداری میں انسان کے حواس اُس پر سواری کرتے ہیں' جس سے تُو تھکتا ہے لیکن ریاضت سے تیرے حواس تھکیں گے اور تُو آرام سے سواری کرے گا۔ نیند کی حالت کو تُو ایک نمونہ سمجھ۔ اولیاء رحمہم اللہ اپنے حواس پر سوار ہوتے ہیں۔ اَصحابِ کہف کی طرح قیام اور چلنے پھرنے کی حالت میں بھی سوئے ہوئے ہیں۔ اُن کو اللہ کریم خود بلا تکلف حرکتیں دیتا ہے جبکہ وہ بے خبر ہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر تُو کسی دشواری میں دیکھے تو وہ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (نہ وہ غمگین ہوتے ہیں) ہوں گے۔ اولیاء رحمہم اللہ اور انبیاء علیہم السلام سے جو کام ظاہر ہوتے ہیں اُن کا فاعلِ حقیقی دراصل اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور وہ خود بے خبر ہوتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے تحفہ دکھانے کے لیے کہا۔ اُس نے جواب دیا: میں نے آپ علیہ السلام کے لیے موزوں تحفے ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی لیکن میری نگاہ میں کوئی تحفہ جچا نہیں کیونکہ آپ علیہ السلام کی شان کے لائق ڈھونڈنا میرے لیے مشکل ہو گیا۔ پھر آپ علیہ السلام کے حُسن کہ جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اُس کے لیے آئینہ سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا' جو سینہ کے نور کی طرح صاف شفاف ہو تاکہ اُس میں آپ علیہ السلام اپنے حُسن کو دیکھیں۔

ہستی کا آئینہ فنا ہے۔ فنا اختیار کر تاکہ تُو ہستی کو دیکھ لے۔ فنا دراصل اِس ہستی کی آلودگی سے صفائی ہے۔ نقائص' کمال حاصل کرنے کا سبب بن جاتے ہیں۔ نیستی اور فنا' بقائے دوام کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ ضد' ضد کو خوب واضح کرتی

برق و فر زُوی خوب صادقیں
اللہ کے سچوں کے جسم تو بے شک فنا ہو جائیں

تن فنا شُد واں بجا تا یوم دیں
لیکن اُن کا اللہ سے تعلق کبھی گم نہیں ہوتا

ہے۔ جس نے اپنے نقص کو دیکھ لیا اور پہچان لیا' وہ اپنی ذات کی تکمیل کی طرف تیز دوڑا۔ جو اپنے کمال کا گمان رکھتا ہے' ذُوالجلال کی طرف پرواز نہیں کرسکتا۔ کمال کے گھمنڈ سے زیادہ بدتر بیماری تیری رُوح میں اور کوئی نہیں ہے۔ تیرے دل اور آنکھوں سے بہت خون بہے تاکہ تکبر تجھ سے نکلے۔

شیطان کی بیماری "مَیں بہتر ہوں" ہی تھی۔ یہ مرض ہر مخلوق کے نفس میں موجود ہے۔ اپنے پانی کو صاف نہ سمجھ' اُس کے نیچے گوبر ہے۔ اگر تُو اپنے پانی کا اِمتحان کرے گا تو گوبر فوراً نظر آ جائے گا۔ انسان باطنی غلاظتوں کا علاج خود نہیں کرسکتا۔ اِس کے لیے شیخ کی طرف رُجوع کر۔ نہر کا پانی اپنے گوبر کو صاف نہیں کرسکتا۔ انسان کا علم اُس کے نفس کے جہل کو صاف نہیں کرسکتا۔ تیرے خیالات و اُمیدوں کی مکھیاں' تیرے اَحوال کی تاریکی جو کہ تیرا زخم ہے' اُس پر بیٹھی ہوئی ہیں۔ اگر پیر تیرے زخم پر مرہم لگا دے گا تو تیرے درد کو سکون میسر آئیگا۔ شیخ کی صحبت تیرے زخم کا مرہم ہے۔ اِسے ترک نہ کر اور کبھی اپنے آپ کو گناہ سے محفوظ نہ سمجھ۔ ایک قِصّہ سُن۔

وحی کے کاتب کا مُرتد ہوجانا، اِسلیے کہ وحی کا پَرتَو اُس پر پڑا، اُس نے آیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پڑھی اور بولا: "مُجھ پر وحی نازل ہُوئی ہے"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے ایک بہت سرگرم کاتبِ وحی تھا۔ ایک مرتبہ وحی کا پَرتَو اُس پر پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے الفاظ لکھوا رہے تھے تو اُس کی زبان پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بولنے سے پہلے ہی وحی کے الفاظ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ جاری ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے لکھ لو۔ اِس سے اُسے یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے حالانکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پَرتَو کا اثر تھا۔ وہ نالائق اِس کے باوجود گمراہ ہوگیا۔ جب اُس کے خیالِ بد کا عکس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑا تو اللہ کا قہر اُس پر نازل ہوا' وہ کتاب سے بھی اور دین سے بھی برطرف ہوا۔ کینہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن بن گیا۔ وہ توبہ بھی نہ کرسکا کیونکہ اللہ نے توبہ کا دروازہ اُس پر بند کردیا۔ اسی لیے سورۃ یٰسین میں فرمایا "بے شک ہم نے کردیے اُن کی گردنوں میں طوق تو وہ منہ اُٹھائے ہوئے ہیں اور کردی ہم نے اُن کے سامنے دیوار اور اُن کے پیچھے دیوار۔ ہم نے اُن کو اُوپر سے ڈھانپ دیا پس وہ نہیں دیکھتے"۔

دنیا کی محبوب چیزیں انسان کو محبوبِ حقیقی کے دیدار سے مانع آتی ہیں۔ لوہے کے بند کو جدا کیا جاسکتا ہے لیکن غیبی بند کی بجز رحمتِ الٰہی کوئی دوا نہیں۔ اگر تمہیں بھِڑ ڈنک مارے تو تم اُس کو فوراً دفع کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہو لیکن اگر تجھ کو تیرے تکبر کے ڈنک نے زخمی کیا ہے تو غم زیادہ ہوگا اور درد کم نہ ہوگا۔ اِس کا علاج یہی ہے کہ فریاد سننے والے کے سامنے

آں شود شاد از نشاں کو دید شاہ	چوں ندید اُو را نباشد اِنتباہ
وہ شاہ ہے جو نشانیوں سے اصل شاہ کو پہچان لے	جو نشانیوں کو نہ پہچانے خبردار نہیں ہوتا

فریاد کر کہ

اے محبِّ عفو از ما عفو کُن
اے طبیبِ رنجِ ناسورِ کُہن (مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

”اے معافی کو پسند کرنے والے! ہمیں معاف فرما دے۔ اے پُرانے ناسور کی تکلیف کے طبیب“۔

حکمت کے عکس نے اُس بدبخت کو گمراہ کر دیا۔ اس لیے خود پسند نہ بن اور برباد نہ ہو۔ تُو اپنے دل کے اندر جو روشنی محسوس کرتا ہے وہ تیرے پیر کی وجہ سے ہے۔ گھر اپنے اندر اگرچہ روشنی محسوس کر رہا ہے لیکن یہ تیرے روشن پڑوسی کی وجہ سے چمک رہا ہے۔ شکر کر گھمنڈ نہ کر۔ اس عارضی چیز نے متکبروں کو اُمت سے دُور کر دیا ہے۔ میں اُس شخص کا غلام ہوں جو اپنے آپ کو عاجز و مسکین اور اپنے آپ کو کبھی کمال پر نہ سمجھے۔ سالک بہت سی منزلیں طے کر کے قرب تک پہنچتا ہے۔ یہ مقام آسانی سے ہاتھ نہیں آتا۔

لوہا سُرخ ہو گیا ہے تو یہ آگ کی وجہ سے ہے۔ اگر روشن دان سے گھر میں کچھ روشنی آئی ہے تو یہ سورج کی ہے' اگر دیوار کہے کہ میں روشن ہوں اور مجھ پر غیر کا عکس نہیں ہے تو سورج کہے گا: اے گمراہ! جب میں غائب ہو جاؤں گا تو پھر پتہ چلے گا۔ جسم اپنے حُسن و جمال پر ناز کرتا ہے تو رُوح جس نے اپنے آپ کو اُس میں چھپایا ہوا ہے' کہتی ہے: تُو کیا ہے؟ چند دن میری وجہ سے جی لیا۔ ذرا ٹھہر جا' میں تجھ میں سے رخصت ہو جاؤں' پھر تجھے دیکھوں گی کہ تُو کیا ہے؟ تیرے دوست تجھے قبر میں دفن کر دیں گے اور تجھے چیونٹیوں اور سانپوں کی غذا بنا دیں گے۔ تجھ پر اپنی جان قربان کرنے والا بھی تیری بدبو سے اپنی ناک بند کر لے گا۔ یہ تیرا حُسن' گویائی' آنکھ' کان سب رُوح کا اثر ہے۔

جس طرح رُوح کا اثر بدن پر ہے۔ اسی طرح ابدال کا اثر میری رُوح پر ہے۔ جانِ جان' جب جان سے اپنا قدم پیچھے ہٹا لے تو سمجھ لے کہ جان' بے جان جسم کی طرح ہو جائے گی۔ میں اسی وجہ سے زمین پر چہرہ رکھتا ہوں تا کہ یہ قیامت کے دن میری گواہ ہو۔ قیامت کو زمین لوگوں کی حالتوں کی گواہی علی الاعلان دے گی۔ زمین اور اس کا خار و خس بولنے لگے گا۔ یہ سب چیزیں بولتی اور اہلِ دل ان کی باتیں سُنتے ہیں' جیسے ستون حنانہ رونے لگا تھا۔ فلسفی اپنی عقل کے زور پر شیطان کا انکار کرتا ہے حالانکہ وہ خود شیطان ہی کی اطاعت میں حقائق سے انکار کرتا ہے۔ فلسفی نے اگر شیطان کو نہیں دیکھا ہے تو خود اپنے آپ کو دیکھ لے اُس میں شیطان کے اثرات موجود ہیں۔ جنوں کو بھی تو اُن کے اثرات سے ہی پہچانتے ہیں۔ جنون کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ فلسفی کسی گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا

رُوح آنکس کو بہنگامِ اَلَست — دید ربِّ خویش و شُد بے ہوش و مست
اُس کی رُوح جس نے یومِ اَلَست میں — اللہ کو دیکھا اور بے ہوش اور مست ہو گیا

بلکہ ہر کج فہم فلسفی ہی ہوتا ہے کیونکہ رُوح سے اُس کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

اے مومنو! تم میں سے بھی فلسفی ہو سکتا ہے۔ ایک مومن کے دل میں فاسد خیالات آ سکتے ہیں لہٰذا بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایمان والے کا کام ہے کہ وہ بد خیالات کے خوف سے ہمیشہ لرزتا رہے۔ شیطان کا مذاق وہ اُڑاتا ہے جو اپنے آپ کو بڑا پارسا سمجھتا ہے۔ جب انسان کے مخفی حالات کھُلتے ہیں تو اُس کے معتقد واویلا کرنے لگتے ہیں۔ جب تک انسان کسوٹی پر نہیں پرکھا جاتا کھرا کھوٹا یکساں معلوم ہوتا ہے۔ شیطان بہت ولی اللہ تھا' جب اُس کا باطنی عیب (تکبر) کھلا تو اصل ظاہر ہو گیا۔ رات کے وقت کھوٹا سونا' کھرے کی برابری کرتا ہے تو کھرا اُس کو کہتا ہے: اے دھوکے باز! ٹھہر جب تک کہ دن چڑھ جائے۔

بلعم باعُور کی دُعا کہ "موسٰی علیہ السلام اور اُن کی قوم کو اُس شہر سے جس کا انہوں نے محاصرہ کر رکھا ہے ناکام واپس کر دے" اور اُس کی دُعا کی قبولیت

بلعم باعور جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کا ایک بہت عبادت گزار تھا' شہر کنعان کا رہنے والا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کنعان پر چڑھائی کی تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ وہ دُعا کرے کہ موسیٰ علیہ السلام کی فوج پسپا ہو جائے۔ وہ راضی ہو گیا' اُس پر اُس کا دین وایمان بھی گیا اور نہایت ذلیل ہوا۔ ایسا موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کی وجہ سے ہوا۔ پہلے اُس کے دَم کرنے سے بیمار اچھے ہو جایا کرتے تھے لیکن اِس وجہ سے اُس میں غرور و تکبر پیدا ہوا۔ اُس کو اور شیطان کو اللہ نے بُرائی میں مشہور کر دیا تاکہ لوگ اُن سے عبرت حاصل کریں۔ یاد رکھو! جس طرح حیوانات کو انسانوں کے لیے ذبح کیا جا سکتا ہے اِسی طرح انبیاء علیہم السلام کی خاطر نافرمان انسانوں کو قتل کرا دیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے: "وہ کفار حق سے اِس طرح بھاگتے ہیں' جیسے گورخر' شیر سے"۔ اِس سلسلہ میں ایک قصہ سُن لے۔

ہارُوت و مارُوت کا اپنی پاکدامنی پر گھمنڈ' دُنیا کی سرداری چاہنا' فتنہ میں پھنسنا اور اُن کی سزا و عذاب

ہاروت و ماروت جیسوں نے تکبر کی وجہ سے مار کھائی۔ اُن کو اپنی پاکدامنی پر بہت گھمنڈ تھا مگر قضائے الٰہی کے سامنے کون دَم مار سکتا ہے۔ شیر کے مقابلے میں بھینس کو کیا اطمینان ہو سکتا ہے؟ آندھی بڑے درختوں کو اُکھاڑ دیتی ہے لیکن چھوٹی گھاس پر احسان کرتی ہے۔ انسان میں رُوح کی وجہ سے عقل ہے۔ رُوح' انسان کے سانس کو مختلف حرفوں کی آواز میں منہ سے خارج کرتی ہے۔ کبھی اچھے الفاظ منہ سے نکلتے ہیں' جو دوستی اور صلح کا سبب بنتے ہیں اور کبھی ایسے الفاظ جن سے دشمنی پیدا

اصلِ ارض اللہ قلبِ عارف ست	لامکاں ست و ندارد فوق و پست
اللہ کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے	وہ لامکاں ہے اور بلندی اور پستی نہیں رکھتا

ہوتی ہے۔ اللہ پاک نے پانی کو فرعون پر خوفناک بنا دیا۔ غزوۂ احزاب میں اُس نے ہوا کے ذریعے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

شیخ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ موثرِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اِس کائنات میں آسمانوں اور زمینوں کی حیثیت اُس کے نزدیک تنکے سے زیادہ نہیں ہے۔ جس طرح سمندر تنکے پر اثر انداز ہے۔ اِسی طرح حضرتِ حق زمینوں اور آسمانوں پر حاکم ہے۔ جب قیامت میں کائنات کو دوبارہ وجود میں لائے گا تو اِس قدر جلدی تاثیر کرے گا جیسے آگ، پھونس میں کرتی ہے۔

اب ہاروت و ماروت کا قِصّہ سُن۔ جب دُنیا کے لوگوں کی بدکاری اور گناہ کے کام اُن پر ظاہر ہوتے تو وہ اُن پر غصّے سے اپنے ہاتھ چباتے لیکن آنکھوں سے اپنا عیب نہ دیکھتے۔ بدصورت نے آئینہ دیکھا تو آئینہ پر غصّہ کیا اور اپنا منہ پھیر لیا۔ خود بین جب دوسروں کے گناہ دیکھتا ہے تو غصّہ میں آگ ہو جاتا ہے۔ اِس تکبّر کو وہ دین کی حفاظت بتاتا ہے لیکن اپنے اندر کے بے دین نَفس کو نہیں دیکھتا۔ دینی حمیت کی آگ سے تو دُنیا سرسبز ہوتی ہے۔

ہاروت اور ماروت سے خدا نے فرمایا کہ شکر کرو کہ تم شہوت جیسی چیز سے بچے ہوئے ہو۔ اگر میں وہ چیز تم پر کھول دوں تو آسمان تمہیں قبول نہ کرے۔ وہ پاکدامنی جو تم میں ہے، وہ میرے بچانے اور حفاظت کرنے کی وجہ سے ہے۔ اپنی عصمت کو میری جانب سے سمجھ نہ کہ اپنی جانب سے، ورنہ شیطان تم پر غالب آجائے گا۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ اپنے آپ کو طائرانِ قُدس کا ہمنوا سمجھ بیٹھا۔ حالانکہ وہ تو صدائے بازگشت کی طرح کی آواز تھی۔ اگر تُو بلبل کی چہچہاہٹ سیکھ بھی لے تو تُو کیا جانے کہ پھول سے اٹھکیلیاں کرتے ہوئے وہ کیا کہتی ہے؟ اگر تُو اپنے گمان سے کچھ سمجھنے کی کوشش کرے تو وہ عین برعکس ہوگا۔

ایک بہرے کا بیمار پڑوسی کے گھر مزاج پُرسی کے لیے جانا اور بیمار کو رنجیدہ کرنا

ایک بہرے کو معلوم ہوا کہ اُس کا پڑوسی بیمار ہے۔ بہرے نے اپنے آپ سے کہا کہ مجھے بیمار پُرسی کے لیے جانا چاہیے لیکن میں اُس کی آواز تو سُن نہیں سکوں گا، ہاں اُس کے ہونٹوں کی جنبش سے قیاس کرلوں گا کہ وہ کیا کہتا ہے۔ جب میں پوچھوں گا: دوست کیسے ہو؟ تو وہ کہے گا: اچھا ہوں، میں کہوں گا: شکر ہے۔ میں پوچھوں گا: کیا کھایا ہے؟ وہ کہے گا شوربہ۔ میں کہوں گا: مناسب ہے۔ میں پوچھوں گا: معالج کون ہے؟ تو وہ کسی کا بتائے گا، میں کہوں گا کہ وہ آتا ہے تو تیرا کام اچھا ہو جائے گا، وہ جہاں جاتا ہے حاجت رَوا بن جاتا ہے۔

گر نہ رُوید خوشہ از روضاتِ ہُو
اگر اللہ کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو

پس چہ واسع باشد ارض اللہ بگو
تو بتا! اللہ تعالیٰ کی زمین کیسے وسیع ہے؟

یہ سوچ کر وہ بیمار کے پاس گیا' اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا: کیسے ہو؟ وہ تکلیف میں تھا' بولا: مر رہا ہوں۔ بہرے نے اٹکل لگائی کہ شکر ہے' لیکن وہ تو ٹیڑھی لگی۔ پھر پوچھا: کیا کھایا ہے؟ وہ بولا: زہر۔ بولا: بہت اچھی دوا ہے۔ مریض اور تنگ ہوگیا۔ معالج کا پوچھا تو یہ بولا: ملک الموت۔ وہ بولا: تمھیں مُبارک ہو وہ بہت خوش قدم ہے' میں ابھی اُس کے پاس سے تیرے پاس آیا ہوں اور تیری خبرگیری کرنے کو کہا ہے۔ بہرا خوش خوش اپنے گھر لوٹا۔ بولا: شکر ہے میں نے اُس کا حق ادا کردیا۔ بہرے پن کی وجہ سے اُس کا گمان اُلٹا تھا کہ خالص نقصان کو نفع سمجھا۔ وہ خوش تھا کہ میں نے پڑوسی کی عیادت کردی۔ مریض کہہ رہا تھا کہ یہ تو میری جان کا دشمن تھا۔ وہ غصہ سے بھرا ہوا تھا۔ چونکہ اُس میں صبر کا مادہ نہ تھا تو وہ چاہ رہا تھا کہ جو کچھ اُس نے کہا ہے' میں اُسی پر پلٹ دوں۔ بیمار پُرسی دل کو آرام پہنچانے کے لیے ہوتی ہے' یہ تو اُس نے عداوت کی ہے۔

بہت سے انسان ہیں جو عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کی اُمید رکھتے ہیں' لیکن وہ چھپی ہوئی گناہگاری ہوتی ہے۔ بہت سے وہ پانی جن کو تُو صاف سمجھتا ہے مکدّر ہوتے ہیں۔ اُس بہرے کی طرح جس نے یقین کیا کہ اُس نے نیکی کی ہے حالانکہ وہ بُرائی تھی۔ اُس نے (اپنی دانست میں) نیکی سے مریض کے دل میں آگ بھڑکادی۔ اے لوگو! اس آگ سے بچو جو تم نے خود بھڑکائی ہے۔

پیغمبر ﷺ نے ایک ریاکار سے فرمایا: اے نوجوان! تُو نماز پڑھ' کیونکہ جو کچھ تُو نے پڑھا ہے نماز نہیں تھی۔ اسی لیے ہر نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا) آیا ہے کہ اللہ! میری نماز کو گمراہوں اور ریاکاروں کی نماز کے ساتھ نہ ملا۔ جناب سمجھ رہے ہیں کہ عبادت کررہے ہیں اور بےخبر ہیں کہ گناہ کی وجہ سے جان ہلاک کررہے ہیں۔ جو قیاس' ناقص حس کی وجہ سے ہوگا' وحی کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ تیری حس کا کان' حروف سُن بھی سکتا ہو تو سمجھ لے کہ تیرا غیب سننے والا کان بہرا ہے۔

جس نے سب سے پہلے صریح نص کے مقابلے میں قیاس کیا وہ شیطان تھا

سب سے پہلا شخص جس نے خدائی اَنوار کے مقابلہ میں قیاس کیا شیطان تھا۔ اُس نے کہا: آگ مٹی سے یقیناً بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نسبت کچھ نہیں'' لَآ اَنْسَابَ پرہیزگاری اور تقویٰ بزرگی کا مقام بن گیا ہے۔ یہ فانی دُنیا کی وراثت نہیں ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کا ورثہ ہے۔ ابوجہل کا بیٹا مومن بن گیا اور حضرت نوح علیہ السلام نبی کا بیٹا گمراہوں میں بنا۔ قیاس اور اٹکل اَبر کے دن یا رات میں قبلہ کا بدل بن سکتے ہیں لیکن سورج اور کعبہ کے

چونکہ ایں ارضِ فنا بے ریع نیست
جبکہ یہ فانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے

چوں بُود ارضُ اللہ آں مُستوسع ست
تو اللہ کی زمین کا کیا حال ہوگا، وہ تو بہت ہی وسیع ہے

سامنے ہوتے ہوئے قیاس نہ کر۔ محض اپنے خیال کو ذات نہ بنالے۔

ابدال کے حالات کا صاحبِ اقوال کو پتہ نہیں ہوتا۔ تُو نے پرندوں کی بولی سیکھ لی اور سینکڑوں قیاس اپنی عقل سے گھڑ لیے لیکن اُس بیمار کی طرح تُو نے بہت سے دل شکستہ کر دیئے۔ خبردار! اپنے گمان کی وجہ سے آسمانی مراتب سے نہ گر پڑنا اگرچہ تم (فرشتے) ہاروت و ماروت ہو۔ غیرتِ خداوندی سے ہمیشہ ڈرتا رہ۔ ہاروت و ماروت یہی کہہ رہے تھے کہ ہم بہترین غلاموں سے بُرائی کیسے سرزد ہو سکتی ہے؟ اُن کے وسوسوں نے اُن میں خود بینی کا بیج بو دیا۔ وہ کہتے تھے ہم رُوحانی مخلوق ہیں۔ اے دُنیا والو! ہم مٹی اور پانی سے بنے ہوئے نہیں ہیں۔ ہم دُنیا پر عبادت بجالائیں گے اور پھر آسمانوں پر چڑھ جائیں گے۔ ہم زمین میں امن وامان قائم کریں گے۔ اُنہوں نے آسمان کے حال کو زمین کے حال پر قیاس کیا' یہ دُرست نہیں' بہت فرق ہے۔

اِس کا بیان کہ اپنی حالت اور مستی کو چُھپانا چاہیے

رازدان حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ سُن۔ جس جگہ تُو نے شراب پی ہے وہیں سر رکھ دے' کوئی مَست جب کسی میخانہ سے بھٹک گیا وہ بچوں کے لیے مسخرہ اور کھلونا بن گیا۔ وہ اِدھر اُدھر ہر راستے پر گرتا ہے اور ہر احمق اُس پر ہنستا ہے۔ یاد رکھ! خدا کے مَست کے علاوہ بالغ کوئی نہیں ہے اور عام مخلوق بچے ہیں۔ بالغ وہی ہے جو نفسانی خواہشات سے نجات پا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دُنیا کھیل کود کے سوا کچھ نہیں اور تم بچے ہو۔ رَبّ سچ فرماتا ہے کہ تُو کھیل کود سے باہر نہیں نکلا' تو بچہ ہی ہے۔ رُوح کی پاکیزگی کے بغیر تُو پاک کیسے ہو سکتا ہے؟ تُو دُنیا کے کاروبار کو بچے کے جماع کی طرح سمجھ۔ بچے کا جماع کیا ہوتا ہے؟ محض کھیل جس سے کچھ حاصل نہ ہو' جیسے بچے عموماً بانس کے گھوڑے پر سوار ہو کر اُس کو گھوڑا سمجھتے ہیں' اِسی طرح اہلِ ظواہر غیر حقیقی دلائل پر سوار ہیں۔

قرآن پاک میں آیا ہے ''وہ لوگ صرف گمان کا اتباع کرتے ہیں اور گمان حق بات کے مقابل کچھ مُفید نہیں ہے''۔ یاد رکھو! حقائقِ باطنہ کا محض ظن کی بنیاد پر انکار دُرست نہیں ہے۔ سورج (اللہ) کی وضاحت میں نہ جھگڑ' حق کا سورج جب سر پر آجائے گا تو پھر گمراہ اپنی سواریوں کو دیکھیں گے کہ اُنہوں نے اپنے پاؤں کو ہی سواری بنایا ہے' جس سے وہ کچھ سفر طے نہیں کر سکتے۔ بالکل اُسی طرح جیسے بچہ بانس کو اپنا گھوڑا سمجھ رہا تھا۔ علوم انسان کو راحت مہیا کرتے ہیں' لیکن ظنّی علوم وبالِ جان ہیں۔ علم اگر تن کے لیے ہے تو بوجھ بن جائے گا لیکن اگر دل کے لیے ہے تو مددگار ہوگا۔ دل کا علم وہ ہے جو اِلہام اور وحی سے حاصل ہو۔ اللہ نے فرمایا: يَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ' یعنی اپنی کتابیں لادے ہوئے ہیں۔ وہ

ریعِ آں رانے حد و نے عد بود اللہ کی زمین کی پیداوار کی کوئی حد نہیں ہے	کمتریں دانہ دِہد ہفصد بود معمولی دانہ ڈالو تو سات سَو ہو جاتے ہیں

علم بوجھ ہوتا ہے جو اللہ کی جانب نہ لے جاتا ہو۔ کسبی علوم کے بعد انسان کے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے' وہی کیفیت ہے۔ اگر کسبی علوم کو بھی اللہ کی طرف اِدراک کی غرض سے حاصل کیا جائے تو بیکار نہیں ہے۔ وَہبی علوم سے انسان میں سے کثافت اور بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔

مومن کو ہر حال میں اللہ کی ذات کا طالب رہنا چاہیے' محض اُس کے ناموں کو کافی نہیں سمجھ لینا چاہیے۔ ہاں اللہ کے اَسماء اور صفات کا ذکر یا وِردِ ذات تک پہنچنے کا ذریعہ ضرور ہے۔ دلالت کرنے والے کا وجود اُس چیز کے وجود کی علامت ہے جس پر وہ دلالت کرتا ہے۔ عوام کا خیال ہے کہ راستے میں چھلاوے ہوتے ہیں' جو انسان کو بھٹکا دیتے ہیں مگر جہاں چھلاوہ ہے وہاں راستہ بھی ضرور ہے۔ ہر اسم کا مسمّٰی ضرور ہوتا ہے خواہ اُس کا وجود خارج میں ہو یا ذہن میں۔ ہاں منفعت صرف مسمّٰی سے ہے' نام سے نہیں۔ گ اور ل' گُل بنتے ہیں لیکن ان میں خوشبو تو نہیں' رنگ تو نہیں' پھول کا سا حُسن تو نہیں۔ تُو اگر نام اور حرفوں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے تو اپنے آپ کو خود سے بالکل پاک کرلے۔ لوہے کی طرح لوہے پَن سے بے تعلق ہو جا۔ ریاضت کر کے بغیر زنگ کا آئینہ بن جا۔ اپنے آپ کو اپنے اَوصاف سے پاک کر لے تا کہ تُو اپنی پاک صاف ذات اِس حالت میں دیکھے کہ دل میں انبیاء علیہم السلام کے علوم ہوں' جو بغیر کتاب' بغیر دہرانے اور بغیر اُستاد کے پڑھے جائیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں ایک وہ ہے جو میرے جوہر اور میری ہمت میں میرا شریک ہوگا۔ اُن کی جان مجھے اُس نور سے دیکھے گی جس سے میں اُن کو دیکھتا ہوں۔ مُشاہدہ کی یہ صورت عشق سے حاصل ہوتی ہے جو کہ رُوح کے لیے آبِ حیات ہے۔ حضرت ابوالوفا رحمۃ اللہ علیہ گرد تھے۔ عربی نہیں جانتے تھے' حضرتِ حق تعالیٰ نے اُن کو ایک ہی رات میں علومِ عربیہ عطا فرما دیئے۔ صبح جب اُنہوں نے وعظ فرمایا تو کہا: ''شام کو میں کُرد تھا اور عربی سے ناواقف تھا لیکن اللہ نے کرم کیا کہ اُس نے رات میں عربی علوم عطا فرما دیئے اور میں صبح کو عربی ہو گیا''۔

نقاشی و مُصوری کے علم میں رُومیوں اور چینیوں کا مُقابلہ

چینیوں اور رومیوں میں نقاشی کے مقابلے پر تکرار ہوئی۔ بادشاہ نے کہا: میں تمہارا اِمتحان لوں گا۔ وہ دونوں گروہ اپنے اپنے فن میں ماہر تھے۔ آمنے سامنے کے دو گھر دونوں کو دے دیئے گئے۔ چینیوں نے بادشاہ سے طرح طرح کے رنگ طلب کئے۔ بادشاہ نے خزانہ کھول دیا۔ رومیوں نے کہا: نقش نگاری میں کوئی رنگ کام نہیں آئے گا' سوائے زنگ صاف کرنے کے۔ رومیوں نے دروازہ بند کیا اور متصل دیوار کو مانجھنے لگے تا کہ

اے بسا اَصحابِ کہف اندر جہاں
اے (مخاطب) بہت سے اصحابِ کہف دُنیا کے اندر

پہلوئے تو پیشِ تو ہست ایں زماں
تیرے پہلو میں' تیرے سامنے اب بھی موجود ہیں

آسمان کی طرح صاف ہو جائے۔ یاد رکھو: رنگارنگی (عالمِ کثرت) سے بے رنگی (عالمِ وحدت) کی طرف راستہ ہے۔ رنگ ابر کی طرح اور بے رنگی چاند کی طرح ہے۔ تُو ابر میں جو چمک اور روشنی دیکھتا ہے وہ ستاروں، چاند اور سورج کی سمجھ۔ جب چینی اپنے کام سے فارغ ہوئے تو انہوں نے خوشی سے ڈھول بجائے۔ بادشاہ آیا اور اُس نے وہ نقش دیکھے جو عقل کو دنگ کر رہے تھے۔ اُس کے بعد بادشاہ رومیوں کی طرف آیا اور پردہ اُوپر کھینچا گیا تو چینیوں کی تصویروں کا عکس صاف دیواروں پر پڑا۔ بادشاہ نے جو وہاں دیکھا، یہاں اُس سے بہتر نظر آیا۔

اے بابا رومی! وہ صوفی ہیں جنہوں نے بغیر کسی قیل وقال کے اپنی لوحِ دل پر علومِ الٰہیہ کو منعکس کر لیا ہے۔ دل وہ آئینہ ہے کہ جب صاف ہوتا ہے تو لاانتہا صورتوں کو اپنے اندر منعکس کر لیتا ہے۔ جب اُنہوں نے لالچ، حرص، بخل اور کینہ سے اپنے سینے کو صاف کر لیا تو وہ غیب کی صورتوں کو قبول کرنے والا بن گیا۔ دل کے آئینے کی کوئی حد نہیں ہے۔ اُس میں سے وہ عرش، زمین، دریا، آسمان ہر شے کو دیکھ سکتا ہے۔ عقل اِس جگہ خاموش ہے یا گمراہ کرتی ہے۔ قیامت تک کا ہر نیا نقش جو اِس دل پر پڑتا ہے کسی حجاب کے بغیر اِس میں نظر آتا ہے۔ اُنہوں نے علم کے چھلکے کو چھوڑ دیا اور معنی کے مغز کو پکڑ کر عَینُ الیَقِین کا جھنڈا بلند کر دیا۔ موت جس سے سب خوفزدہ ہیں، یہ لوگ اُس پر ہنستے ہیں کیونکہ اُن کے دل پر موت کا قابو نہیں ہے۔ ضرر سیپ کو پہنچتا ہے موتی کو نہیں۔ وہ لوگ خدا کی سچائی کی نشست گاہ پر جا بیٹھتے ہیں۔ وہ سینکڑوں نشان رکھتے ہیں اور مُطلق فنا ہیں۔ نشان کیا بلکہ وہ تو عین اللہ کا دیدار ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زید رضی اللہ عنہ سے سوال کہ آج تم نے کس حالت میں صبح کی ہے اور اُن رضی اللہ عنہ کا جواب

ایک صبح، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے صبح کس حالت میں کی ہے؟ اُنہوں رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مومن بندہ ہونے کی حالت میں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اگر ایمان کا چمن کھلا ہے تو اُس کی علامت بتاؤ۔ اُنہوں رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں روزہ کی وجہ سے دِنوں پیاسا رہا ہوں اور عشق وسوز کی وجہ سے راتوں نہیں سویا ہوں، یہاں تک کہ دنیاوی اشیاء سے مجھے کچھ تعلق نہ رہا اور اللہ کا قرب حاصل رہا۔ وہاں تمام ملتیں ایک ہیں اور لاکھوں سال اور ایک گھنٹہ یکساں لگتے ہیں۔ وہاں ازل اور ابد میں وحدت ہے اور گم ہو جانے کی وجہ سے وہاں عقل کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس راستے کا تحفہ کہاں ہے؟ لا! جو اِس دُنیا کے رہنے والوں کی فہم وعقل کے مناسب ہو۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا: جب لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں تو میں عرش کو مع عرش کے باشندوں کے دیکھتا ہوں۔ جنت اور دوزخ اِس طرح میرے سامنے ہوتے ہیں جیسے پجاری کے

ہیں بجُو ایں قوم را اے مُبتلا　　ہیں غنیمت دار شاں پیش از بلا
اے مُصیبت زدہ! اولیاء اللہ کو تلاش کر　　خبردار! مُبتلا ہونے سے پہلے ہی اُن کو غنیمت سمجھ

سامنے بُت۔ میں لوگوں کی حالت کو جدا جدا پہچانتا ہوں کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون ہے۔

لوگ تو جنتی اور جہنمی کو قیامت میں پہچانیں گے لیکن اولیاء رحمہم اللہ اُن کو اِسی دُنیا میں پہچان لیتے ہیں۔ جیسے قرآن میں ہے ''جس روز بعض چہرے نورانی ہوں گے اور بعض چہرے کالے''۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرح اولیاء رحمہم اللہ کو بھی ایسا مُشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

قیامت سے پہلے رُوح نظروں سے چھپی ہوئی تھی اور اُس کے عیب نظر نہیں آ رہے تھے۔ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں چھپا ہوتا ہے اور اُس کے اَوصاف ظاہر نہیں ہوتے۔ بدن' ماں کی طرح رُوح سے حاملہ ہے۔ موت' جننے کا درد اور ہلچل ہے۔ پہلی تمام رُوحیں منتظر ہوتی ہیں کہ یہ خود پسند بچہ کس حالت میں پیدا ہوتا ہے۔ بچّے کا دوزخی یا جنتی ہونا ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے طے ہو جاتا ہے' البتہ عوام اُس کے پیدا ہونے کے بعد اُس کی جسمانی حرکتوں سے کسی فیصلہ پر پہنچتے ہیں۔ جب رُوح کا وجود دُنیا میں پیدا ہو جاتا ہے تو کالوں اور گوروں کا اِمتیاز نہیں رہتا۔ اگر وہ کالا ہوتا ہے تو اُس کو کالے لے جاتے ہیں اور گورے کو گورے لے اُڑتے ہیں۔ جب تک کوئی پیدا نہیں ہوتا' عالَم کے لیے مشکلات کا سبب ہے لیکن بہت کم لوگ ہیں' جو نہ جنے ہوئے کو پہچان لیں۔ اگر کوئی اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو کیونکہ چھلکے کے اندر اُس کے لیے راستہ ہوتا ہے۔ نُطفہ کا پانی اصل میں سفید اور خوشنما ہے۔ گورے اور کالے کی رُوح کا اثر اُس کو الگ الگ کر دیتا ہے۔ انسان کو خدا نے احسنِ تقویم پیدا کیا ہے۔ جنتی اور جہنمی وہ بعد میں بنتا ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ لوگوں کے اَحوال مجھ سے چھپے ہُوئے نہیں ہیں

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہر عورت اور مرد کو قیامت کے دن کی طرح صاف دیکھتا ہوں۔ بتا دوں کہ خاموش رہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہونٹوں کو دبائے رکھ۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: حق کا سورج اور ازل کا آفتاب کبھی بغل میں سمایا ہے؟ اُس کو روکا نہیں جا سکتا۔ اُس کے سامنے نہ جنون ٹکتا ہے نہ عقل۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی چیز کے پوشیدہ ہونے کی دو صورتیں ہیں' ایک تو یہ کہ اُس چیز کو چھپا دیا جائے' دوسرے یہ کہ اپنی آنکھ بند کر لی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا پوشیدہ ہونا دوسری طرح کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی آنکھ پر اگر تُو ایک انگلی رکھ لے تو دُنیا کو سورج سے خالی پائے گا۔

یہی اللہ کی پردہ پوشی کی مثال ہے۔ صرف ایک پھولا اگر آنکھ کی پتلی پر ہو تو دُنیا کو چھپا دیتا ہے۔ انسان نے دُنیا کو مسخر کر لیا ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اُس پر جہاز رانی کرتا ہے' تو جب یہ مسخر ہے تو خیالات کے دریا کو بھی تو قابو میں رکھو

سایۂ یزداں بُوَد بندہ خُدا
خدا کا بندہ اللہ کا سایہ ہوتا ہے

مُردہ ایں عالَم و زندہ خُدا
وہ اِس دُنیا کا مُردہ اور خُدا کا زندہ ہوتا ہے

اور لب بہ بندر ہو۔ دل پر قابو حاصل کرو اور اُس کے مکاشفات کو ظاہر نہ کرو اور غور کرو کہ اگر اللہ نے سمندر کو انسان کا محکوم بنا دیا ہے تو دل بھی محکوم بن سکتا ہے۔ جنت کی نہریں' زنجبیل اور سلسبیل' بزرگِ بہشتی کے حکم میں ہیں۔ جب یہ ہمارے حکم میں ہیں تو یہ ہماری طاقت نہیں ہے' خدا کے حکم کی وجہ سے ہے۔ سارے عمل ہمارے ہی اعضاء سے سرزد ہوتے ہیں لیکن یہ اُسی طرح ہے جیسے جادو' جادوگر کے قابو میں ہوتا ہے۔ جس طرح آنکھ کے دو چشمے جو رواں ہیں جان کے فرمان اور دل کے حکم کے تابع ہیں۔ اگر وہ چاہے تو دنیاوی خوف سے بہنے لگیں' اگر وہ چاہے تو عبرت پکڑنے کی طرف چلی جائیں۔ اگر وہ چاہے تو نظر محسوساتِ عالم کی طرف چلی جائے اور اگر وہ چاہے تو چھپی ہوئی چیزوں کی طرف چلی جائے۔ اگر وہ چاہے تو کُلیات کی طرف چلی جائے اور اگر وہ چاہے تو جزئیات میں گھری رہے۔ اِسی طرح پانچوں حواس ٹونٹی کی طرح ہیں۔ یہ دل کی حالت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ جس طرف دل اُن کو اشارہ کرتا ہے' پانچوں حواس اُسی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں' دل کے حکم میں پھنسے ہوئے ہیں' جس طرح لاٹھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں۔ دل اگر چاہے تو پاؤں اُس کی وجہ سے رقص میں آ جائیں۔ دل اگر چاہے' ہاتھ کام میں لگ جائیں۔ ہمارے ظاہری ہاتھ' دل کے پوشیدہ ہاتھوں کے قبضے میں ہیں۔ وہ دل اندر ہے اور اُس نے جسم کو باہر بٹھا رکھا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہاتھ دشمن کے لیے آسان بن جائے' اگر وہ چاہے تو دوست کا یار بن جائے۔

تعجب ہے یہ عجیب تعلق ہے' عجیب مخفی سبب ہے۔ دل کو شاید مُہرِ سلیمانی مل گئی ہے جس نے پانچوں حواس کی مُہر اپنے ہاتھ میں تھامی ہوئی ہے۔ باہر کے پانچوں حواس اُس کے تابع ہیں۔ دس حواس ہیں' پانچ ظاہری' جیسے دیکھنا' سننا' ذائقہ' چھونا اور سونگھنا اور پانچ باطنی' جیسے حِسِ مشترک' خیال' وہم' حافظہ' متصرفہ۔ تمہارے پاس دل کی صورت میں مُہرِ سلیمانی ہے تو تجھے اپنے حواس پر حکمرانی کرنی چاہیے اور قوتِ نفسانیہ اور رُوحانیہ کو اپنی گرفت میں رکھنا چاہیے۔ اگر تُو اپنی اِس سلطنت میں فریب سے بچا رہے تو یہ دیو (شیطان) تجھ سے انگوٹھی نہیں چھین سکتا۔ اُس کے بعد دُنیا میں تیرا نام چمکے گا اور جسم کی طرح دونوں جہان تیرے محکوم ہوں گے۔ اگر تیرے ہاتھ سے جن انگوٹھی لے اُڑا تو تیری بادشاہت ختم ہوئی اور تیرا نصیبہ مردہ ہو گیا۔ اُس کے بعد ''بندوں کے حال پر افسوس ہے'' کہ کبھی اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی اُنہوں نے ہنسی نہ اُڑائی ہو' ایسا نہ ہو جائے کہ قیامت تک کے لیے دل پر مُہر لگ جائے۔ اگر تُو شیطان کے وجود کا منکر ہے تو تُو حشر کے دن خوب دیکھ لے گا۔ اگر تُو حساب کتاب کا منکر ہے تو ترازو اور آئینہ سے کیسے جان بچائے گا۔ اب حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سُن۔

دامن اُو گیر زُو تر بے گماں	**تا رہی از آفتِ آخر زماں**
اُس کا دامن شک و شبہ کے بغیر جلد تھام لے	تاکہ آخرت کی مصیبت سے تُو چھوٹ جائے

غلاموں اور ساتھیوں کا حضرت لُقمان رحمۃ اللہ علیہ کو مُتہم کرنا کہ ہم عُمدہ اور اچھے میوے لائے اور وہ اِس نے کھا لئے

حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے آقا کے سامنے سب غلاموں میں حقیر تھے۔ آقا نے سب غلاموں کو اپنے پھلوں کے باغ میں بھیجا کہ پھل توڑ کر لائیں۔ حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ گو سیاہ رُو تھے لیکن حکمت سے پُر تھے۔ دیگر غلاموں نے جمع شدہ میووں میں سے لالچ کی وجہ سے خوب کھایا اور واپسی پر آقا سے کہا کہ میوے حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے کھائے ہیں۔ آقا' حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ پر بہت بگڑا اور پوچھا کہ اُس نے ایسا کیوں کیا؟ اُنہوں نے کہا: اے آقا! خدا کے سامنے خیانت کرنے والا غلام پسندیدہ نہیں ہوتا۔ آپ اِمتحان لے لیجیے اور اُصلیت دکھانے کے لیے مسہل کا شربت پلا دیں۔ ہم سب کو پیٹ بھر کر گرم پانی پلائیے اور اُس کے بعد جنگل میں ہمیں تیز دوڑائیے۔ تب آپ کو بدکرداروں کا پتہ چل جائے گا۔ خوف کی وجہ سے سب غلاموں کو گرم پانی پینا پڑا اور اُن کو جنگل میں اونچی نیچی جگہ پر دوڑایا۔ سب کو قے آنے لگی اور جو کچھ اُن کے پیٹوں میں تھا پانی نے اُس کو باہر نکال دیا۔ حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کے پیٹ سے صاف پانی نکلا۔

اے انسان! جب حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی دانائی یہ کرشمہ دکھا سکتی ہے تو ربّ کی حکمت کیا ہو گی۔ جس دن سب راز جن کو ہم چھپانا چاہتے ہیں ظاہر ہو جائیں گے۔ قرآن میں ہے: سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ۔ ''اُن کو گرم پانی پلایا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے''۔ جُمْلَۃُ الْاَسْتَارِ مِمَّا اَفْضَحَتْ ''اُن کے تمام پردے ہٹائے اور رُسوا کر دیا''۔ کافروں کی سزا آگ اسی وجہ سے بنی ہے کہ پتھر کی آزمائش آگ سے ہوتی ہے۔ اس پتھر جیسے دل کو کتنی نصیحت کی گئی لیکن اِس نے قبول نہ کی۔ خراب زخم کو خراب دوا ہی ٹھیک کرتی ہے۔ خبیثات کے لیے خبیثوں کا ہونا دانائی ہے۔ بُرے کا جوڑ بُرا اور اچھے کا اچھا۔ پس تُو جو جوڑا چاہے بنا لے۔ اُس میں فنا ہو جا اور اُس کی صفات کو قبول کر لے۔ تُو جس راستے پر چلنا چاہے چل اور دوست کی صفات میں فنا اور ہم شکل ہو جا۔ نور چاہتا ہے تو نور کے لیے کمر کس لے۔ دُور ہونا چاہتا ہے تو تکبّر اور دُور ہو جا۔ اگر اِس برباد قید خانے سے رہائی چاہتا ہے تو دوست (اللہ) سے سَرکشی نہ کر۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ''سجدہ کر اور قریب ہو جا''۔

آنحضُور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بقیہ قصہ

جبکہ بولنا' غیب کی پردہ دری کرتا ہے' وہ غیب کے پردوں کو بھی چاک کرتا ہے۔ اللہ کو غیب اور پردہ داری پسند ہے۔ راز کا چھپا ہونا بہتر ہوتا ہے اور ہر انسان کا اپنے خیال کے مطابق خوش رہنا بہتر

چُوں قبولِ حق بُود آں مردِ راست
سچا انسان چونکہ اللہ کا مقبول ہوتا ہے اِس لئے

دستِ اُو در کارہا دستِ خُداست
کاموں میں اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے

ہوتا ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ اُس سے نا اُمید بھی عبادت سے منہ نہ موڑیں۔ جو لوگ اُس کی عبادتوں میں مشغول ہیں وہ بھی اُمید سے مشرف ہیں۔ رحمت چاہتی ہے کہ سب پر نازل ہو ہر بُرے اور بھلے پر۔ اللہ چاہتا ہے کہ ہر حاکم ومحکوم اُمید وبیم میں رہیں اور ڈرتے رہیں۔ یہ اُمید وبیم صرف پردہ پوشی ہی میں ہو سکتی ہے۔ اگر تُو راز کا پردہ چاک کردے گا تو اُمید وبیم کی شان وشوکت تو گئی۔

حکایت ایک نوجوان نے دریا کے کنارے پر خیال کیا کہ ہمارا مچھیرا حضرت سلیمان علیہ السلام ہی ہے لیکن یہ تنہا اور چھپا ہوا کیوں ہے؟ اس خیال میں وہ دودل ہو رہا تھا کہ چہرہ سلیمان علیہ السلام پیغمبر اور بادشاہ کا ہے اور مچھیرا بنا ہوا ہے۔ آخر حضرت سلیمان علیہ السلام کو اُن کی بادشاہت واپس مل گئی اور شیطان دیو مارا گیا۔ اُنہوں نے انگلی پر اپنی انگوٹھی پہنی تو سب لشکر غلامی کرنے اور دیدار کے لیے حاضر ہو گئے۔ اُن میں وہ گمان کرنے والا بھی تھا۔ جب اُس نے اُن کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی تو اُس کا گمان وخیال غائب ہو گیا۔

وہم اُس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ پوشیدہ رہے۔ اٹکل صرف بغیر دیکھی ہوئی چیز کے لیے ہی ہوتی ہے۔ بارش ہوتی ہے تو زمین کی شادابی ظاہر ہو جاتی ہے لیکن وہ ابر کے حجاب میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ نے فرمایا: ہمیں غیب پر ایمان لانے والے درکار ہیں۔ ظاہر ہو جانا گو کمال ہوتا ہے کیونکہ جانوں کو وہم سے رہائی دیتا ہے لیکن غیب میں مصلحت ہے کہ لوگ قیاس کرتے رہیں۔ غیب کی صورت میں عبادت خوب اور بہتر ہے۔ عبادت کرانے میں غیب کی حفاظت اچھی ہے۔ بادشاہ کا وہ خادم جو دُور ہو اور شرمائے، اُس سے کہیں بہتر ہے جو سامنے تعریف کرے۔ غائبانہ اطاعت کا بڑا درجہ ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے خود ہی علمِ وہبی عطا فرماتا ہے اور غیب سے مطلع کرتا ہے۔ تُو خاموش رہ کر اطاعت کرتا جا، جب مشاہدہ ہو جائے گا تو کسی گواہ کی ضرورت نہ رہے گی۔ غیبت میں کام کی تھوڑی سی نگہداشت، موجودگی کی لاکھ کارگزاریوں سے بہتر ہے۔

ہمارے کاموں کا سب سے بڑا گواہ خود اللہ تعالیٰ اُس کے فرشتے اور علماء ہیں اور رَبّ وہ ہے جو ہمیشہ رہے۔ لیکن جب خدا نے گواہی دی ہو تو فرشتے اور علماء کیا ہوتے ہیں کہ گواہی دیں۔ فرشتوں اور علماء کا ذکر اس لیے آیا کہ سورج کی موجودگی کی کمزور آنکھیں اور دل طاقت نہیں رکھتے۔ چمگادڑ سورج کی تاب نہیں رکھتی لہٰذا اُمید توڑ بیٹھتی ہے۔ تُو فرشتوں کو اُن چاندوں کی طرح سمجھ جو سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ ہر مرتبہ کے دل کے لیے روشنی کا منبع اُس کی قوتِ برداشت کے مطابق ہوتا ہے۔ مرتبہ کے لحاظ سے اسی لیے فرشتوں کی بھی قسمیں ہیں اور اُن کے مرتبہ کے مطابق ہی ہر

جہل آید پیشِ اُو دانش شوَد　　　　جہل شُد علمے کہ در ناقص روَد
اُس کے سامنے جہل بھی آتا ہے تو عقل بن جاتا ہے　　　　جو علم ناقص میں چلا جائے وہ جہل بن جاتا ہے

ایک کو نور حاصل ہے۔ ہر انسان کا نیکی اور بدی کے اعتبار سے وہ فرشتہ ساتھی ہوگا جو اُس کے باطنی حال سے مطابقت رکھتا ہوگا۔ چندھے کی آنکھ میں سورج کی روشنی کی تاب نہیں ہے۔ جہاں تک کسی کو راستہ مل گیا' ستارہ ہی اُس کے لیے راستہ دکھانے والی شمع بن گیا۔

آنحضورﷺ کا حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ اِس راز کو اِس سے زیادہ کُھل کر نہ کہہ

پیغمبرﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ستارے ہیں۔ اگر ہر شخص کے لیے وہ آنکھ اور طاقت ہوتی کہ وہ سورج سے نور حاصل کر سکتا تو پھر ستاروں کی کیا ضرورت ہے' پھر چاند کی ضرورت کیا تھی؟ چاند' ابر' خاک اور سایہ سے کہتا ہے کہ میں تم جیسا ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے۔ تم سورج کا مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ تمہاری طرح میں بھی بے نور تھا لیکن وحی کے سورج نے مجھے نور عطا کر دیا ہے۔ سورج کی بہ نسبت میں تاریک ہوں لیکن انسانوں کی تاریکی کے لیے میرے پاس نور ہے۔ میں اس لیے تمہاری طرح ضعیف ہوں تاکہ تُو برداشت کر سکے کیونکہ تُو سورج کا سامنا کرنے کا مردِ میدان نہیں ہے۔ میں شہد اور سرکہ کی طرح باہم مل گیا ہوں تاکہ تمہاری جگر کی بیماری تک پہنچ جاؤں۔ ہاں جب تُو اپنی (نفس) بیماری سے نجات پا جائے تو سرکہ چھوڑ دے اور شہد چاٹ۔ جب دل کا تخت خواہشات سے پاک ہو کر نور سے بھر گیا تو اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کا مصداق ہوگیا۔ اِس کے بعد بلا واسطہ کا حکم ختم ہے۔ اب زید کہاں ہے کہ میں اُس کو روکوں کہ رُسوائی نہ کر۔ ہاں اِن رازوں کا کہنا دانائی نہیں ہے۔ ان کے اظہار کے لیے قیامت آ رہی ہے۔ فنافی اللہ میں واسطے ختم ہو جاتے ہیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی حکایت کی طرف واپسی

زید رضی اللہ عنہ اب فنا کے اُس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ خود اُن کو اپنی خبر نہیں ہے۔ وہ ایسے ستارے کی مانند ہو گئے ہیں جس پر سورج اپنی روشنی ڈال کر اُسے چمکا دے۔ اب تُو ستارے کا نشان تک نہ پائے گا۔ جب ہمارے لامحدود حواس اور قوتِ گویائی شہنشاہ کی دانش کے نور میں فنا ہو گئی تو وہ خود وہ نہ رہی۔ عالمِ اَرواح میں بھی ہمارے تمام حواس خدائی نور میں اسی طرح محو تھے جیسی محویت حضرت زید رضی اللہ عنہ پر طاری ہوئی ہے۔ ''قیامت میں بس زور کی ایک آواز ہوگی تو بس لوگ ہمارے حضور میں حاضر کیے جائیں گے''۔

جس طرح ستارے دن میں چھپ جاتے ہیں اور رات آتے ہی مصروفِ عمل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب انسان پر شب یعنی موت طاری ہوگی اور رُوح' عالمِ اَرواح میں پہنچ جاتی ہے تو ملائکہ اُس میں تصرف شروع کرتے ہیں۔

تیر جستہ باز آرندش زِ راہ	اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ
(کر وہ) چھوٹے ہوئے تیر کو راستے سے واپس لے آئیں	اللہ کی جانب سے اولیاء کو قُدرت حاصل ہوتی ہے

عالمِ برزخ میں رُوحوں پر غنودگی طاری ہوتی ہے۔ قیامت میں بیداری ہوگی اور سب جنابِ باری تعالیٰ کے حضور میں پہنچ جائیں گے اور عدم سے وجود کی طرف تیزی سے چلیں گے۔ تُو اس حالت میں آنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ عدم میں بھی رُوح نے آدم علیہ السلام کے جسم میں آنے سے انکار کر دیا تھا۔ مجبوراً اُس کو اس پنجرے میں آنا پڑا' یعنی اَحوالِ دُنیا میں مبتلا ہونا پڑا۔ یاد رکھو! عدم ہمیشہ خدا کے فرمان کے تابع ہے۔

سلیمان زندہ ہے' اے دیو! کام میں لگ جا۔ انسان دُنیا میں بڑے عہدوں کی کوشش بھی افلاس کے ڈر کی وجہ سے کرتا ہے جو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ گویا انسان کا عہدے حاصل کرنا اللہ سے ڈرنا بھی ہے۔ یاد رکھ! خدائے خوب تر کے عشق کے علاوہ جو کچھ بھی ہے چاہے شکر خوری ہے' جان کنی ہے' یعنی موت کی طرف سفر ہے' آبِ حیات حاصل کرنا نہیں۔ مخلوق کی نگاہیں موت کی مٹی کی طرف ہیں اور آبِ حیات (عشقِ الٰہی) میں سب شک کرتے ہیں۔ کوشش کر یہ سو (۱۰۰) شک نوے (۹۰) بن جائیں اور روزانہ کم سے کم ہوتے رہیں۔ رات کو سفر کر' اگر سو گیا تو رات چلی جائے گی اور رُوح کی تاریکی کو دُور کرنے والی عقل کو رہنما بنا۔ کالی رات میں بہت نیکیاں ہوتی ہیں اور آبِ حیات اندھیرے میں ہی ملتا ہے۔ تُو غفلت سے سو گیا اور رات کا چور کام میں لگ گیا۔

تُو نہیں جانتا کہ اس راہ میں تیرے دشمن کون ہیں۔ یاد رکھ! ناری' خاکیوں کے جانی دشمن ہیں۔ آگ' پانی اور اُس کی پیداوار کی دشمن ہے' جس طرح پانی اُس کی جان کا دشمن ہے۔ شیطان ناری ہے' اُس سے بچ۔ اِس کے علاوہ ایک اور آگ شہوت ہے' جس کے اندر گناہ اور لغزش ہے۔ بیرونی آگ پانی سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے لیکن شہوت کی آگ جہنم تک لے جاتی ہے۔ شہوت کی آگ کا علاج دین کا نور ہے۔ جس طرح تمہارا نورِ ایمان کافروں کی آگ بجھا دیتا ہے' اُس آگ (شہوت) کو خدا کا نور بجھا دیتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے نور کو اُستاد بنا لے تاکہ تیرے نمرودِ نفس کی آگ سے تیرا لکڑی جیسا جسم نجات پا لے۔ شہوت وہ آگ ہے جو پورا کرنے سے کم نہیں ہوتی' وہ روکنے سے کم ہو جاتی ہے۔ تُو اگر آگ پر ایندھن رکھتا جائے گا تو یہ کب بجھے گی؟ جب تُو ایندھن ہٹا لے گا آگ مردہ ہو جائے گی۔ اس لیے کہ پرہیزگاری نے آگ پر پانی ڈال دیا۔ پاک باز لوگ نفس کی آگ سے محفوظ رہتے ہیں۔ ہاں جو لوگ کامل ہو گئے ہیں اُن کو جائز لذتیں مضر نہیں ہوتیں۔ ابتدائی مرحلوں میں ان کا ترک کرنا لازمی ہے۔ اگر کوئی بیمار بھاری غذا کھائے گا تو بیماری میں اضافہ ہوگا اور اگر صحت مند کھائے گا تو اُس کی قوت بڑھے گی۔ زیادہ کھانا تجھ میں آگ کی طرح بیماری بڑھا دے گا۔ دونوں آگیں تیرا گھر برباد کر دیں گی۔ زندہ جسم اُن سے مردہ ہو جائے گا۔ مجھ میں اگر نار ہے تو وہ نور جیسی ہے۔ صحت کی آگ

اے خُنک آں مرد کز خُود رُستہ شُد		در وجُودِ زندہ پیوستہ شُد
بہت ہی قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو خُودی سے نکل گیا		وہ باقی کے وجُود سے وابستہ ہو گیا

جسم میں سرور کو بڑھاتی ہے۔ صحت کی آگ جب جسم میں بڑھتی ہے تو سو گنا مفید ہوتی ہے۔

امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شہر میں آگ لگ جانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شہر میں زبردست آگ لگ گئی۔ آدھا شہر جل چکا تھا۔ لوگ پانی اور سرکہ کی مشکیں اس پر ڈالتے تھے لیکن جیسے اُسے اللہ کی قدرت پہنچ رہی ہو وہ بڑھتی جا رہی تھی۔ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے کہ آگ پانی سے نہیں بجھ رہی۔ اُنہوں نے فرمایا: یہ آگ اللہ کے قہر کی نشانیوں میں سے ہے اور تمہارے بخل کی آگ کا شعلہ ہے۔ اِس پر پانی ڈالنا چھوڑ، روٹیاں تقسیم کرو۔ بخل سے توبہ کرو اور خیرات کرو۔ لوگ بولے: ہم تو بہت خیرات کرتے ہیں اور شروع سے ہی سخی ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا: تم خیرات عادت کی وجہ سے کرتے ہو خدا کے لیے تم نے کبھی ہاتھ نہیں کھولا۔ تم خود نمائی اور شان و شوکت کے اِظہار کے لیے ایسا کرتے ہو نہ کہ خوفِ خدا اور پرہیزگاری کی وجہ سے۔ مال بیج ہے، اسے شور زمین میں نہ ڈال۔ تلوار کو کسی ڈاکو کے ہاتھ میں نہ دے۔ دین داروں اور دشمنوں میں فرق کرنا سیکھ۔ کوئی اللہ کا مقرب تلاش کر۔ تم سمجھتے ہو کہ ہم نے بہت بڑی خدمت کی ہے۔

امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ایک دُشمن کا تھوکنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تلوار ہاتھ سے پھینک دینا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عمل کا اخلاص سیکھ۔ جہاد میں ایک مرتبہ اُنہوں نے ایک دشمن پہلوان پر قابو پا لیا۔ اُنہوں نے تلوار نکالی اور قتل کرنے لگے تھے کہ اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر تھوک دیا۔ اُس چہرے پر تھوکا کہ جس کے سامنے چاند بھی سجدہ میں جھکا ہوا ہے۔ ولیوں کے سردار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی غصہ کی آگ کو بجھا دیا۔ اُنہوں نے تلوار ڈال دی۔ کافر اُن کے اِس عمل کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اُس نے پوچھا: میں آپ کے قابو میں تھا پھر آپ نے کیا دیکھ لیا کہ آپ کا غصہ فرو ہو گیا۔ کون سی ایسی شے آپ نے دیکھ لی کہ میری جان بخش دی اور میرے دل و جان میں ایک شعلہ سا کوند گیا ہے۔ بہادری اور مروّت میں آپ لاثانی ہیں۔ آپ تو موسیٰ علیہ السلام کے اُس اَبر کی طرح ہیں جس نے بنی اسرائیل کو چالیس سال تک بغیر محنت کیے رزق مہیا کیا۔ اگر وہ بند ہوا تو اُن لوگوں کی بدبختی اور حرص کی وجہ سے ہوا، لیکن احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے وہ کھانا قیامت تک کے لیے باقی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اپنے پروردگار کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے“ اِس بات کو بغیر کسی تاویل کے مان لے تاکہ اللہ تجھ پر اپنا خاص اِحسان فرمائے۔ تاویل کرنا خدا کی بخشش کو رد کرنا ہے۔ ہاں اگر تاویل

صد ہزاراں طبِّ جالینوس بُود — پیشِ عیسیٰؑ و دمش افسوس بُود

جالینوس کی طب میں بے شمار علاج تھے — لیکن عیسیٰؑ اور اُنکی پھونک کے سامنے سب بیکار تھے

کرنی ہے تو اپنی کر، احادیث کی نہ کر۔ اپنے دماغ کو بُرا کہہ، باغ کو بُرا نہ کہہ۔ اے علی رضی اللہ عنہ! آپ نے جو کچھ دیکھا ہے اس میں سے کچھ بتا دو؟ آپ کی بُردباری کی تلوار نے مجھے قتل کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خدائی رازوں میں سے ہے۔ اِس لیے کہ بغیر تلوار کے قتل کرنا اُسی کا کام ہے۔ آپ کو مُشاہدۂ حق حاصل ہے جس کے مختلف درجے ہیں۔ مُشاہدۂ حق غیبی جادو ہے۔ اے علی رضی اللہ عنہ! یہ راز کھول دیجیے۔ وہ نور جو آپ پر مُنکشف ہوا ہے اُس کا کچھ عکس مجھ پر بھی پڑا ہے۔ میں رات کا مسافر ہوں۔ آپ چاند ہیں، آپ مجھے دُرست راستے پر لے آئیں تاکہ میں غلطی اور بھول سے محفوظ ہو جاؤں۔ چاند تو بغیر بولے رہنما ہوتا ہے لیکن اگر بول پڑے تو نورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے۔ آپ تو علم کے شہر کا دروازہ ہیں اور بُردباری کے سورج کی شعاع ہیں۔ اے رحمت کے دروازے! قیامت تک کھلا رہ۔ ہر ہوا اور ہر ذرّہ ایک دریچہ ہوتا ہے اور جہاں دروازہ ہو وہ کب بند ہوتا ہے۔ اے شیخِ کامل! مجھے ایسا اطمینان دے دے کہ ہر ذرّے کا مُشاہدہ کر سکوں۔ مُشاہدہ کی وجہ سے مجھ پر حیرت کی کیفیت طاری ہے مگر میں بغیر شیخِ کامل کے کمال حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ غیب سے مناسبت شیخِ کامل کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے۔

اُس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کہ یہ کیا ہوا کہ مجھ جیسے کے قتل پر آپ رضی اللہ عنہ قابو پا گئے لیکن آپ نے تلوار ہاتھ سے پھینک دی

اُس نومسلم ولی نے پوچھا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! پیٹ میں جب بچّہ ہوتا ہے تو مختلف ستارے اُس کی خدمت میں لگے رہتے ہیں لیکن جب اُس میں رُوح آ جاتی ہے تو سورج اُس کا مددگار بن جاتا ہے۔ آپ بتائیں کہ اُس جنین کا تعلق سورج کے ساتھ کس راستے سے ہوتا ہے؟ یہ ایک مخفی راستہ ہے جو ہمارے اِدراک سے دُور ہے۔ سورج کے راستے بہت سے ہیں۔ ایک راستہ وہ ہے جس سے سونا، کان میں سورج سے پرورش حاصل کرتا ہے۔ پتھر یاقوت بن جاتا ہے۔ وہی راستہ لعل کو سُرخ رنگ عطا کرتا ہے۔ ایک راستہ ہے کہ میووں کو پکاتا ہے۔ ایک راستہ وہ ہے کہ کسی حیران کو دل عطا کر دیتا ہے۔ آپ بتایئے، اے شہباز! جو بغیر سپاہیوں کے لشکروں کو شکست دے سکتے ہو۔ قہر کی جگہ آپ میں مہر کس وجہ سے پیدا ہو گئی؟ اژدھے کو چھوڑ دینا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا کہ انہوں نے تلوار کیوں ہاتھ سے چھوڑ دی؟

اُنھوں نے فرمایا: میرا تلوار چلانا صرف اللہ کے لیے ہے، میں اپنے جسم کا غلام نہیں ہوں۔ میں اسد اللہ ہوں، خواہشِ نفسانی کا شیر نہیں ہوں۔ تم نے سُنا کہ ”کنکریاں تُو نے نہیں پھینکیں

دیدنِ دانا، عبادت ایں بُود
عارف کو دیکھنا ایک عبادت ہوتی ہے

فتحِ ابوابِ سعادت ایں بُود
اُس سے نیک بختی کے دروازے کھُل جاتے ہیں

جبکہ پھینکیں" میں تلوار کی طرح ہوں جسے چلانے والا اللہ ہے۔ میں نے راستے سے اپنا سامان ہٹا لیا ہے اور خدا کے غیر کو معدوم سمجھ لیا ہے۔ میں تو جنگ میں قتل نہیں کرتا بلکہ زندگی دیتا ہوں۔ میری تلوار سے لوگوں کو اللہ کا وصال ہوتا ہے۔ میں تنکا نہیں ہوں کہ ہوا سے ہل جائے' میں تو صبر اور حلم کا پہاڑ ہوں۔ غصہ' شہوت اور حرص کی ہوائیں اُس کو اُڑا لے جاتی ہیں' جو نیاز مند نہ ہو۔ تکبر کی ہوا' غرور کی ہوا اور خود پسندی کی ہوا اُس کے لیے اُڑتی ہے جو اہلِ علم نہ ہو۔ ہاں میں اللہ کی ہوا کے لیے ایک تنکا ہوں۔

غصہ بادشاہوں پر حکمران ہے لیکن میں نے اُسے قابو کیا ہوا ہے۔ اُس ہوا کے بغیر میں جھک نہیں سکتا کیونکہ عشقِ الٰہی کے بغیر میرا کوئی پیش رو نہیں ہے۔ اگرچہ میرا جسم تباہ شدہ ہے لیکن میں نور میں غرق ہوں میرا مقصد اَبْغَضَ لِلّٰہ (اللہ کے لیے بُغض) ہے۔ میرے کسی فعل میں میری ذاتی غرض شامل نہیں ہوتی۔ میرے عمل کا یہ اخلاص لوگوں کی دیکھا دیکھی نہیں ہے۔ میری آنکھوں دیکھی بات یعنی عین الیقین ہے۔ میری آستین اللہ کے دامن سے وابستہ ہے اور میں ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے نور کا کسب کرتا رہتا ہوں۔ میرا اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں سے وہی باتیں کہو جو وہ سمجھ سکیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو جھٹلا دیا جائے"۔ میری گواہی شریعت میں معتبر ہوتی ہے کیونکہ میں آزاد ہوں اور ایک آزاد کے آگے ہزاروں غلاموں کی گواہی کی کوئی حقیقت نہیں ہے' جو شہوت' حرص اور تکبر کے غلام ہیں اور تا موت اُن کے غلام رہیں گے۔ قرآن میں قساوتِ قلبی کا جو ذکر کیا ہے میں اُس سے پاک ہوں۔ قیامت میں قسی القلب لوگوں کے جگر بھی خون ہو جائیں گے۔ لیکن اس وقت ندامت اور خونِ جگر بہانے سے اُنہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ندامت اور اپنے جگر کو خون کرنے کی مُہلت اِسی دُنیا میں ہے۔ عدل کے لیے گواہی کی عدالت شرط ہے اور اس کے لیے گواہ کا حُر ہونا ضروری ہے۔ شیطان کا غلام عدل نہیں کر سکتا۔ قرآن میں حضور ﷺ کو شاہد فرمایا گیا کیونکہ وہ حُر ابن حُر تھے۔ میں جب حُر ہوں تو غصہ مجھے قیدی کب بنا سکتا ہے۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے سوا کچھ نہیں ہے۔

میرے اندر آ کر دیکھ لے اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِیْ "بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے"۔ اللہ کی مہربانی نے تیری جان بخش دی اور اُس کی رحمت غصے پر غالب آ گئی ہے۔ اب تجھے کوئی خطرہ نہیں ہے' تُو اب پتھر سے موتی بن گیا ہے۔ اب تُو میں اور میں تُو ہو گئے ہیں۔ تُو علی تھا اور میں علی کو کیسے قتل کرتا۔ تُو نے ایمان اختیار کر کے اِنتہائی عروج حاصل کر لیا۔ تُو نے تھوک کر وہ گناہ کیا جو ہر طاعت سے بہتر ہے۔

نَم کہ از دریا در و راہے شود	پیشِ اُو جیحونہا زانو زند
وہ نمی کہ جس میں دریا کی جانب راستہ بن جائے	اُس کے سامنے بہت سے جیحون دریا باادب ہو جاتے ہیں

اِس مرد کی معصیت بہت مُبارک تھی۔ کیا گلاب کے پھول کانٹے سے نہیں نکلتے؟۔ کیا عمر رضی اللہ عنہ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹانے کے ارادے نے قبولیت کے دربار تک نہیں کھینچا؟ کیا فرعون نے جادوگروں کو اُن کے جادو کی وجہ سے نہیں بلوایا کہ وہ خوش نصیب بن جائیں؟ سرکشی بعض اوقات ایمانِ کامل کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اگر اُن میں سرکشی نہ ہوتی تو وہ کب عصا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مُعجزے دیکھ سکتے۔ یاد رکھو! نا اُمیدی کو خدا نے فنا کر دیا ہے جبکہ گناہ اور معصیت طاعت بن گئی۔ جب وہ گناہوں کو تبدیل کر دینا چاہتا ہے تو بُرے کاموں کو عین طاعت کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اِس سے شیطانِ رجیم مزید سنگسار ہو جاتا ہے اور ہماری طاعت کے حسد سے شق ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ ہم سے گناہ کرائے لیکن جب دیکھتا ہے کہ وہ تو طاعت قرار دے دیا گیا تو اُس کے لیے وہ بہت منحوس وقت ہوتا ہے۔ تُو اندر آ جا۔ میں نے تیرے لیے دروازہ کھول دیا ہے۔ تُو نے تھوکا، میں نے تجھے تحفہ دیا۔ جب میں ظالم کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہوں تو محبت والے قدموں پر کس طرح جھکوں گا اور اپنے وفادار کو کیا کچھ عطا کروں گا۔ سمجھ لے خزانے اور لازوال مُلک دوں گا۔ ایسی لازوال بادشاہی بخشوں گا کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ میں وہ مردِ کامل ہوں کہ اپنے قاتل پر بھی ڈنک کی بجائے شہد برساتا ہوں۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خادم کے کان میں آنحضور کا فرمانا کہ علی کی شہادت تیرے ہاتھ سے ہوگی میں نے تجھے بتا دیا ہے

میرے خادم کے کان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ ایک روز میرا سر قلم کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعے سے اُسے آگاہ کیا کہ میری ہلاکت اُس کے ہاتھ سے ہوگی۔ وہ مجھ سے کہتا ہے کہ آپ مجھے پہلے ہی مار ڈالیے تاکہ ایسی بُری خطا مجھ سے سرزد نہ ہو۔ میں اُس سے کہتا ہوں کہ جب میری موت تیرے ہاتھ سے ہے تو قضائے الٰہی کے آگے میں کیا کر سکتا ہوں۔ وہ میرے قدموں پر گرتا ہے کہ آقا! خدا کے لیے میرے دو ٹکڑے کر دیجیے تاکہ میرا انجام بُرا نہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ جا کیونکہ لکھنے والا قلم خشک ہو چکا ہے۔ میرے دل میں تیرے لیے کوئی بُغض نہیں ہے، اس لیے کہ میں اس بات کو تیری طرف سے نہیں سمجھتا۔ تُو تو اللہ کا آلہ کار ہے۔ اصل کرنے والا تو اللہ ہے۔ اُس نے پوچھا کہ پھر خون کا بدلا کیوں ہے؟ میں نے کہا: وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ایک مخفی راز ہے۔

اگر اللہ اپنے کسی فعل پر اعتراض کرتا ہے تو اپنے اعتراض سے وہ ایک باغ اُگاتا ہے۔ اُسے اپنے کام پر اعتراض کا حق ہے کیونکہ وہ قہر اور مہر میں یگانہ ہے۔ حوادث کی اس دُنیا میں وہی حکمران ہے اور افلاک میں بھی وہی تدبیر کا مالک

نُورِ خورشید از بیفتد بر حدث	اُو ہماں نُورست نپذیرد خبث
سُورج کے نُور کی شعاع اگر گندگی پر پڑے	وہ نُور ہی رہے گی نجاست کو قبول نہیں کرتی

ہے۔ اگر وہ اپنے بنائے ہوئے آلے کو خود توڑتا ہے تو ٹوٹے کو خود ہی جوڑتا بھی ہے۔ وہ اپنے کسی حکم کو منسوخ کر کے کوئی بہتر اَمر جاری کرتا ہے۔ جس شریعت کو خدا نے منسوخ کیا تو گھاس کو ختم کر کے اُس کے بدلے میں گلاب اُگا گیا۔ رات' دن کی روشنی کو منسوخ کرتی ہے پھر دن کی روشنی' رات کو منسوخ کرتی ہے اور دن کی حرارت پتھروں کو بھی نرم کر دیتی ہے۔ نور کی تبدیلی کے بعد بظاہر ظلمت مناسب معلوم نہیں ہوتی لیکن حقیقتاً اُسی ظلمت سے جانداروں کو آبِ حیات حاصل ہوتا ہے اور اُن کے قویٰ پھر کام کاج کے لیے تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔

اَضداد سے اَضداد پیدا ہوتی ہیں۔ جیسے دل کے اندھیرے میں ہی اللہ نور پیدا کرتا ہے۔ پیغمبر ﷺ کی جنگ' صلح کا دارومدار ہوتی ہے۔ اُنہوں نے لاکھوں سر اِس لیے قلم کر دیئے کہ دُنیا والوں کے سَروں کو امن حاصل ہو۔ باغبان' درختوں کی شاخیں اِس لیے کاٹتا ہے تاکہ اُن میں زیادہ پھل آئے۔ وہ باغ میں سے فالتو پودے اور گھاس پھُوس کاٹ دیتا ہے تاکہ باغ پھولے پھلے۔ بیمار دانت کو نکلوانا پڑتا ہے تاکہ درد سے نجات حاصل ہو۔ پس نقصانوں میں ترقیاں چھپی ہوتی ہیں اور شہیدوں کی زندگی فنا ہونے ہی میں ہے۔ جب دُنیا میں رزق کھانے والا حلق کٹ جاتا ہے تو یُرْزَقُوْنَ يَفْرَحُوْنَ (یعنی اُن شہیدوں کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں) خوشگوار ہو کر آ جاتا ہے۔ جانور کا گلا جب انصاف سے کاٹا گیا تو انسان کے حلق نے نشوونما پائی۔ اگر انسان کا گلا اللہ کے نام پر کٹ جائے تو غور کرو اُس کو کتنی فضیلتیں ملیں گی۔ اُس کی تیمارداری اللہ کے شربت سے ہوگی۔ وہ حلق ''لَا'' سے آزاد ہو کر ''بلٰی'' میں فنا ہو جاتا ہے۔

روٹی کے ذریعے تیری زندگی کب تک رہے گی۔ بید کی طرح تُو بے ثمر اسی وجہ سے ہے کہ تُو نے روٹی کے لیے اپنی آبرو داؤ پر لگا دی۔ قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے ترکِ دُنیا ضروری ہے۔ اس کے لیے کسی شیخ کا ہاتھ تھام لے جو تجھے تانبے سے سونا بنا دے گا۔ اگر تُو صاف کپڑے پہننا چاہتا ہے تو دھوبیوں کے محلے میں جانے سے منہ نہ پھیر۔ شیخ تیرے ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا ہے تو اُس کا تجھے توڑنا تیرے جوڑنے کے لیے ہوگا۔ اگر تُو خود تقویٰ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو شیخ تجھے اپنی طرف کھینچ لے گا کیونکہ یہ اُسی کا کام ہے۔ توڑنا اُسی کے لیے مناسب ہوتا ہے جو جوڑنا جانتا ہو۔ جو دینا جانتا ہے وہی کاٹنا بھی جانتا ہے۔ اگر وہ مجرموں پر قِصاص کا حکم نہ فرماتا تو یہ نہ فرماتا کہ قِصاص میں زندگی ہے۔ قاتل جو تقدیر کا اسیر ہے اُس کو بغیر حکمِ خداوندی کون مار سکتا ہے۔ جاؤ رتارہ اور بُروں پر طعنہ زنی نہ کر۔ اپنے آپ کو اللہ کے سامنے عاجز سمجھ۔ دل سے اللہ کے سامنے گردن جھکا دے اور دوسروں پر مذاق اور طعنہ زنی نہ کر۔

من ندانم خیر اِلّا خیرِ اُو مَیں اُس کی خیر کے علاوہ کسی خیر کو نہیں جانتا	صُمٌ و بُکمٌ و عُمیٌ من از غیرِ اُو اور اُس کے غیر سے گونگا بہرہ اور اندھا ہوں

ابلیس لعین کی گمراہی میں حضرت آدم علیہ السلام کا تعجب اور غرور کرنا

ایک روز آدم علیہ السلام نے ابلیس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ وہ خود پسند بن گئے اور ابلیس کے کام کی ہنسی اُڑائی۔ غیرتِ حق نے پکارا' اے آدم! تمہیں چھپے ہوئے رازوں کا علم نہیں ہے۔ اگر میں باطن کو ظاہر کر دوں تو پہاڑ اُکھڑ جائیں۔ اگر سینکڑوں آدموں کی پردہ دری کروں تو سینکڑوں شیطان نو مسلم ہو جائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: میں نے اُس نظر سے توبہ کی' پھر کبھی ایسا خیال دل میں نہیں لاؤں گا۔ اے خدا! اِس بندہ کو معاف کر دے اور اِس بات پر میری گرفت نہ کر۔ اے فریادیوں کی فریاد سننے والے! ہم کو ہدایت عطا کر۔ علوم اور مال داری میں کوئی فخر نہیں ہے۔ تُو نے جس دل پر کرم کر کے ہدایت دے دی ہے اُسے کج نہ کر اور بُری تقدیر کو ہم پر سے ٹال دے اور ہمیں اہل اللہ سے جدا نہ کر۔ تیری جدائی سے زیادہ کڑوی چیز کوئی نہیں ہے اور تیری پناہ کے بغیر سوائے اُلجھن کے کچھ نہیں ہے۔

ہمارا سامان' ہمارا جسم' ہمارے ہاتھ پاؤں ہمارے دشمن ہیں کہ ہمیں بُرے کاموں کی طرف لے جاتے ہیں اور تیری امان کے بغیر کوئی کس طرح بچ سکتا ہے۔ اِن خطروں سے جان محفوظ نہیں ہو سکتی' جب تک جان کا محبوب سے وصال نہ ہو جائے۔ تُو راستہ نہ دے تو جان کا بچنا محال ہے۔ وہ جان جو تیرے بغیر زندہ ہو' دراصل مردہ ہے۔ اگر تُو بندوں پر طعنہ زنی کرے تو دُرست ہے کیونکہ تُو تو عین مالک ہے اور کائنات کا ہر ذرّہ اور بڑی سے بڑی چیز تیرے سامنے حقیر ترین ہے۔ یہ بات اِس لیے دُرست ہے کہ تُو ہی اِن کو مکمل کرنے اور فنا کرنے کی ملکیت رکھتا ہے۔ تُو ہی عدم اور نیستی سے پاک ہے اور معدُوم کو موجود کرنے والا ہے۔ ہر خزاں میں باغ اُجڑ جاتا ہے' پھر کہتا ہے باہر آ اور تروتازہ ہو جا اور خوب صورت بن جا۔ ہم چونکہ بنائے ہوئے ہیں اِس لیے سوائے قانع ہونے کے کچھ نہیں ہیں۔ ہم نے شیطان سے رہائی پائی ہے تو صرف تیری مہربانی سے اور اگر تُو نہ چاہے تو ہم خود شیطان ہیں۔ تیرے سوا جو کچھ بھی ہے خواہ اچھا ہے یا بُرا جلانے والا اور مجسّم آگ ہے۔ تیرے سوا ہر چیز باطل ہے اور تیرا فضل ہی رحمت کی بارش برسانے والا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصہ کی طرف واپسی اور اُن کا اپنے قاتل سے چشم پوشی برتنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں دن رات اپنے دشمنوں کو دیکھتا ہوں اور مجھے بالکل غصہ نہیں آتا کیونکہ مجھے موت بھی زندگی کی طرح اچھی لگتی ہے۔ میری موت

گفت بیزارم زغیرِ ذاتِ تو | غیر نبود آں کہ باشد ماتِ تو

عرض کیا کہ میں تیرے غیر سے بیزار ہوں | لیکن جو تجھ میں فنا ہو گیا وہ غیر نہیں ہے

نے میری زندگی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے۔ بے نوائی کا سامان ہمارے لیے اللہ کا عطیہ ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مر جاؤ قبل اِس کے کہ مرو) ہمارے ہی لیے ہے۔ موت کافروں کے لیے باعثِ خوف اور مومن کے لیے باعثِ امن ہے جیسے کہ دریا بطخ کے لیے قوت کا سبب اور مرغ کے لیے کمزوری کا سامنا ہے۔ اُس کا ظاہر موت اور باطن زندگی ہے۔ بچّہ کا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا اُس کا اس دُنیا کی طرف اِنتقال ہے۔ جن لوگوں کو موت سے عشق ہو ان کے لیے وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ یعنی اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کا حکم نہیں ہے۔ یہ حکم اُن کے لیے ہے جن کی جان کا مرنا ہلاکت ہے لیکن جن کے لیے مرنا کامیابی ہے اُن کے لیے "سَارِعُوْا" یعنی جلدی کرو کا حکم آیا ہے۔ ممانعت تو مرغوب چیز کے لیے ہوتی ہے۔ مکروہ کے لیے نہیں۔ میرے لیے تو قرآن میں ہے کہ "نہ گمان کرو تم اُن لوگوں کو مردہ جو اللہ کے راستے پر قتل کیے گئے بلکہ وہ تو زندہ ہیں"۔

اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتِیْ لَائِمًا ۔۔۔ اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتِیْ دَائِمًا
اِنَّ فِیْ مَوْتِیْ حَیَاتِیْ یَا فَتٰی ۔۔۔ کَمْ اُفَارِقْ مَوْطِنِیْ حَتّٰی مَتٰی
فُرْقَتِیْ لَوْ لَمْ یَکُنْ فِیْ ذَا السُّکُوْنْ ۔۔۔ لَمْ یَقُلْ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنْ

اے میرے معتمد لوگو! مجھے ملامت کرتے ہوئے قتل کر ڈالو۔ بیشک میرے مرنے میں میری ابدی زندگی ہے۔ اے نوجوان! میری موت میں میری زندگی ہے۔ میں اپنے وطن سے کب تک اور کتنا جدا رہوں؟ اگر اِس دُنیا میں سکونت سے میری جُدائی نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ نہ فرماتا: اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ یعنی ہم اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ لوٹنے والا تو وہی ہوتا ہے جو اپنے شہر میں واپس آئے۔ زمانہ کے فرق سے وصال میں آئے۔

خادم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پڑنا کہ اے امیر المومنین! مجھے مار ڈالیں اور اِس قضائے خداوندی سے چُھڑا دیجیے

وہ خادم آیا اور میرے آگے زمین پر گر پڑا اور آہ وزاری کرتے ہوئے کہنے لگا! اے علی رضی اللہ عنہ! مجھے جلد قتل کر دیجئے تاکہ میں وہ بُرا وقت نہ دیکھوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ہر ذرّہ قاتل بن جائے اور اُس کے ہاتھ میں تیرے لیے خنجر ہو تو تیرا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکتا' جبکہ تقدیر نے تیرے لیے ایسا لکھ دیا ہو لیکن تُو بے فکر رہ میں تیرا سفارشی ہوں۔ میں رُوح کا مالک ہوں' مَیں جسم کا غلام نہیں ہوں' میرے نزدیک اِس جسم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ خنجر اور تلوار میرے لیے خوشبودار پھول بن

گئے ہیں۔ جو جسم کو اِس طرح مغلوب کر دے وہ امیری اور خلافت کی حرص کب کر سکتا ہے۔ بظاہر اگر وہ حکومت کے لیے کوشاں ہے تو اِس لیے کہ حاکموں کے لیے حکومت کرنے کی رہنمائی کرے۔ حاکموں کے لیے قانون نامہ تحریر کرے اور امارت میں نئی رُوح ڈال دے۔ اگلے عالم میں تُو اُن کی سرداری دیکھے گا۔

پیغمبر ﷺ کا مکّہ کی فتح طلب کرنا، ملکِ دُنیا کی محبت کی وجہ سے نہ تھا کیونکہ خود فرمایا ہے "دُنیا مُردار ہے اور اِس کے طلب گار کُتّے" بلکہ خُدا کے حُکم سے تھا

حضور ﷺ کا مکّہ کو فتح کرنا حبِ دُنیا کے لیے کب تھا۔

جس ذات نے ساتوں آسمانوں کے خزانوں سے دل کی آنکھ بند کر لی۔ جس کے دیدار کے لیے حوریں اور رُوحیں ہر طرف جمع تھے اور فرشتے راہ کی خاک پر گرے پڑتے تھے۔ یوسف علیہ السلام جیسے سینکڑوں جس کے مُشتاق تھے لیکن اُن کو اپنے دوست کے سوا کسی کی پرواہ کب تھی۔ اللہ کے جمال سے آپ ﷺ اِس قدر بھرے ہوئے تھے کہ اُس میں انبیاء علیہم السلام کو بھی دخل نہ تھا۔ اُنہوں نے فرمایا: "میرے لیے ایک ایسا وقت آتا ہے جس میں سوائے میرے ربّ کے میرے اندر کسی کی گنجائش نہیں ہے"۔ سورۃ نجم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "دیدارِ الٰہی کے وقت اُنہوں نے نظر اِدھر اُدھر نہ کی' نہ اُچٹی"۔

جب آسمانوں اور عقول کے خزانے رسول ﷺ کی نظر میں ایک تنکے کے برابر ثابت ہوئے تو مکّہ شام اور عراق کیا ہوتا ہے کہ وہ اُس کا اشتیاق ظاہر کرے۔ یہ گمان اور خیال تو مُنافق کا ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے حرص اور جہل پر قیاس کرتا ہے۔ تُو جب زرد رنگ کی عینک لگائے گا تو سورج کو بھی زرد دیکھے گا۔ اپنے زرد شیشے کو توڑ ڈال تا کہ تُو گرد اور مرد کی شناخت کر سکے۔ اُس شہسوار کے چاروں طرف غُبار اُڑ رہا ہے۔ تُو نے غُبار کو مردِ حق سمجھ لیا ہے۔ شیطان نے آدم علیہ السلام کی گرد دیکھی اور بولا کہ یہ مٹّی کا بنا ہوا ہے۔ جب تک تُو معزز ینِ بارگاہِ الٰہی کو بشر سمجھتا رہے گا' یہ سمجھ لے کہ یہ سمجھ شیطان کی میراث ہے۔ اے سرکش! اگر تُو شیطان کی اولاد نہیں ہے تو تجھے اُس کتے کی میراث کیسے ملی۔

میں کتا نہیں ہوں' اسدُ اللہ ہوں اور اللہ کا شیر وہ ہے جو صورت پرستی سے چھوٹ جائے۔ دُنیا کا شیر سامان کی زیادتی تلاش کرتا ہے لیکن اللہ کا شیر آزادی اور موت کی جستجو کرتا ہے۔ چونکہ وہ موت میں سینکڑوں وجود دیکھتا ہے' اِس لیے پروانے کی طرح اپنے وجود کو جلا دیتا ہے۔ موت کی تمنا یہود کے گلے کا طوق ہے' اِسی لیے یہود کا اِسی سے اِمتحان لیا گیا تھا اور اُنہیں موت کی تمنا کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ ایک بھی یہودی نے اِس قدر ہمت نہ کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر یہودی زبان سے یہ کہہ دیں تو دُنیا میں ایک بھی یہودی نہ بچے۔

بلکہ درویشاں وَرائے مُلک و مال	روزیٔ دارند ژرف از ذُوالجلال
بلکہ درویش مُلک و مال کے علاوہ	اللہ سے ایک بھاری روزی پاتے ہیں

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُس جوان سے فرمایا کہ جب تُو نے میرے منہ پر تھوکا تو نفس میں اشتعال پیدا ہوا اور آدھا جہاد اور آدھا میری خواہش نفسانی میں بٹ گیا' لیکن اللہ کے کام میں شرکت نہیں ہے۔ تُو مولیٰ کی مملوک ہے' میری مخلوق نہیں ہے۔ اللہ کے نقش کو اللہ ہی کے حکم سے توڑ دے۔ دوست کے شیشے پر دوست ہی کا پتھر مار۔ کافر نے یہ بات سُنی تو اُس کے دل میں ایک نور پیدا ہوا۔ اُس نے فوراً کفر سے توبہ کی اور بولا کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کچھ اور سمجھا تھا۔ آپ تو خدائی اخلاق والی ترازو کے کانٹا ہیں۔ میں اب اُس شمع کا غلام ہوں جس نے آپ رضی اللہ عنہ کے چراغ کو روشن کیا ہے۔ اِس طرح اُس کے خاندان کے پچاس آدمیوں نے کلمہ توحید پڑھا اور ان کی بُردباری کی تلوار نے لوگوں کو لوہے کی تلوار سے بچا لیا۔ بُردباری کی تلوار سینکڑوں لشکروں کو فتح کرنے والی ہے۔

دفترِ اوّل ختم شُد

شاہ آں باشد کہ از خود شہ بود　　نے بمخزنہا و لشکر شہ بود
شاہ وہ ہوتا ہے جو اپنے باطن کا شاہ ہو　　نہ کہ خزانوں یا لشکر کی وجہ سے شاہ ہو